واصف علی واصفؔ
12
گفتگو ۔ ۱۲
16.47

واصف علی واصف

نام کتاب	گفتگو ۔ ۱۴
مصنّف	واصف علی واصفؒ
سال اشاعت	۲۰۰۳ء
بار	اوّل
قیمت	Rs 200

جنوں بنا ہے خرد کا امام پھر واصفؒ
کہ گنج ہائے گراں مایہ شے نہیں سستی

(واصف علی واصفؒ)

عرضِ حال

قبلہ واصف صاحبؒ کی محفل ایک بالکل منفرد انداز' نوعیت اور کیفیت کی محفل ہوتی تھی۔ محفل میں کسی طے شدہ موضوع پر گفتگو نہیں ہوتی تھی بلکہ وہاں پر موجود شرکاء کو دعوت دی جاتی تھی کہ وہ اپنی کسی ذاتی الجھن کے بارے میں دریافت کریں تا کہ پھر اس کے سلجھاؤ کے لیے گفتگو کا سلسلہ شروع ہو۔ اس بات سے یہ اندازہ لگانا بڑا آسان ہے کہ محفل میں معاشرے کے ہر طبقے اور خیال کے اصحاب کے سوالات گوناگوں موضوعات کے حامل ہوا کرتے تھے اور زندگی کا شاید ہی کوئی پہلو ایسا ہوتا تھا جس کے بارے میں گفتگو نہ ہوئی ہو ------- پھر واصف صاحبؒ کا یہ کمال تھا کہ وہ ظاہری اور باطنی علوم پر کامل دسترس رکھنے کی وجہ سے سوال کرنے والے کی ذات کا جائزہ لیتے' اس کے سوال کے اندر چھپی ہوئی الجھن کی نشاندہی کرتے اور پھر اس مسئلے کا نہایت آسان حل بیان فرما دیتے اور یہ حل بغیر کسی دقت کے قابل عمل ہوتا تھا۔ اس طرح سوال کرنے والے کو کئی طرح سے فیض ملتا' ایک تو وہ اتنے عرصے سے من میں چھپی الجھن کو بیان کر کے اس کے بوجھ سے یکسر آزاد ہو جاتا اور پھر اس کا پر تشفی جواب پا کر اس کے خیال میں کشادگی' قلب میں اطمینان اور من میں شانتی آ جاتی۔ اور سب سے بڑا فیض یہ ملتا کہ اسے

عمل کے لیے آسانی میسر آ جاتی۔ یہ شخص جب مسرور ہو کر واپس جاتا تو اسے دیکھ کر دوسرے پوچھتے کہ تمہارے ساتھ کیا بیتی کہ اس طرح اڑتے پھرتے ہو۔ اس کا جواب سن کر کئی صاحبِ دل بھی محفل کے لیے اجازت طلب کرتے۔ یوں خیال کا یہ قافلہ رواں ہو تا گیا اور علم لدنی کی یہ روشنی پھیلتی گئی۔ تو یہ وہ محرکات تھے جن کی وجہ سے بیان واصف" تہہ دل تہہ اثر کر کے لوگوں میں پذیرائی حاصل کرتا گیا اور پھیلتا گیا۔ جب یہ گفتگو آواز سے کاغذ پر منتقل ہوئی تو ان پڑھنے والوں پر بھی کم و بیش اسی طرح کی کیفیات مرتب ہوئیں جیسا کہ ان محافل کے شرکاء پرؒ ہوا کرتی تھیں اور اس طرح ان کی محفل میں شریک نہ ہو سکنے والوں کے خیال کی پیچیدہ گرہیں کھلتی چلی گئیں اور وہ اپنے اپنے سوال کے بوجھ سے آزاد ہو کے اپنے ذاتی مسئلے کا حل پانے کی خوشی میں ایسے سرشار ہوئے کہ انہیں اس نئے اور منفرد علم کی اہمیت کا احساس ہونے لگا۔ اس طرح وہ سب اصحاب "گفتگو" کے اس سلسلے کی ہر اگلی اشاعت کا بے چینی سے انتظار کرنے لگے ــــــــــ یوں ان قارئین کی طلب ہر نئی "گفتگو" کی اشاعت کا ایک بڑا محرک ثابت ہوئی اور پھر چلتے چلتے آج بحمد اللہ آپ کے ہاتھوں میں اس سلسلے کی بارہویں جلد موجود ہے۔

ادارہ بے حد ممنون ہو گا اگر قارئین ہمیں اپنی قیمتی اور مفید آراء سے حسب سابق آگاہ کرتے رہیں گے۔ والسلام۔

فہرست

(۱)

(۳)

(۴)

(۵)

(۱)

۱ اللہ تعالیٰ نے انسان کے مقدر میں سب لکھ دیا ہوتا ہے تو آخر یہ تقدیر کیا ہے؟

۲ صبر سے کیا مراد ہے؟

۳ کیا آخری منزل کوئی نہیں ہے؟

۴ کیا انسانوں کے درمیان انصاف کرنا ضروری ہے؟

۵ تنہائی انسان کی اپنی کوئی کیفیت ہے یا باہر سے اس کے کوئی محرکات ہیں؟

۶ کیا ہم اس دنیا میں جنت اور دوزخ کا نظارہ کر سکتے ہیں؟

۷ وقت کیا ہے؟

۸ ”توجہ“ کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

سوال :

اللہ تعالیٰ نے انسان کے مقدر میں سب لکھ دیا ہوتا ہے تو آخر یہ تقدیر کیا ہے؟

جواب :

اس پر پہلے بڑی باتیں ہو چکی ہیں۔ پھر اصل میں سوال اس جگہ پر آ جائے گا کہ کیا Destiny ' مقدر' چانس ہے یا چوائس ہے؟ اور یہ سوال چلتے چلتے وہیں جا کر رکے گا کہ انسان کی زندگی میں تقدیر کا کتنا حصہ ہے۔ اور تدبیر کا کتنا حصہ ہے اور ہندی کا مشہور قول ہے کہ ؎

جے کو رام ولدّر دے
پہلے مت وا کی ہر لے

یعنی جس کو تکلیف ملنی ہوتی ہے تدبیر سے پہلے اس کی مت مار دی جاتی ہے۔ یعنی کہ اگر وہ بات تقدیر میں نہ ہو تو پھر تدبیر میں بھی وہ بات نہیں آتی۔ گویا کہ حسن تدبیر بھی تقدیر ہے ورنہ ساری تدبیریں غلط ہو جائیں گی اور پھر انسان کہے گا کہ میں نے چاہا تھا کہ ایسا ہو جائے اور وہی تباہی کا باعث بنا۔ یہ عام مثال ہے کہ ایک آدمی نے ایک چیز چاہی مثلاً" دولت چاہی اور وہ حاصل ہو گئی' اول تو اللہ تعالیٰ معافی دے کہ آپ دولت کو پسند کرو۔ فرض کرو کہ ایک شخص نے دولت چاہی اور ضد کی

کہ مجھے دولت چاہیے اور مجھے یہ تخت درکار ہے اور اس کو دولت حاصل ہو گئی' اگر کبھی اس کو ہوش یا خیال ہو تو اسے پتہ چلے گا کہ ایک خواہش کے پورا ہونے میں دس ضروری اشیاء ترک ہو گئیں۔ پیسہ کمانے والے دوسرے گاؤں' دوسرے شہر چلے جاتے ہیں بلکہ پردیس میں چلے جاتے ہیں۔ یعنی وطن کی محبت کو پیسے میں Convert کر لیا۔ تو پیسے کے لیے وطن کی محبت' بھائی سے جدائی بلکہ ایمان سے بھی جدائی ہو سکتی ہے اور بعض اوقات تھوڑا سا دین بھی بیچ دینا پڑتا ہے۔ آپ تعجب کیوں کرتے ہیں' لوگ ایمان بھی بیچتے رہتے ہیں۔ مثلاً" ملاوٹ کیا ہے؟ یہ دین کا بیچنا ہی تو ہے۔ پیسے حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولنا کیا ہے؟ دین کا بیچنا ہے' پیسہ کمانے کے لیے صداقت کو ذبح کرنا بھی دین بیچنا ہے۔ کچھ لوگوں نے دین کو بیچا' کچھ لوگوں نے قوم کو بیچا' کچھ لوگوں نے وطن کو بیچا اور کچھ لوگوں نے بھائی بن کر دھوکا کیا۔ تو خواہش حاصل ہو گئی' تدبیر پوری ہو گئی اور یہ پتہ نہیں ہے کہ تقدیر اپنا کام کر گئی ہے۔ تو تقدیر اپنا کام کر جاتی ہے۔ اور اب ہمیں اس کے لیے پریشان بھی نہیں ہونا چاہیے۔ اگر تقدیر اتنی Cruel ہے' ظالم ہے تو ہم کیا کریں۔ میں آپ کو راز کی ایک بات بتاتا ہوں کہ اگر تقدیر کو کسی کا عمل سمجھو گے تو پھر بات سمجھ نہیں آئے گی۔ تو بات کیسے سمجھ آئے گی؟ کہ اگر خدا اور بندے میں مقابلہ ہو رہا ہے تو تدبیر اس کے خدا کا فیصلہ ہے۔ کس کا فیصلہ ہے؟ یہ میرے خدا کا فیصلہ ہے اور بس یہ مجھے منظور ہے۔ اب آپ کی مرضی ہے کہ آپ خود ہی اپنے آپ کو تقدیر کہہ دیں یعنی کہ جو اللہ کو پسند ہے وہ ہمیں پسند ہے۔ ایک دفعہ ایک درویش کو کسی نے کہا

کہ اگر آپ کو دنیا کی بادشاہی دے دی جائے تو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر آپ اس میں کیا تبدیلی کریں گے تو اس درویش نے کہا میں تو جوں کی توں واپس کر دوں گا۔ تو اصل بات یہ ہے کہ جو کچھ اللہ نے کیا ہے میں اس پر اتنا راضی ہوں' اتنا راضی ہوں کہ اس میں Amendment ' ترمیم نہیں چاہتا۔ اگر اللہ آپ کو مل جائے اور کہے کہ بول کیا چاہیے تو آپ اس سے کہنا کہ تیری رضا چاہیے۔ تو پھر تقدیر جو ہے وہ آپ کی اپنی ہے بلکہ آپ خود کاتبِ تقدیر ہیں ورنہ جب تک ڈیمانڈ آپ کے پاس ہے تو نہ آپ کو خدا ملے گا اور نہ خواہش پوری ہو گی۔ یہ میری آپ کو وارننگ ہے کہ جب تک آپ نے اندر خواہش رکھی ہوئی ہے وہ تو ایسی بات ہے کہ۔

ہم داستانِ عشق مکمل نہ کر سکے
آغاز رہ گیا کبھی انجام رہ گیا

تو بات یہ ہے کہ کبھی بھی کسی آدمی نے تمام کام پورے نہیں کیے۔

کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد

تو کسی نے بھی آج تک ہر کام مکمل نہیں کیا' روتے ہی گئے جو بھی آئے اور دوسروں کے مال کی حفاظت کی ہے۔ بزرگ بڑی بڑی باتیں کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جتنی بڑی خوشی ہو گی اتنا بڑا غم بنے گا۔ کہتا ہے کہ "وہ کام ہو گیا جو میں نے چاہا تھا" تو وہ بولا "اس کے اَن ہونے کا انتظار کر"۔ کہتے ہیں کہ خوشی برف کا بلاک ہے اور آپ نے برف کا بہت بڑا بلاک خریدا ہے۔کہتا ہے "اب تو دھوپ کے نکلنے کا انتظار

کر" جب دھوپ نکلے گی اور برف پگھلے گی تو خوشی رخصت ہو جائے گی۔ تو پھر اسی طرح خوشیاں رخصت ہو جائیں گی اور آپ پریشان ہو جائیں گے۔ لوگ اپنے وطن میں ایک فخروالی زندگی گزارنے کے لیے پردیس کے دھکے کھاتے ہیں اور ایسا ہوتا رہتا ہے۔ تو پھر تقدیر کیا ہوئی؟ آپ کا فیصلہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے جنات اور انسانوں کے گروہ! اگر تم آسمان اور زمین کے حصار سے نکل جانا چاہو تو نکل جاؤ، اگر تم نکل سکتے ہو"تو نکل جاؤ مگر اس بات کی وارننگ بتائی ہے کہ اللہ کی مدد کے بغیر، طاقت کے بغیر نہیں نکل سکو گے۔ یٰمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطٰن۔ اب وہ چیزیں جن سے آپ نہیں نکل سکتے وہ آپ گن لو، Mathematical طریقے سے یعنی حساب کے ساتھ گن لو، یعنی کوئی اپنے قد سے نہیں نکل سکتا، قد آپ کا یہی رہے گا۔ تو یہ کیا ہو گا؟ تو یہ قد کی حد ہے۔ تو جب آپ قد کی حد پہ آ جائیں تو اس کو آپ تقدیر کہہ دیں۔ اسی طرح وجود کی حد پہ آ جائیں تو یہ تقدیر ہے، آپ کو دو آنکھیں مل گئی ہیں اور تیسری کی ضرورت ہے اور وہ نہیں ملتی تو یہ کیا ہے؟ یہ حد ہے! مثلاً" آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی اجازت کے بغیر کوئی بال سفید نہ ہو مگر بال آپ کی اطلاع کے بغیر سفید ہو جائیں گے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ غم سے، مرنے سے بچ جائیں تو اگر یہ قبول ہو جائے کہ آپ نہیں مریں گے تو آپ کے پیارے مر جائیں گے۔ غم اپنی موت کا تو ہے ہی نہیں۔ تو غم کیا ہے؟ غم عزیزوں کی موت ہے۔ دعا کریں کہ اللہ آپ کے عزیزوں کو زندہ رکھے، آمین! اگر وہ عزیز نہ رہا گویا کہ مرا وہ اور غم

آپ کو دے گیا' حالانکہ گیا وہ لیکن غم آپ کو دے گیا اور جاتے وقت کہتا ہے کہ میں جا رہا ہوں اور یہ پوٹلی آپ سنبھالو۔ آپ نے پوچھا کہ یہ ہے کیا تو وہ کہتا ہے کہ یہ غم ہے۔ تو جانے والے نے اپنا غم آپ کو دے دیا۔ تو یہ بھی مجبوری ہے اور جہاں مجبوری ہے وہ تقدیر ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ لوگوں کو اتنے اچھے والدین ملے اور ہمارا باپ بڑا غریب تھا لیکن آپ یہ بدل نہیں سکتے' اب اس کو تقدیر کہیں گے۔ تو اگر آپ اپنے والدین کو نہیں بدل سکتے تو یہ تقدیر ہے۔ کیونکہ پیدا کرنے والے نے آپ کو ان والدین کے ہاں پیدا کیا۔ آپ مانو یا نہ مانو یہ حقیقت ہے۔ اب آپ تسلیم کریں گے تو بچ جائیں گے۔ تو جو چیز آپ کو کوشش کے باوجود تسلیم کرنی پڑتی ہے اسے آپ تقدیر کہہ لیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ ایسا ہو لیکن وہ پورا نہیں ہوتا تو یہ تقدیر ہے۔ آپ دنیا میں جہاں مرضی شادی کریں لیکن یہ شادی ایک ہی دفعہ ہو گی' یہ تدبیر ہے اور یہ چوائس ہے' بے شمار چوائس ہیں' لیکن ہو گا کیا؟ وہی جو تقدیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ضرور لکھا ہوا ہے اور یہ آپ کے اختیار میں ہے کہ آپ کو جو پسند ہو اس سے شادی کر لو' بندہ خوش ہوتا ہے کہ تدبیر کروں گا' مرضی کروں گا' پھر وہ کارڈ پہ لکھا ہوا اٹھا لاتا ہے کہ میں یہ چن کر لایا ہوں۔ اس نے کہا کہ پرچی کھول کر دیکھو تو اس میں وہی نام لکھا ہوا تھا۔ کتنے ہی مشہور واقعات ہیں کہ جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ فیصلے تو وہاں لکھے ہوئے ہیں اور یہی تقدیر ہے۔ حادثہ' حفاظت کے باوجود ہو جاتا ہے تو یہ تقدیر ہے۔ حادثہ کیا ہے؟۔

ہوائیں ان کی فضائیں ان کی سمندر ان کے جہاز ان کے

تو بھنور ہے تقدیر کا بہانہ اور اس بھنور میں کوئی بھی گر سکتا ہے۔
تو ہزار جہاز مل کے بھی سمندر فتح نہیں کر سکتے۔ تو سمندر کیا ہے یا بھنور کیا ہے؟ یہ تقدیر ہے۔ اصل میں تقدیر کا راز آپ کو سمجھ نہیں آ رہا اور جب آپ سمجھنا چاہتے نہیں تو سمجھ کہاں سے آئے گا' آپ باہر کے حملے کو تدبیر کے ساتھ روکتے ہیں حالانکہ حملہ اندر سے ہوتا ہے' تو آپ وہاں کیا کرو گے؟ مثلاً" آپ خندق میں تھے' بندوق لے کر بیٹھے تھے' تو ہوا کیا؟ کہتا ہے کہ اندر ہی دیوار گر گئی۔ اندر کی دیوار گرتی ہوئی کسی نے محسوس ہی نہیں کی۔ مثلاً" کوئی کہتا ہے کہ اچانک بیٹھ گیا' پوچھا کہ کون؟ تو کہتا ہے کہ بادشاہ سلامت یعنی میرا دل۔ کہتا ہے کہ دل جو ہے ڈوبا جائے ہے۔ تو کبھی کبھی انسان کا اپنا دل بیٹھ جاتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب انسان کسی کے سامنے جاتا ہے تو اسے کچھ ہوش نہیں رہتا۔ اس سے پوچھا کہ پھر آگے کیا ہوا تو وہ کہتا ہے کہ پتہ نہیں آگے پھر کیا ہوا ــــــــــ تو میں آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ وہ چیزیں ہیں جو آپ کے اختیار میں نہیں ہیں لیکن آپ کے ساتھ ہوتی جا رہی ہیں۔
بندہ دفتر جا رہا ہے' بندہ سیر کرنے جا رہا ہے' بادشاہ ہے' راج کرتا جا رہا ہے اور چلتے چلتے اس نے کہیں سے آواز سن لی' خوب صورت آواز' تو اس کے پاؤں وہیں رک گئے' تو یہاں تقدیر آ گئی کیونکہ آواز سن کر وہ ڈوب گیا' آواز نے اس پر جادو کر دیا' اب اس آواز کی تلاش میں وہ سرگرداں ہے' جیسے وہ کہتے ہیں کہ ایک بار سنا تھا اب دوبارہ سننے کی خواہش ہے' تو اب یہ کیا ہے؟ یہ تقدیر ہے! آپ نے چلتے چلتے ایک شکل دیکھ لی اور وہ نورانی شکل کوئی کوئی دیکھتا ہے۔ تو ایک شکل دیکھنے سے

بھونچال آ گیا۔ تو یہ جو بھونچال آتا ہے یہ تقدیر ہے کہ چلتے چلتے کیا سے کیا ہو گیا۔ اور یہ جو واقعہ ہے کہ ایک افغانستان کا بندہ اور دوسرا ایران کا بندہ، چلتے چلتے ایک نے دوسرے کو دیکھا اور ایک واقعہ ہو گیا۔ وجہ کیا تھی؟ وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں بڑا راز رکھا ہے کہ ایک کو آنکھیں دے دیں اور دوسرے کو چہرہ دے دیا، پھر کہتا ہے کہ اب بچ کے دکھاؤ؟ تو کیسے بچ سکتے ہیں۔ آنکھ والا جو ہے وہ چہرہ تلاش کرے گا، وہی چہرہ بھولا بھالا، معصوم چہرہ، چھوٹا ہو کہ بڑا ہو، بزرگ ہو کہ درویش ہو، اس نے دیکھا اور بس وہ جاذب ہو گیا۔ یہ مجذوب ہونے سے پہلے کی بات کر رہا ہوں۔ تو جاذب کا ہو جانا کیا ہے؟ یہ تقدیر ہے! اور کبھی کبھی ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ پھر کیا بتاؤں کہ کیا ہوا، پھر ہم نے دیکھ لیا، کیا دیکھا؟ کہ ایک بندہ ہی دیکھا لیکن ہم نے قدرت خدا کی دیکھی۔ تو بندے میں قدرت خدا کی دیکھنا، یہ تقدیر ہے یعنی کہ انسانی چہرے میں پوری کائنات نظر آ گئی ——— اب میں آپ کو بزرگوں کی باتیں بتاؤں کہ وہ کہتے ہیں کہ عرفان عبادت سے ملتا ہے، زیادہ عبادت سے ملتا ہے، اور عبادت کرو تو ملتا ہے، منزلوں سے ملتا ہے، مسافرت سے ملتا ہے، گھر سے باہر نکلنے سے ملتا ہے، بڑی بڑی جگہوں سے ملتا ہے اور کوئی آدمی پاس سے گزر جائے تو بھی ملتا ہے۔ تو گویا کہ صرف دیکھنے سے بھی مل جاتا ہے۔ تو وہ دیکھنا جو ہے وہ کیا ہے؟ وہی تقدیر ہے۔

اگر کوئی شعیبؑ آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

تو وہ شعیبؑ کیا ہوتے ہیں؟ یہ تقدیر ہوتے ہیں ورنہ تو آپ ہر

طرف پھرتے رہتے ہیں لیکن اس طرح کوئی نہیں ہو سکتا۔ تو تقدیر کیا ہوئی؟ اس کا میسر ہو جانا جس کے دل میں آپ بھا گئے اور جس نے آپ کو دیا راز اور آپ پا گئے منزل۔ تو یہ تقدیر ہے۔ ایسے شخص سے اگر پوچھیں کہ تو نے کہاں سے پایا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے تو پتہ نہیں ہے' دینے والے کو پتہ ہو گا' بس اس نے کان میں کچھ کہہ دیا اور میں نے راز پا لیا۔ کسی نے اقبالؒ کے کان میں کہہ دیا کہ تو کدھر بھٹکتا پھرتا ہے' ادھر دیکھ کیا ہے! اور وہ پتہ نہیں کیا سے کیا بن گیا۔ تو گویا کہ یہ وہ راز ہیں جو آپ کے بس میں نہیں ہیں۔ تو کیا کیا چیز آپ کے بس میں نہیں ہے؟ قد' حد' ماں باپ' رنگ روپ' رشتہ' وہ زمین جہاں پیدا ہونا ہے' پھر ایک اور چھوٹی سی چیز ہے کہ پیدا ہونے کی تاریخ اور پھر یوم وصال! یہ بھی تقدیر ہے' اور پھر بتانے والے نے بتایا کہ کوشش کے باوجود بھی غریبی ملے گی اور پیسے کے بغیر وقت کٹ جائے گا' وہ چاہے گا تو پیسہ ملے گا' عزت اور ذلت بھی ادھر سے ملے گی اور زندگی اور موت بھی ادھر سے ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ اگر نہیں تو پھر آپ اپنی مرضی سے پیدا ہو جاؤ اور ایسا تو کر نہیں سکتا' چلو اپنی مرضی سے مر جاؤ' لیکن نہیں۔ تو جب زندگی اچھی طرح سے سمجھ آتی ہے کہ یہ زندہ رہنے کا طریقہ ہے تو ادھر سے آپ کا ٹائم اپ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ آپ کا ٹائم ختم' آپ کو بات تو سمجھ آ گئی ہے لیکن وقت ختم ہو گیا ہے۔ مثلاً" کوئی کہے کہ باغ کی سیر کرو کیونکہ بڑا خوب صورت باغ ہے' کہتا ہے کہ جب پھولوں کی سمجھ نہ آئے تو پھر باغ کیا ہوتا ہے اور سیر کیا ہوتی ہے۔ پھر کہتا ہے کہ ہم سیر کرتے کرتے یہاں تک پہنچے کہ پھولوں کے اندر رنگ نظر آ رہا

ہے لیکن جب رنگ نظر آ گیا تو پھر آواز آ گئی کہ تیرا وقت ختم ہو گیا ہے۔ تو اس کی کیا خبر کہ وقت ختم ہو جائے گا' کون سا دوست کب ملے گا' کون سا چہرہ کب پسند آئے گا' دینے والا کہاں سے آئے گا' لینے والے کہاں سے آئیں گے۔ اور یہ دیکھ کہ تیرے گھر میں پیسے کے باوجود بیٹا پیدا نہیں ہوا' یہ تو کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے' آپ کسی کو تھوڑے سے پیسے دے دیں کہ جی آپ دعا کر دیں لیکن کائنات ساری ادھر ادھر ہو جائے مگر جس نے نہیں پیدا ہونا اس نے نہیں پیدا ہونا' تو یہ مقدر ہے! آپ یہ بات سمجھ لو کہ جہاں انسان بے بس ہوتا ہے وہاں تقدیر ہے۔ تو جہاں آپ بے بس نہیں ہیں وہاں آپ کی مرضی ہے۔ یا یوں کہو کہ جو کام ہو گیا وہ تقدیر ہے۔ اور یہ کہو کہ یہ دو راستے تھے' میں ادھر بھی جا سکتا تھا اور ادھر بھی جا سکتا تھا' لیکن گیا کہاں! تو جدھر گیا یہ تقدیر ہے۔ چوائس سے پہلے تدبیر ہے اور چوائس کرتے وقت تقدیر کام کر رہی تھی کہ ہم نے وہ چنا' جو چنا وہ مصیبت کا بار ہمارے حصے میں آیا۔ بس پھر وہ وہاں سے پریشان ہو گیا۔ کیا تقدیر بدل جاتی ہے؟ کہتے ہیں کہ بدل جاتی ہے' لیکن بدلنے کے بعد جو حاصل ہوا اس کا نام ہے تقدیر! بدلنے سے پہلے وہ تقدیر تھی ہی نہیں' بدلنے سے پہلے امکان تھا' اب یہ بات آپ یاد رکھنا۔ تو بدلنے سے پہلے کیا ہے؟ امکانات۔ اور ہم امکانات میں ہیں' لیکن جو ہو گیا تو وہ اب مقدر ہے۔ آپ یہ کہیں کہ مقدر کو بدلنے والا ہمارا اپنا ہے' جو اس نے بنایا ہم کو بھی وہی پسند ہے۔ اس نے کہا تھا کہ شام کو جانا ہے لیکن ہم وہاں دوپہر کو جا بیٹھے کہ آپ نے بلایا تھا۔

تاڑی مار اڈا نہ باہو
اسی آپ ای اڈن ہارے ہو

یعنی تو ہمیں ڈرا کے نہ بھگا بلکہ ہم تو خود ہی جانے کے لیے تیار ہیں۔ تو ہم تو پہلے ہی تیار ہیں۔ تو آپ اس کے ساتھ صلح رکھو، تقدیر کو تسلیم کرو اور تدبیر کرتے جاؤ اور اپنے آپ کو اس کے حوالے کرو۔ وہ کہتے ہیں ناں کہ Trust God and keep your powder dry.
یعنی خدا پر بھروسہ رکھو اور اپنی توپ کا بارود خشک رکھنا ایسا نہ ہو کہ بارود ہی نہ چلے۔ تو بارود خشک رکھو، تیاریاں پوری کرو، باقی اللہ پر چھوڑ دو کہ اللہ کیا کرتا ہے، اس کو کرنے دو۔ تو یہ ہے تقدیر اور مقدر۔ جس طرح آپ برحق ہیں اسی طرح مقدر برحق ہے۔ آپ کسی کا مقدر ہیں اور کوئی آپ کا مقدر ہے ——— ایک بندہ ہاتھ دکھا رہا تھا تو وہ کہتا ہے کہ تیرا مقدر ٹھیک نہیں ہے۔ پاس ہی ایک بندہ بیٹھا تھا، وہ کہتا ہے کہ اس کا ٹھیک ہونا میری زبان میں ہے، میں کہوں گا تو ٹھیک ہو جائے گا۔ تو انسان کا آدھا مقدر لوگوں کی زبان میں ہوتا ہے، دعا دینے والے کی زبان میں ہوتا ہے، مثلاً" آپ بیمار ہوں اور دعا اس نے دی تو آپ ٹھیک ہو گئے۔ تو آپ کے مقدر کا بہت سارا حصہ جو ہے وہ کہاں ہوتا ہے؟ لوگوں کی زبان پر ہوتا ہے۔ تو لوگوں کی زبان بڑی شے ہے۔ مثلاً" کوئی ایک لفظ کہے اور آپ پریشان ہو جائیں گے۔ تو آپ کا مقدر ایک آدمی ہے اور اس کی زبان میں ہے، ماں زندہ ہو تو ماں، پھر باپ، استاد، پیر و مرشد، گرو! جس سے آپ کا رابطہ ہو اس کی دعا کارگر ہے۔ تو دعا کیا ہے؟ یہ تیرا مقدر ہے، وہ کہتے ہیں ناں کہ نگاہِ مردِ مومن سے تقدیر

بدل جاتی ہے' تو نگاہِ مردِ مومن ہی تقدیر ہے' لیکن مومن تقدیر کو بدلتا نہیں ہے بلکہ کرتا یہ ہے کہ جو مخفی ہوتا ہے اسے ظاہر کر دیتا ہے۔ تو مومن کیا کرتا ہے؟ مخفی کو ظاہر کرتا ہے۔ مومن کبھی اللہ کی رضا کے خلاف نہیں چلتا۔ مثلاً" مقدر میں لکھا ہوا تھا کہ یہ تو نیک بندہ ہے لیکن آج کل بدی میں ہے۔ مردِ مومن اسے کہتا ہے کہ آپ ادھر چلے جاؤ۔ اسے کہتے ہیں کہ اس کو مردِ مومن مل گیا تو بندہ ہی بدل گیا' مگر وہ تھا ہی دوسری لائن کا بندہ۔ جیسے کہتے ہیں کہ چور کو قطب بنایا گیا مگر وہ تھا قطب ہی' چور بن کر آیا تھا اور اس کی Destiny' اس کا مقدر قطب ہی کا تھا۔ بنانے والے نے اپنے ہی بنا کر رکھا تھا۔ وہ ادب کے مارے حاضر نہیں ہو سکتا تھا' تو اس نے کہا کہ چور بن کر ہی جاتے ہیں' تو یہ ادب کے قرینے ہیں۔ تو اس نے ایسے ہی آنا تھا اور قطب بنانے والے نے بنانا تھا تو بنا دیا۔ یہ ہے تقدیر۔ تقدیر بالکل آپ ہی کا نام ہے' آپ کا دوسرا نام ہے' آپ خود ہی کاتبِ تقدیر ہیں اور آپ خود ہی مقدر ہیں اور آپ خود ہی پریشان ہوتے رہتے ہیں۔ تو آپ راضی رہیں' اپنے آپ سے صلح اور اپنے مالک سے صلح کے ساتھ رہیں یا آپ یہ کر کے دیکھیں کہ اس سے نکل کر دیکھیں۔ تب زمین و آسمان کا حصار آپ کے گرد ہے اور جب آپ نکل نہیں سکتے تو میرا خیال ہے کہ آپ سجدۂ رضا کریں۔ تو سجدۂ رضا کیا ہے؟ تسلیم و رضا کا سجدہ۔ آپ یہ کہیں کہ یا اللہ ہم راضی ہیں جیسے تو رکھتا ہے رکھ۔ بس پھر تقدیر آسان ہو جاتی ہے۔ جب مرنا تو ہے ہی تو بجائے اس کے کہ تقدیر کے ساتھ لڑائی کر کر کے مرو' اس سے بہتر یہ ہے کہ راضی ہو کر مرو۔ پھر موت نہیں آئے گی' ہرگز نہیں آئے گی'

پھر وہاں پر موت کا کیا کام۔ بس اس طریقے پر بہت ساری باتیں ہیں جو ہو سکتی ہیں اور کی جا سکتی ہیں۔

تقدیر بدل جائے تو حاصل بھی ہے تقدیر
آغاز کی پیشانی پر انجام رقم ہے

تو جو آپ نے آغاز کر دیا وہی انجام ہے۔ تو یہ عشق کی منزل ہے اس میں پہلا قدم ہی آخری قدم ہوتا ہے' منزل محبوب کا نام ہے' طالب کا تو نام ہی نہیں ہے' وہ تو خود عشق کی منزل طے کر رہا ہے۔

ہاں کیا کوئی اور سوال ہے؟ آپ لوگ پوچھا کریں۔ سارھے بولا کریں۔ ایک جگہ بحث ہو رہی تھی' ایک آدمی کا پوائنٹ دوسرا آدمی مانتا نہیں تھا' بڑی بحث ہو رہی تھی۔ اس آدمی نے کہا کہ چپ تو میں آپ کو کرا دوں گا۔ اس نے کہا کہ کیسے کرائے گا؟ اس نے دوسرے کی گردن پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ اب بول۔ کہتا ہے کہ میں آگے سے نہیں بول سکتا۔ اس لیے آپ بحث نہ کیا کریں بلکہ آپ لوگ سوال پوچھیں' کوئی تو سوال پوچھیں' اپنا سوال پوچھیں یا دوسروں کا سوال پوچھیں ——————

سوال :۔

صبر سے کیا مراد ہے؟

جواب :۔

آپ کا یہ سوال آپ کی کیفیت کا نہیں ہے' آپ پر وارد نہیں ہے بلکہ یہ سوال ڈکشنری والا ہے' لہٰذا جواب بھی ڈکشنری والا دیا جا سکتا ہے۔ ایک یہ کیفیت ہوتی ہے کہ سوال آپ کے اندر پیدا ہو رہا ہے'

محسوس ہو رہا ہے کہ میں یہ بات عرصہ دس سال سے سوچ رہا ہوں اور میرے اندر یہ واردات ہو گئی' اس کی مجھے سمجھ نہیں آ رہی ہے اور میں الجھ گیا ہوں' یہاں پر اس کا جواب ملے تو شاید میں آگے کا راستہ طے کر لوں۔ ایسا سوال فریش سوال ہوتا ہے اور واردات کا سوال ہوتا ہے ورنہ تو یہ Novelty of Language ہے' Language کا سوال ہے' زبانی کلامی بات ہے کہ صبر کیا ہے اور شکر کیا ہے؟ ہم ایک بات جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولنبلونکم بشی من الخوف والجوع ونقص من الاموال You are being warned آپ لوگوں کے لیے اطلاع ہے کہ آپ کو خوف کے ساتھ آزمایا جائے گا۔ تو خوف کیا ہے؟ کسی ناگہانی کے ہو جانے کا نام ہے کہ شاید مجھ سے وہ چھن نہ جائے جو کچھ میرے پاس ہے۔ تو خوف کا ایک معنی ہے دولت کا چھن جانا' سرمائے کے چھن جانے کا نام' لطف کے ضائع ہو جانے کا اور دوست کی صلح' ناراضگی میں بدلنے کا' یہ بھی خوف ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے کہ ہم تمہیں خوف سے آزمائیں گے اور بھوک سے آزمائیں گے۔ بھوک کیا ہے؟ کسی بات کی تمنا بھی بھوک ہے۔ آج کل کیا بھوک لگی ہوئی ہے؟ کہتا ہے کہ بندوں کی بھوک لگی ہوئی ہے۔ تو وہی بندہ محبت کرتا تھا۔ یہ بھی بھوک ہے۔ تو تمنا اور خواہش کی بھی بھوک ہوتی ہے۔ آدھی دنیا خواہش کے پیچھے بھاگ رہی ہے اور آدھی دنیا خوف سے بھاگ رہی ہے۔ آگے آگے لالچ ہے اور پیچھے پیچھے خوف ہے' بندہ بھاگتا ہی جا رہا ہے کہ کہیں ٹائم ختم نہ ہو جائے۔ اس کے پیچھے مصیبت لگی ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں خوف سے آزماؤں گا' بھوک سے آزماؤں گا۔ نقص من

الاموال۔ تمہارے مال میں نقص ہو جائے گا۔ آپ جس چیز کو مال سمجھتے ہیں اس میں نقص ہو سکتا ہے۔ آپ کا سرمایہ اور آپ کی Possession یعنی آپ کے حاصل میں نقص ہو سکتا ہے۔ تو یہ Possession کیا ہے؟ حاصل وہ ہے جس پر قبضہ ہے' وہ آپ کی عزت بھی ہو سکتی ہے' تو وہ جاتے جاتے گم ہو جاتی ہے۔ تو اس طرح بھی آزمائیں گے۔ اور کس طرح آزمائیں گے؟ والانفس اور زندگی موت میں داخل ہو جائے گی۔ والثمرات پھلوں کے نقصان سے آزمائیں گے۔ محنت کا پھل' محنت کی کمائی ضائع ہو جائے گی۔ اس کی مثال یہ دی گئی ہے کہ اس بڑھیا کی طرح نہ ہو جانا جس نے ساری عمر سوت کاتا اور آخر میں الجھا دیا۔ تو یہ کیا ہوا؟ ثمرات ضائع ہو گئے' محنت ضائع ہو گئی' اس نے محنت سے سوت بنایا تھا جو آخر میں الجھ گیا۔ آپ ایک کہانی سن لو۔ ایک تھا سادھو مہاراج' اس نے اپنے چیلے کو حکم دیا کہ بوٹیوں سے رس نکال کر لاؤ۔ یہ بوٹیوں کا رس بڑی قیمتی چیز ہے' کبھی کبھی ایک قطرہ حاصل ہوتا ہے۔ وہ رس اکٹھا کرتا رہا' کرتا رہا اور اس کو بوتل میں ڈالتا رہا۔ اسے کہتے ہیں "جواہر العقاقیر"۔ تو اس نے بوٹیوں کا رس نچوڑا اور زمانہ بیت گیا۔ بوتل بھر گئی۔ وہ چلتا آ رہا تھا کہ گرو کو دکھاؤں گا کہ اس کو ٹھوکر لگی' وہ گر گیا اور شیشی ٹوٹ گئی۔ وہ چیخا' چلایا کہ گرو مہاراج مارے گئے' برباد ہو گئے اب میں اس حال میں نہیں کہ رس اکٹھا کر سکوں' نہ وہ جوانی رہ گئی ہے نہ بینائی رہ گئی ہے' نہ میرے پاس کوئی خواہش رہ گئی ہے نہ پہچان رہ گئی ہے' میری محنت برباد ہو گئی' سارا ثمر برباد ہو گیا۔ اس کی باتوں پہ گرو ہنس رہا تھا۔ چیلا کہتا ہے کہ گرو مہاراج میں برباد ہو گیا ہوں' یہ شیشی ٹوٹ

گئی ہے' تو گرو یہ بات سن کر اور ہنسا' بہت زور سے ہنسا۔ چیلے نے کہا کہ مہاراج تو اچھا گرو ہے کہ میں رو رہا ہوں اور آپ ہنس رہے ہو۔ تو گرو کہتا ہے کہ تو سمجھتا ہے کہ تیری چیز ضائع ہو گئی لیکن جو میں نے چاہا وہ مجھے مل گیا۔ کہتا ہے کہ آپ نے کیا چاہا تھا؟ کہتا ہے کہ میں نے تیرے آنسو چاہے تھے۔ کہتا ہے کہ اس سے کیا ہو گا؟ کہتا ہے کہ اس سے ہی تو بوٹیوں میں رس پیدا ہوتا ہے ——— تو یہ سمجھنے کی بات ہے کہ کون سا ثمرہ ضائع ہوتا ہے اور کون سا ثمرہ حاصل ہوتا ہے۔ وبشر الصابرین تو یہاں پر یہ بتایا گیا ہے کہ صابر لوگ کون ہیں؟ جو ان آزمائشوں کے بعد یہ کہیں کہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہ ہم اللہ کے پاس سے آئے ہیں اور اللہ کے پاس جانا ہے۔ تو حاصل کیا اور محرومی کیا' تو لینا کیا اور دینا کیا' ہمارا کیا اور تیرا کیا' سب کچھ ہی اللہ کا ہے۔ تو یہ صابر ہیں اور ان کو صابر کہو' صابر ان کو اس لیے کہو کہ آپ کی خواہش اور اللہ کی رضا میں تھوڑا بہت فاصلہ ہوتا ہے' یعنی آپ کی خواہش اور اللہ کے حکم میں جب فرق رہ جاتا ہے تو اس کے لیے صبر کا مقام کام آتا ہے۔ تب آپ کہتے ہیں کہ اللہ مالک ——— تو یہ صبر کا مقام ہے۔ درویشوں نے ایک اور بات بیان کر دی' انہوں نے کہا کہ جو مقامِ صبر ہے وہی مقامِ شکر ہے' تو جس مقام میں عام آدمی صبر کرتا ہے وہاں پر درویش شکر کرتا ہے ——— اگر کوئی اسے کہے کہ وہ فوت ہو گیا وہ کہتا ہے کہ الحمد للہ' کہتا ہے کہ وہ مر گئے تو وہ کہتا ہے الحمد للہ۔ اس نے پوچھا یہ کیا؟ تو وہ بولا انہیں کون لے گیا؟ اللہ لے گیا۔ تو پھر ٹھیک ہی ہے۔ تو درویشوں نے مقامِ صبر کو مقامِ شکر بنا دیا اور یہ بڑا راز ہے۔ تو گویا کہ درویش کے لیے صبر اور شکر

ایک ہی مقام کا نام ہے' اس مقام پر وہ صبر نہیں کرتا بلکہ وہ شکر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں جس کو غم دیتا ہوں یا تکلیف دیتا ہوں اس کی وسعتوں کے مطابق دیتا ہوں لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا تو درویش کہتا ہے کہ تو نے مجھے وسیع مانا یا وسیع بنایا اور یہ غم دیا تو اچھا' یہ قبول ہے۔ تو اس وسعت والے نے اس پر صبر نہیں کیا بلکہ شکر کیا۔ عام طور پر درویشوں نے جیل میں شکر کیا' شہادت پر شکر کیا' اذیت پر شکر کیا' رونے پر شکر کیا اور مصیبت کے واقعات پر شکر کیا۔ دیکھنے والے جو مرضی کرتے جائیں۔ یہ سب کیا ہے؟ یہ درجات کی بلندی ہے' اللہ کے ہاں درجات کی بلندی تکالیف چاہتی ہے۔ گویا کہ صبر ایک ہی مقام ہے اور شکر ایک ہی مقام ہے اور دونوں مقام جو ہیں یہ قربِ الٰہی کے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان اللہ مع الصابرین کہ میں صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں۔ آپ نے کسی کی موت پر صبر کیا' یہ گیا' وہ گیا اور وہ بھی گیا مگر آپ راضی رہے' اب آپ کے ساتھ کیا کیا جائے؟ تو اللہ نے کہا کہ اب تم بھی میرے پاس آ جاؤ۔ کسی نے کہا کہ سب سرمایہ فقیر کا لٹ گیا تو اللہ نے کہا اگر فقیر کا سارا سرمایہ لٹ گیا تو پھر فقیر کے پاس ہم جو ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس طرح کرتا رہتا ہے' کسی کو دار پر بلا لیا' کسی کو شہید کرا دیا مگر وہ پریشان نہ ہوئے کیونکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ خود آ کر بیٹھ گیا۔ تو اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے ساتھ ہے جس نے صبر کیا' شکر کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور اس جیسا کوئی انعام نہیں ہے۔ تو یہ تکلیف جو ہے یہ بڑا راز ہوتا ہے' اذیت' راز ہوتا ہے' غم' راز ہوتا ہے' چیز کا چھن جانا راز ہوتا ہے' ابتلاء راز ہوتا ہے' لیکن یہ عام آدمی کے لیے سزا ہوتی

ہے۔ مثلاً" غریبی ایک مقام ہے اور آپؐ نے فرمایا کہ غریب میرے قریب ہے۔ پھر ایک اور جگہ سرکار دو عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ کاد الفقر ان یکون کفرا" ممکن ہے کہ غریبی تجھے کافر بنا دے۔ اگر غریبی آپ کو راضی رکھتی ہے تو آپ اللہ کے حبیب پاکؐ کے قریب ہیں۔ میں یہ نسخہ بتا رہا ہوں کہ اگر غریبی تجھے راضی رکھتی ہے تو تم حضور پاکؐ کے قریب ہو۔ اگر غریبی تجھے بغاوت پر آمادہ کرتی ہے تو جہنم۔ لوگ اس طرح گلہ کرتے رہتے ہیں کہ دیکھو وہ پیسہ لے کر کیا کیا کر رہے ہیں اور کیا ہماری زندگی ہے ——— یعنی اگر غریبی گلہ کرتی ہے تو پھر یہ آپ کے لیے کفر ہے اور آپ کا ایمان چلا گیا۔ اللہ تمہیں بھی دے لیکن اللہ کی اجازت اور حکم اس کا اپنا ہے' جس کو دے یا نہ دے' بس یہ اس کی مرضی ہے۔ یہاں تمہاری مرضی نہیں چلے گی کہ " یا اللہ تعالیٰ میں نے محنت کی اور مجھے دس روپے ملے جب کہ اس نے محنت نہیں کی ہے لیکن اس کو بے شمار ملا ہے"۔ یہ سب اللہ کی مرضی ہے کہ کسی کو رنگ پکا دے دیا اور کسی کو رنگ کچا دے دیا۔ یہ اللہ کے کام ہیں کہ کس کو کیا رنگ محبوب ہو گیا۔ تو کسی کو محبوب بنا دیا اور کسی کو محب بنا دیا' کسی کو کچھ بنا دیا کسی کو کچھ بنا دیا' چڑیا گانا گاتی ہے' مور کو مور کا مقدر ملا اور کوے کو کوے کا مقدر ملا۔ اگر آپ کہو کہ سب کو مور کے پر لگ جائیں تو یہ تو آپ نے گلے کی بات کی ہے۔ اس کو وہ مقدر ملنا ہے جو ملنا ہے۔ بس آپ نے اپنے مقدر پر راضی رہنا ہے اور یہ بات میں نے بارہا بتائی ہے اور لکھ کر بھی بتائی ہے کہ خوش نصیب وہ ہوتا ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔ آپ اس لیے اچھے ہیں کہ آپ یہ ہیں' آپ آپ ہیں' تو

آپ اپنے آپ پر راضی رہو۔ تو جو اپنے آپ پر راضی رہا وہ زندگی پر راضی رہا' جو زندگی پر راضی رہا وہ زندگی بنانے والے پر راضی رہا' تو جو زندگی بنانے والے پر راضی رہا اس پر اللہ راضی رہا بلکہ راضی ہے! تو گویا کہ اپنے آپ پر راضی رہو' اللہ آپ پر راضی رہے گا۔ اور یہ آسان سی بات ہے کہ آپ صبر کرو' شکر کرو' راضی رہو تو کیا ملے گا؟ وہ آپ ہی آ کر ملے گا' تو ہے پیا ملیں گے ــــــــ

ہاں کوئی اور بات کریں۔ آپ لوگ اونچا سنتے ہیں اور نیچا بولتے ہیں اور یہ انسان کی بڑی شان ہے کہ اونچا سنتے ہیں اور آہستہ بولتے ہیں۔ آپ زیادہ مت بولا کریں۔ تو حصے عافیت کے خاموشی میں ہیں اور عام طور پر زیادہ بولنے کا عادی مجبور ہوتا ہے کہ وہ سچ کے ساتھ جھوٹ کو ملا کے بولے۔ وہ کہتا ہے کہ جی کیا کریں جب بولنا ہی تھا تو پھر ایسا ہو ہی جاتا ہے۔ تو اللہ نے انسان کو بولنے والا بنایا یعنی ناطق اور یہ بڑی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔ کوئی آدمی کسی کے مقام کو اس لیے نہیں سمجھتا کہ یہ لائف جو ہے Dynamic لائف ہے' تیز رفتار ہے' زندگی چل رہی ہے۔ تو آپ جو آج سمجھ نہیں رہے تو جب سمجھنے کے بعد تبدیلی آتی ہے اس کو کون سمجھے گا۔ اس لیے انسانوں کا فیصلہ ان کے خاتمے پر ہونا چاہیے۔ تو آپ کسی گناہگار کو گناہگار نہ کہو کیونکہ جب تک توبہ کا دروازہ کھلا ہے کیا پتہ کیا سے کیا ہو جائے۔ فرمایا گیا ہے کہ عین ممکن ہے کہ انسان اور بہشت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے اور آدمی دوزخ میں جا گرے اور عین ممکن ہے کہ انسان اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ ہو اور وہ آدمی بہشت میں چلا جائے۔ تو یہ اللہ

کی شانیں ہیں کہ کس آدمی کو کب' کہاں اور کدھر لے جائے۔ تو پھر آپ ٹھنڈے دل سے اور خاموشی کے ساتھ اللہ کی مہربانی پر صبر و شکر کے ساتھ چلتے رہو' دھیرے دھیرے' قدم بہ قدم۔ اور کسی بات پر ناز نہ کرنا کیونکہ ناز کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا مقام تھوڑا سا کم ہو گیا یعنی مقام ضائع ہو گیا۔ یہ نہ کہنا کہ بس ہم تو چل رہے ہیں اس میں مقام کیسا۔ یہ ایسا مقام ہے کہ منزل ہی مقام پر ملتی ہے۔ یہ بالکل ایسا مقام ہے کہ ؎

منزل پہ جب سے آیا ہوں منزل سفر میں ہے

یہ ایسا مقام ہوتا ہے کہ کبھی آپ یہ خیال نہ کرنا کہ آپ نے پا لیا' بس انسان چلتا رہتا ہے کیونکہ یہ لا محدود کا سفر ہے' محدود کیسے ہو گا۔ تو آپ نے پانا کچھ نہیں ہے' بس چلنا ہے۔ اقبالؒ کا شعر ہے کہ ؎

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں ہے

تو ہر اِک مقام کے آگے ایک مقام ہے' ہر منزل کے بعد ایک اور منزل ہے ------

سوال :۔

کیا آخری منزل کوئی نہیں ہے؟

جواب :۔

ایک آخری منزل ہے اور وہ آخری بلند انسانؐ کے قدموں تک پہنچنا۔ یہ آخری منزل ہے۔ جس کا کلمہ آپ لوگ پڑھتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپؐ کے قدموں تک پہنچنا آخری منزل

ہے' اس سے آگے کوئی منزل نہیں ہے اور اس سے پہلے بھی کوئی منزل نہیں ہے' تو یہ منزل آخری بھی ہے اور پہلی بھی ہے۔ جب آپ درود شریف پڑھ رہے ہوں تو آپ دیکھ کر پڑھ رہے ہوں' تو یہ آخری منزل ہے' زبانی اور غائبانہ درود نہیں پڑھنا ہے بلکہ درود دیکھ کر پڑھنا ہے' اجازت کے ساتھ پڑھو۔ یہ آخری منزل ہے کہ ساقی کی نظر سے اپنی نظر ملے یا نہ ملے لیکن پاؤں پر سر تو ہو۔ یہ آخری منزل ہے۔

تیرے نقش پا کی تلاش تھی جو جھکا رہا میں نماز میں

اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ۔

تیرے قریب ہوئے جب سے اشک بار ہوئے
ہزار بار کہاں • صد ہزار بار ہوئے
ملا نہ ہم کو اگر سنگِ آستاں کا نشاں
برنگِ موج اٹھے راہ کا غبار ہوئے

تو یہ وہ مقام ہے جو آخری منزل کا ہے۔ انسان محو ہو جاتا ہے اور اس پر ایسا مقام آ جاتا ہے کہ۔

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں
محو کھڑا ہوا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں

یہ آخری مقام ہے' اور وہاں سوال ختم ہو جاتا ہے اور سر جھک جاتا ہے اور یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں ممکن ہے' اور کہیں بھی نہیں ہے۔ تو آپ سب کو بات سمجھ آگئی ہوگی کہ یہ آخری منزل ہے۔

سوال :۔

کیا انسانوں کے درمیان انصاف کرنا ضروری ہے؟

جواب :۔

انسانوں کے ساتھ سلوک میں یہ سوال آتا ہے کہ انسانوں کے ساتھ سلوک کیا ہونا چاہیے۔ یہ Mathematical ' حساب کا سوال ہے اور اس کا Mathematical جواب یہ ہے کہ انصاف کرو انصاف لو اور رحم کرو رحم لو۔ انسانوں کے ساتھ رحم کرو گے تو پھر مالک آپ کے ساتھ رحم کرے گا۔ لوگوں کے ساتھ انصاف کرو گے تو تیرے ساتھ انصاف ہو گا۔ تو آپ کے لیے مشورہ یہ ہے کہ انصاف سے بچو۔ یا اللہ انصاف سے بچا! یا اللہ رحم کر! مجھے ہائی کورٹ کا ایک جج مل گیا' اس سے باتیں ہوتی رہیں' میں نے کہا کہ آپ اتنے بڑے قانون دان ہیں' کوئی بات کریں تو وہ بولا کہ مجھے درویشی چاہیے۔ میں نے کہا کہ آپ فیصلے کیسے کرتے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ جو کوئی فیصلہ نہ ہو رہا ہو تو میں رجوع الی اللہ کرتا ہوں اور ہم دین کے مطابق چلتے ہیں۔ ہم نے اسے کہا کہ ایک بات بتاؤ آپ فیصلہ دین کے مطابق کرتے ہو اور دین میں اگر کوئی مجرم' گناہگار توبہ کرے تو معاف کر دیا جاتا ہے اور آپ کے پاس معاف کرنے کی گنجائش ہی کوئی نہیں ہے۔ کہتا ہے کہ بات تو کوئی نہیں ہے۔ تو پھر ہم نے کہا کہ یہاں سے ہی آپ کا کام نہیں چلتا کہ آپ کے پاس کوئی ایسا اختیار نہیں ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ انصاف نہ کرنا' رحم کرنا' فضل مانگنا جیسے ۔

عدل کریں تے تھر تھر کمبن اچیاں شاناں والے
فضل کریں تے بخشے جاون میرے جیے منہ کالے

انصاف کرنے والا بندہ بے کیف ہوتا ہے' Ready Reckoner ہوتا ہے' اس کو کیفیت نہیں ہوتی۔ اور ایک آدمی کہتا ہے کہ سفارش کی

ضرورت نہیں ہے بلکہ مجھے تو حکم چاہیے اور میرے پیر کی چٹھی آئی ہے اور یہی تو میرے لیے حکم ہے۔ اور دوسرے کی سفارش رہ گئی اور وہ اس طرح ہم سے آگے نکل گئے۔ اس لیے آپ اس طرح کے انصاف سے بچو۔ انسان محبت ہے اور آپ محبت میں اسے بخش دو۔ ان ساری باتوں پر آپ غور کرو تو پھر آپ کو سمجھ آ جائے گی۔ اللہ کا فرمان ہے کہ میں رائی رائی کا حساب لوں گا فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ رائی رائی کا حساب لوں گا اور ایک ذرہ بھی اِدھر سے اُدھر نہیں ہونے دوں گا۔ اور پھر کہتا ہے وترزق من تشاء بغیر حساب اور جس کو چاہیں ہم بے حساب دیں۔ پھر ایک اور جگہ کہتا ہے کہ ہم نے پھر ان کے گناہ بخش دیے۔ ویغفر الذنوب جمیعا اور پھر وہ گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔ اور وہ کہتا ہے کہ میں جو چاہوں کروں، اسی کا نام اللہ ہے۔ آپ اگر اللہ کو ڈسپلن میں لائیں گے تو پریشان ہو جائیں گے۔ لہٰذا والکاظمین الغیظ کا مطلب ہی یہی ہے کہ غصہ پی جاؤ۔ ایک اور جگہ پر اللہ کا ارشاد ہے کہ میری رحمت میرے غضب سے زیادہ وسیع ہے۔ سبقت رحمتی علی غضبی یعنی میری رحمت جو ہے میرے غضب سے وسیع ہے۔ اگر رحمت غضب سے زیادہ ہے تو انسان کے لیے رحمت کا استعمال ہو گا۔ اب میں آپ لوگوں سے سوال کر رہا ہوں کہ اگر رحمت انسانوں کو ان کے اعمال کی عبرت سے نہیں بچاتی تو پھر رحمت کیا ہے؟ تو پھر اگر وہ رحمت آپ کو آپ کے اعمال کی عبرت سے نہیں بچاتی تو پھر رحمت کیا ہے! اگر انصاف ہوتا ہے تو پھر توبہ کیا ہے؟ اگر انصاف ہے تو کلمہ کیا ہے؟ ستر سال کا کافر کلمہ پڑھ

کر مسلمان ہو گیا تو پھر یہ کیا ہے؟ توبہ کر لی اور پھر آدمی بخشا گیا تو پھر یہ کیا ہے؟ اور پھر میں نے اگر معاف کر دیا تو یہ کیا ہے؟ تو آپ سارا انصاف نہ کرنا۔ اور آپ اگر انصاف کا معاملہ لیے بیٹھے ہیں تو انصاف یہ ہونا چاہیے کہ پیغمبروں کے لیے انتخاب ہو' ایک جمہوری انتخاب ہونا چاہیے اور اس سے پیغمبر چنا جائے۔ یہ انصاف ہے۔ اور فضل کیا ہے؟ کہ اللہ نے پیغمبر بنا دیا اور پیغمبر کو بھیجا گیا کہ سارے کا سارا دین ظاہر کرے۔ اور یہ خود انصاف کے علاوہ ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ یہ جو آپؐ کے ساتھ ہے آپس میں "رحماء" ہیں اور کافروں کے لیے "اشداء" ہیں تو پھر یہ انصاف تو نہ ہوا۔ مگر یہی تو رحم ہے۔ تو رحم کیا ہوتا ہے؟ اللہ کی مرضی پر چلنا اور معاف کر دینا۔ اللہ کا فرمان ہے والکاظمین الغیظ والعا فین عن الناس واللہ یحب المحسنین وہ لوگ غصہ پی جاتے ہیں' لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ تو اس سے آگے احسان ہے اور احسان کیا ہے اگر انصاف ہے تو۔ اگر آپ انصاف مانگیں گے تو پھر انصاف ہی ملے گا' رحم مانگیں گے تو رحم ہی ملے گا' فضل مانگیں گے تو فضل ہی ملے گا اور محبت مانگیں گے تو محبت ہی ملے گی۔ تو آپ اللہ کو جیسا چاہیں گے ویسا پائیں گے۔ اگر حجت کرو گے اور بحث کرو گے تو ساری عمر برباد ہو جائے گی۔ اللہ نے دماغ کو پیدا کیا ہے اور آپ اللہ سے دماغ لڑاتے ہیں۔ لہٰذا اللہ سے کوئی شے لینے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ سجدہ کر اور راضی رہ۔ واسجد واقترب سجدہ کرو قریب ہو جاؤ۔ تو سجدہ کرتا جا اور قریب ہوتا جا' سجدہ کرتا جا اور قریب ہوتا جا' اور قریب ہو جا۔ تو نماز یہیں سے بچائے گی۔ اور آپ

درود شریف پڑھا کریں' اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہو جائے گی۔ اور خیرات دیا کرو' صدقہ دیا کرو' یہ بے شمار بلاؤں کو ٹالتا ہے۔ اور جب قربت چاہیے تو سجدہ کر لو۔ ایک سجدہ ہے وضو کر کے اور ایک سجدہ والہانہ ہے کہ فوراً" سجدہ اور بندہ اللہ کے قریب۔ تو اللہ کا قرب جو ہے وہ سجدے میں ہے۔ سجدہ نصیب ہو جائے تو فضل ہی فضل ہے' رحم ہی رحم ہے۔ آپ میری بات سن رہے ہیں؟ اب اس کو آپ سمجھ لیں۔ بات یہ ہے کہ مدت سے قانون چلا آ رہا ہے کہ جہاں برائی پیدا ہو جائے وہاں عذاب آتا ہے' پرانی امتوں میں ایک آواز آئی اور برباد ہو گئیں' ایک منظر آیا' برباد' رعد' برق چمکی' کہیں کوئی ہنگامہ' کہیں کوئی اور ہنگامہ اور کہیں پر جبرائیلؑ آ گئے۔ عرب کا معاشرہ اسلام سے قبل تمام قابل ذکر برائیاں رکھتا تھا اور یہ بات آپ کتابوں میں خود ہی لکھتے ہو' کئی برائیاں تھیں' کہیں پینے پلانے پہ جھگڑا' چھوٹی چھوٹی بات پہ جھگڑا' مثلاً" اونٹ پر جھگڑا نسل در نسل چل رہا تھا اور کہتے ہیں کہ بیٹیوں کو زندہ زمین میں دفن کر دیتے تھے۔ اللہ فرماتا ہے کہ واذالمؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت اور نومولود بچی پوچھے گی کہ اس کا کیا قصور ہے کہ آپ نے اس کو مار دیا۔ تو وہ معاشرہ عذاب کے قابل تھا۔ اللہ نے کہا کہ اس طرح تو یہ انصاف ہو جائے گا' پھر رحم کب آئے گا' تو اللہ نے کہا کہ ان پر رحم کر دو بلکہ رحمت اللعالمینؐ ہی بھیج دو۔ وہ معاشرہ سب سے بڑا گناہگار ہے اور سب سے بڑے عذاب کے قابل ہے اور وہاں ہی سب سے بڑا رحم بھیج دیا گیا۔ یہ اللہ کی شانیں ہیں اور آپ انصاف کرتے جا رہے ہیں۔ میرے ساتھ آپ وعدہ کریں کہ انصاف نہیں کریں گے بلکہ رحم کریں گے اور کسی

سے انصاف مانگیں گے بھی نہیں‘ رحم مانگیں گے‘ فضل مانگیں گے۔ اللہ سب پر فضل ہی کرتا جائے۔ چلو سب کے لیے دعا کرو کہ اللہ فضل فرمائے‘ آسانی دے اور سب کو خوش رکھے۔ اب آپ سوال کرو

سوال :۔

سر! تنہائی انسان کی اپنی کوئی کیفیت ہے یا باہر سے اس کے کوئی محرکات ہیں؟

جواب :۔

تنہائی باہر سے آتی ہے یا اندر سے آتی ہے‘ یہ ہر صورت میں آپ کی اپنی ہے اور اندر کی تنہائی کو دور کرنے کے لیے کسی نے آنا نہیں ہے۔ تنہائی خیال کا نام ہے۔ اگر آپ کسی کو قبول نہ کریں تو تنہائی ہی تنہائی ہے۔ اور یہ کہ دور رہنے والے کو اجنبی نہیں کہتے اور مسکرا کر ملنے کو دوست نہیں کہتے۔ تنہائی خیال کا نام ہے اور اگر خیال میں کوئی اور اجمال شامل ہو جائیں تو تنہائی ختم ہو گئی۔ تو تنہائی Participation ہے‘ شرکت ہے اور وہ بھی کسی بندے کی یا خدا کی۔ بزرگ کہتے ہیں کہ یہ جو میلہ ہے‘ ہجوم ہے‘ اس میلے میں ہر انسان اکیلا ہے جب تک کوئی آپ کا شریک نہ ہو‘ جب تک کوئی ساتھی نہ ہو‘ جب تک کوئی آپ کے خیال پر سوار نہ ہو‘ ورنہ انسان تنہا ہی تنہا ہے۔ اور یہ جو تنہائی ہے یہ اپنا ہی نام ہے اور تنہائی کا علاج کسی سے مانگنا نہیں ہے بلکہ آپ نے کسی کی تنہائی دور کرنی ہے۔ تنہائی کا علاج نہیں کرنا کہ کسی کو فون کرو کہ

آپ آ جاؤ کیونکہ اگر وہ آ گیا تو بھی آپ کی تنہائی دور نہیں ہو گی۔ تو تنہائی کیا ہے؟ یہ کہ کسی کی تنہائی دور کرو۔ تنہائی جسم کا نام نہیں ہے' تنہائی روح کی تنہائی ہے' Wilderness ہے' روح کی ویرانی ہے' آپ نے اسلام کو بالکل سمجھا نہیں ہے' اسلام یہاں کھڑا ہے جہاں ہم کھڑے ہیں یعنی سفر کے دوران' اور اس کا جو محرک جذبہ ہے وہ چودہ سو سال پہلے کا ہے۔ تو پھر تنہائی کدھر سے آئے گی' تنہائی کہاں سے آئے گی' اس نے تو تنہائی کے اندر پہلے ہی محفل لگائی ہوئی ہے کیونکہ کلمہ آپ وہاں سے لے رہے ہیں اور بیٹھے یہاں پر ہیں۔ تو تنہائی تو ہے ہی نہیں۔ یہاں کا اس دنیا کا ماحول تنہا رہے گا اور دل کا ماحول کبھی تنہا نہیں ہو گا' جس دل میں اللہ کی یاد ہے' اللہ کے محبوب پاکؐ کی یاد ہے' قرآن کریم کی یاد ہے اور اس آدمی کی یادداشت خراب ہو گئی جس کو مری ہوئی ماں یاد نہ آئی۔ تو روح کی ویرانی کب آتی ہے؟ یادوں کا ختم ہو جانا تنہائی ہے اور یہ باہر سے نہیں آتی اندر سے آتی ہے۔ جب آپ دل کے کٹھور ہو جائیں تو تنہائی آ جاتی ہے' "کٹھور" ہندی کا لفظ ہے اس کا مطلب ہے "سخت"۔ جب آپ دل کے سخت ہو جاؤ' جب آپ مطلب پرست ہو جاؤ تو تنہائی آ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تم میری یاد سے غافل ہو جاؤ گے تو پھر عذاب کی شکل کا نام تنہائی ہے۔ تو یہ راز ہے۔ اللہ نے اور بھی کہا ہے کہ میری یاد سے غافل ہو گئے تو سکون نہیں ملے گا' تو سکون نہ ہو تو تنہائی ہوتی ہے۔ تو اللہ نے کہا ہے کہ نہیں پاؤ گے سکون مگر اللہ کی یاد میں۔ تو اللہ کی یاد میں سکون پانے کا مطلب کیا ہے؟ کہ تنہائی ختم ہو جائے گی۔ تو تنہائی جو ہے یہ آپ کی روح کی ویرانی کا نام

ہے اور یہ باہر سے نہیں آتی بلکہ اندر سے زنگ لگتا ہے' پھر پارٹنر شپ ختم ہو گئی' کسی کے شریک ہونے کا غم ختم ہو گیا' جذبہ ختم ہو گیا یعنی نہ کسی کو شریک پاؤ اور نہ کسی کے ساتھ شریک رہو تو یہ تنہائی ہے اور یہ باہر سے نہیں آتی بلکہ اندر سے آتی ہے۔ آپ جا کر کسی محفل میں بیٹھ جائیں اور جب آپ نے کسی سے بات ہی نہیں کرنی تو پھر خود بخود تنہائی آئے گی۔ اور اگر کوئی کسی کو یاد کر رہا ہے کہ کسی کا خط آیا ہے اور اس نے خط میں لکھا ہے کہ آپ نے میرے خط کا جواب نہیں دیا اور ہے بھی پیار بھرا خط' کہاں سے اس نے لکھا اور کہاں پر بیٹھ کر اس نے لکھا' آپ کو یاد کر رہا ہے تو ایسے میں تنہائی نہیں ہو گی۔ تو گویا کہ دل میں یاد نہ ہو تو تنہائی ہے اور اگر دل آباد ہو تو تنہائی نہیں ہے' تو دل کی آبادی جو ہے یہ تنہائی کا علاج ہے اور اگر دل ویران ہو جائے تو تنہائی ہو گی۔ اور دل ویران نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس کا ہمیں افسوس ہو گا کہ ساری عمر گزر گئی اور آپ روحانیت کا علم حاصل کرتے رہے مگر دل میں تنہائی ہے تو تنہائی کیا ہے؟ یہ دل کی ویرانی ہے۔ اور تنہائی کب نہیں ہے؟ جب دل کی آبادی ہو۔ تنہائی نہ باہر سے آتی ہے اور نہ اندر سے آتی ہے بلکہ یہ بدقسمتی سے آتی ہے۔ تو تنہائی کب آتی ہے؟ بدقسمتی سے آتی ہے اور یہ اس وقت آتی ہے جب یاد کم ہو جائے۔ صحرا کے جاننے والے جانتے ہیں مثلاً "تھل کا علاقہ ہو' کہ ریگستان کی رات ہو اور بندہ اکیلا ہو' بس اس سے زیادہ کوئی تنہائی نہیں ہے' تو یہ "کلے" کی رات ہے' بس اس سے بڑی رات کوئی نہیں ہے جہاں انسان کو اس کی اپنی آواز بھی ڈرا دیتی ہے۔ اور ایسے ہوتا ہے! فقراء کہتے ہیں کہ قبر میں بھی

تنہائی نہیں ہوتی' رونقیں' میلے' سارے بزرگ وہاں آتے ہیں' وہاں سب تیار ہیں۔ ہم ان کو یاد نہیں کرتے بلکہ کمال کی بات ہے جو آپ کو سمجھ نہیں آ رہی' آدھی زندگی میں آپ کے مانوس' آپ کے پاس رہنے والے چہرے' آپ کے محبوب رہنے والے چہرے سب وہاں رہتے ہیں۔ آپ کے ابا حضور بھی چلے گئے' پیر صاحب بھی چلے گئے' پرانے کلاس فیلو اور دوست بھی چلے گئے۔

غم دوستوں کے فوت کا اور ان کی جواناں موت کا
یہ دیکھ شیشے میں مرے ان حسرتوں کا خون ہے •

تو جو آرزوئیں تھیں' اب یہ سارے لوگ وہاں ہیں' جنہیں آپ یاد کرتے ہیں وہ سارے وہاں چلے گئے۔ تو آپ کے دوست' بزرگ' درویش' پیر اور فقیر سب ادھر چلے گئے' میرا خیال ہے میلہ ادھر زیادہ لگ گیا ہے۔ تو میلہ تو وہاں ہے اور میرا خیال ہے کہ اب میلے میں چلو۔ یا تو آپ کا محبوب کوئی نہ ہو یا پھر طویل زندگی نہ ہو کیونکہ محبوب کے بغیر طویل زندگی عذاب ہے۔ تو محبوب کسی انسان کا نام ہوتا ہے۔ نہ مقصد سے محبت' نہ نظریے سے محبت' نہ قوم سے محبت' نہ وطن سے محبت' نہ اِدھر سے محبت' نہ اُدھر سے محبت' صرف اور صرف بندے سے محبت اور بندوں میں سب سے بڑے بندے سے محبت اور محبتوں کی انتہا محبت الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بس محبت یہ ہے۔ تو محبت کس سے ہونی چاہیے؟ اللہ کریم اور اللہ کے حبیب پاکؐ سے ہونی چاہیے۔ محبت انسان سے ہو اور اس کے لیے جنس کا ہونا ضروری ہے۔ یا تو اللہ تعالیٰ یہ بات جانتا نہ ہو' وہ تو جانتا ہے کہ یہ مجھ سے کس طرح محبت

کریں گے انہوں نے تو مجھے دیکھا نہیں ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میرے ساتھ محبت کرو' وہ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے' اس سے کیا محبت کریں گے' وہ اول بھی ہے آخر بھی ہے' اگر کوئی کہتا ہے کہ جو زندگی دیتا ہے وہ اللہ ہے اور مجھے اس سے بڑی محبت ہو گئی ہے تو اسے کہو کہ جو زندگی لے جاتا ہے وہ بھی تو اللہ ہے' تو پھر محبت کیا ہے؟ تو محبت اس وقت ہو گی جب اللہ تعالیٰ اپنا محبوب پاکؐ عطا فرمائے اور پھر ان سے آپ محبت کرو اور آپؐ کی زندگی سے محبت کرو اور آپؐ کے محبوبوں سے محبت کرو اور ان کے محبوبوں سے محبت کرو اور چلتے چلتے اپنے آپ سے محبت کرو اور پھر محبت والوں سے محبت کرو۔ تو زندگی یہ ہے کہ آپ محبت والوں سے محبت کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شریعت کے فتوے لگاتے رہیں کہ انصاف کرو' پھر کسی کو مارو اور اسے بتاؤ کہ قبر کا عذاب مرنے کے بعد کیا ہو گا' کتابوں میں کیا کچھ لکھا ہے۔ ایسی کتابوں کا نام یہ بنتا ہے کہ اگر اللہ معاف نہ کرے تو کیا ہو گا؟ اور اگر اللہ معاف کر دے تو پھر کیا ہو گا! تو کیا اللہ معاف نہیں کرتا؟ اگر اللہ چاہے تو کافروں کو معاف کر دے' کیا آپ اسے روک سکتے ہیں۔ جنت میں بھی یہ لوگ فساد مچائیں گے کہ یا اللہ وہ شخص جنت میں کیسے آیا ہے؟ اللہ کہے گا کہ تیرے پاس آیا ہے۔ تو وہ کہے گا کہ ہم ایسی جنت میں نہیں رہیں گے۔ تو اللہ نے کہنا ہے کہ تو دوزخ میں چلا جا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تو اس سے راضی ہوں لیکن انسان نے ناراض ہو جانا ہے۔ کوئی شخص جو کسی انسان کے ساتھ رنجش رکھتا ہے وہ برباد ہو گیا۔ جنت کس کو کہتے ہیں؟ کسی انسان کے ساتھ عناد نہ رکھنا ہی جنت ہے۔ ہر ایک پر راضی رہنا' وہ جو

چوری کر کے لے گیا ہے اس پر بھی راضی رہنا' جو مال لے گیا اس پر بھی راضی رہنا۔ آپ جس سے نفرت رکھتے ہیں' ہو سکتا ہے کہ وہ آدمی وہاں پر پہلے بیٹھا ہو' پھر تو آپ کی جنت رہ جائے گی۔ آپ نے اللہ کریم سے کہنا ہے کہ اس کو نکال تو اس نے اسے نکالنا نہیں ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ آپ راضی رہنے کی کیفیت میں آ جائیں' اور جنت اسی کیفیت کا نام ہے اور جھگڑے کا نام دوزخ ہے۔ جو لوگ گھروں میں جھگڑے کرتے ہیں وہ توبہ کریں۔ میں کہتا ہوں کہ نہ لڑا کرو تو پھر پتہ ہے کیا کرتے ہیں؟ نفرت کی لڑائی کرتے ہیں۔ اور نفرت' غصہ وغیرہ تو جنت والی کیفیت تو نہیں ہے۔ جنت کا معنی ہے معاف کرنا' معافی دینا ---------- تو اور بات پوچھو ----------

سوال :۔

کیا ہم اس دنیا میں جنت اور دوزخ کا نظارہ کر سکتے ہیں؟

جواب :۔

یہی جنت ہے جو حاصل ہو سکونِ خاطر
اور دوزخ یہی دنیا ہے جو آباد نہیں

اگر سکونِ خاطر ہے تو یہی جنت ہے اور اگر یہ بھی حاصل نہیں ہے تو پھر یہ دوزخ ہے۔ تو سکون لینے کا ذریعہ کیا ہے؟ کہ سکون دو۔ عام طور پر گھریلو زندگی میں جس آدمی سے آپ کو گلہ ہے تو آپ یہ بھی دیکھو کہ اس کی زندگی میں آپ نے کیا نیکیاں کی ہیں کیونکہ اس کو بھی آپ سے گلہ ہے' آپ کو گلہ ہے تو اس کو بھی گلہ ہے کہ میرے لیے آپ نے کیا کیا ہے۔ تو دنیا کے اندر سکون دو گے تو سکون ملے گا ورنہ سکون

نہیں ملے گا۔ یہ جنت کا طریقہ ہے۔ کیا طریقہ ہے؟ کہ اس کو سکون دو جس سے آپ کو سکون نہیں ملا اور معاف اسے کرو جس نے آپ کو معاف نہیں کیا' پھر دیکھو کہانی کیسے بنتی ہے' اگر آپ نے کہانی بنانی ہو تو' ورنہ تو پھر مشکل ہے۔ اب آپ اور سوال پوچھو------

سوال :۔

سر! وقت کیا ہے؟

جواب :۔

وقت یہ ہے کہ کوئی خوش نصیب بندہ آپ سے محبت کرے۔ وقت کے تین حصے میں نے پہلے بھی بتائے ہیں کہ ازل سے پہلے بھی وقت ہے' ازل کے بعد بھی وقت ہے' حال ماضی مستقبل وقت ہے' مگر اصل بات یہ ہے کہ جو لمحہ موجود ہے اس کا نام وقت ہے۔ جو لمحہ گزر گیا اس کا نام ماضی ہے اور جو ابھی آیا نہیں ہے اس کا نام مستقبل ہے اور وقت وہ ہے جو تیرے پاس ایک لمحہ ہے' اسی میں صدیاں ہیں' اسی میں زمانے ہیں' اسی میں واقعات ہیں' اسی میں آپ لوگ آتے ہیں اور اسی میں چلے جاتے ہیں اور یہ بہت ہی چھوٹا سا حصہ ہے' ایک Micro حصہ ہے' یہ ہے وقت' ٹائم------

سوال :۔

سر! اس کا مطلب یہ ہے کہ اس لمحے کا ادراک جو ہے وہی شعور ہے------

جواب :۔

وہ تو زندگی کا شعور ہے' Consciousness ہے اور آگہی ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ یہ لمحہ جو ہے یہ ۔

یہی ازل ہے
یہی ابد ہے
یہ ایک لمحہ ـــــــــ ہمارے فکر و عمل کی حد ہے !!

تو یہ ایک لمحہ تمہارے فکر و عمل کی حد ہے۔ بس یہی حد ہے' اسی سے صدیاں بنتی ہیں اور اسی سے زمانے بنتے ہیں۔ پھر لوگوں نے اس لیے یہ کہا کہ وقت میں ہوں۔ وقت کو سمجھنا ضروری ہے' ایک شعر ہے کہ ۔

وقت کی آواز پر چلنا بجا
وقت کو آواز دینا ہے کمال

وہ لوگ جو وقت کے شاہسوار ہیں وہ زمامِ وقت روکنے والے ہیں' صاحبِ وقت زمانے روک گئے اور وقت کا راکب جو ہے وہ جا رہا ہوتا ہے اور وقت کا پتہ نہیں چلتا کہ ساکن ہو گیا' اور پھر جو ہوا سو ہوا' جو دیکھا سو دیکھا' جو بولے سو بولے' اور جب وقت کو Release کیا' دوبارہ چلایا تو وقت ریلیز ہو گیا۔ تو یہ راکبِ وقت کی بات ہے۔ ہم جو ہیں اور قسم کے لوگ ہیں اور ہم پر وقت حاوی ہے اور وہ لوگ وقت پر حاوی تھے اور حاوی ہیں' وہ زمانوں پر حاوی ہیں۔ تو وقت کو روکا جا سکتا ہے اور وقت جو ہے زمان و مکاں سے باہر ہے' جو لا مکاں میں عبادت کرتے ہیں

ان کا زمان و مکان سوا ہے۔ اب آپ یہ راز دیکھیں کہ آپ کہاں پر ہیں؟ باقی تو آسمان ہے جس میں سورج ہے' یہ وقت بنانے والا ٹائم میکر ہے اور سورج سے پرے جو کائنات ہے وہاں کیا وقت ہے۔ اور آپ جانتے ہو کہ بے شمار کائناتیں ہیں جہاں سورج نہیں ہے۔ جب سورج ہے نہیں تو وہ نکلے گا کیا اور وہاں وقت کیا ہو گا۔ وہ ہے اور یہی مالک کا حکم ہے' تو جو مالک کا حکم ہے وہ چل رہا ہے اور مخلوق کا خالق کے ساتھ رابطہ یہ ہے ———————

سوال :۔

توجہ کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

جواب :۔

وہ ایک شعر ہے کہ ؎

وہ خود لیے بیٹھے تھے آغوشِ توجہ میں
بے ہوش ہی اچھا تھا ناحق مجھے ہوش آیا

تو توجہ اس کو کہتے ہیں۔ توجہ دور سے بھی ہوتی ہے اور قریب سے بھی ہو جاتی ہے۔ اس میں بڑا راز ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی جا رہا ہے اور دوسرے کے پاس سے گزرا اور اس نے اس کے لیے دعا کر دی کہ یا اللہ اس کو سلامت رکھنا۔ بس اتنی سی بات کر دی اور توجہ ہو گئی اور کسی نے تسلیم نہیں کیا' کسی نے شور نہیں مچایا' جس کے لیے دعا کی ہے اس کو بھی معلوم نہیں ہو گا' اس کے دل کو بھی معلوم نہیں ہو گا لیکن یہ توجہ ہو گئی۔ توجہ دلانے والا دلاتا ہے۔ توجہ یہ

ہے کہ کسی کی نگاہ میں آنا' آگے وہ نگاہ خود ہی اصلاح کر دیتی ہے۔ پھر اسے ڈھالنا نہیں ہوتا بلکہ وہ خود بخود ڈھل جاتا ہے۔ وہ نگاہ ایسی ہوتی ہے کہ دوسرے کو خوش گوار دیکھنا چاہتی ہے۔ اور اگر غمگین بندہ اس کی نگاہ میں آ جائے تو وہ خود بخود ٹھیک ہو جاتا ہے کیونکہ وہ نگاہ ہی ایسی ہوتی ہے۔ تو اسے توجہ کہتے ہیں۔ توجہ کا مطلب یہ ہے کہ اس آدمی کے دل و دماغ میں آپ کے بارے میں ایک ایسا نقشہ پیدا ہو جاتا جو اسے پسند ہے۔ یہ خود بخود ہو جائے گا۔ تو یہ توجہ ہے۔ یہ فزیکل لیول پر بھی ہے' مینٹل لیول پر بھی ہے' Spiritual لیول' روحانی سطح پر بھی ہے۔ آپ آدھی زندگی دوسروں کی توجہ سے گزارتے ہیں۔ اور آپ کی اپنی توجہ تو ہے ہی کوئی نہیں اور یہ کسی کی مہربانی کی توجہ ہے۔ کونج جو ہے وہ تنہا چلتی ہے' تو یہ پہاڑوں میں برف میں انڈے دے کر آ جاتی ہے یعنی انڈے ٹھنڈے علاقوں میں دے کر گرم علاقوں میں آ جاتی ہے۔ لوگوں نے دیکھا کہ برف کے اندر انڈے گرم تھے اور پھر ان سے بچے پیدا ہو گئے۔ تو یہ گرمی کہاں سے آئی؟ پتہ چلا کونج توجہ سے انڈوں کو سیتی ہے' ہزاروں میل دور سے اس کی توجہ سے انڈے پر گرمی پڑتی ہے۔ تو یہ بھی توجہ ہے۔ آج ایک راز میں آپ کو بتاتا ہوں' نام یعنی اسم اور مسمیٰ دو چیزیں ہیں' جس کا اسم ہے وہ مسمیٰ کہلائے گا' تو اسم اس کا تھا اور وہ مسمیٰ ہے' تو کچھ لوگوں کے نام عزت کے ساتھ مشہور ہو گئے اور کچھ لوگوں کے نہیں ہوئے۔ اگر کوئی عزت والا نام آپ نے پکارا کہ یہ نام والا فلاں کام کرتا تھا اور آپ نے وہ نام پکارا' وہ بندہ چلا بھی گیا' اگر نام اس کا مشکل کشا ہے اور ذات جو ہے وہ بہت دور ہے' مگر مشکل کشائی کا Title

ہے' وصف ہے کہ وہ کام کر دے' مشکل دور کر دے اور آپ نے بے وقت مشکل کشائی کا نام لے لیا کیونکہ آپ تو بعد میں آئے ہیں۔ تو وہ ذات جہاں بھی ہے اپنے اسم کی حفاظت کرے گی اور وہاں جا کر مشکل کشائی کرے گی۔ تو یہ توجہ ہے! تو توجہ کیا ہے؟ وہ نام جو مقدس ہو گیا وہ مقدس ہی رہے گا اور وہ ذات جس کا یہ نام ہے جہاں بھی ہے وہ اپنے نام کی حفاظت کرتی ہے۔ اور اگر اللہ سے بات کرتا ہے تو یہ اور ہی اچھی بات ہے۔ تو نیک ناموں کو نیک رہنے دینا' یہ توجہ ہے۔ کون کرتا ہے؟ اللہ کرتا ہے یا بندہ کرتا ہے؟ آپ جیسے مرضی کہہ لو۔ ہمارے حساب سے بندہ خود ہی کر لیتا ہے۔ تو مشکل کشاء ہی اپنے نام کو مشکل کشا بناتا ہے یہ ہمارا خیال ہے اور تمہارا خیال جو کچھ بھی ہو۔ جو کہتا ہے کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے تو وہ اس لیے کہتا ہے کیونکہ وہ مانتا نہیں ہے۔ تو بات یہ ہے کہ نام کو پرانے ٹائیٹل کے ساتھ محفوظ رکھنا۔ یہ نہیں ہو گا کہ مقدس نام کسی آنے والے زمانے میں غیر مقدس ہو جائے۔ یہ کبھی نہیں ہو گا' وہ مقدس ہی رہے گا' یہ اسلام کی شان ہے۔ آستانہ بن گیا تو بنا ہی رہے گا۔ تو توجہ کیا ہوئی؟ کہ اپنے نام کے ساتھ مسمیٰ کی توجہ ہوتی ہے' اس نام کے سائے میں آ جاؤ تو توجہ مل جاتی ہے۔ اس لیے جو تمہارے دل میں ہے تم اس کے دل میں ہو۔ آپ اپنے دل کو دیکھیں کہ آپ کی توجہ کس طرف ہے؟ تو اس کی توجہ آپ کی طرف ہو گی۔ تو جو آپ کے دل میں ہے آپ کے دل میں ہیں ------- اب آپ لوگ دعا کرو اور تو دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے۔ یا اللہ ہم پر مہربانی فرما! یا اللہ ہماری غفلتیں اور گناہ معاف فرما! ہم پر نوازش خاص

فرما! یا اللہ اپنے محبوب پاکؐ کی محبت عطا فرما! یا رب العالمین کرم فرما! ہم سے جو غلطیاں اور غفلتیں ہوئی ہیں ان سب کو معاف فرما! یا رب العالمین! اس ملک کو بھی سلامت رکھ اور ملک والوں کو بھی سلامت رکھ۔

صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا و شفیعنا سیدنا ومولٰنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

۲
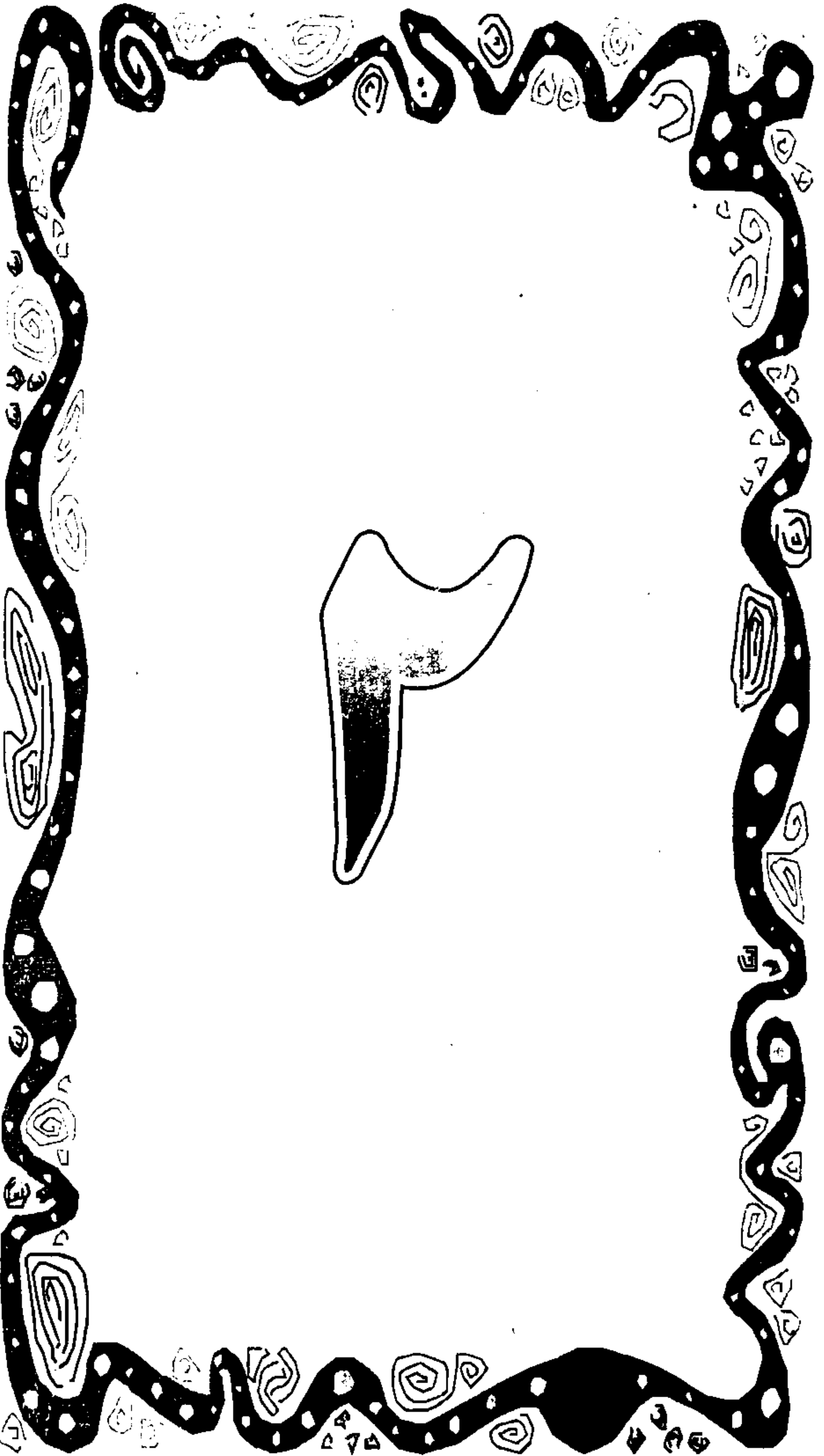
(۲)

۱ کچھ لوگ کلمے کا ذکر کرتے ہیں تو انہیں خوفناک چیزیں نظر آتی ہیں' ذکر تو اللہ کا نام ہے پھر اس میں ایسی پریشانیاں کیوں آتی ہیں؟

۲ میرا ایک کام نہیں ہو رہا تھا تو میں نے آیت کریمہ کا ''لکھ'' نکالا تو میرا کام فوراً ہو گیا----

۳ ہوتا تو وہی ہے جو اللہ کرتا ہے ----

۴ کیا نیت کا اچھا ہونا کوشش سے ہے یا کہ خداداد ہے؟

سوال :۔

کچھ لوگ کلمے کا ذکر کرتے ہیں تو انہیں خوفناک چیزیں نظر آتی ہیں اور بعض اوقات دماغی توازن بھی خراب ہو جاتا ہے لیکن ذکر تو اللہ کا نام ہے تو اس میں ایسی پریشانیاں کیوں آتی ہیں؟

جواب :۔

دراصل آپ نے یہ پوچھا ہے کہ اللہ کے نام پر یا اللہ کے نام سے لوگوں کو دقت کیوں پیدا ہوتی ہے؟ آپ اللہ کے نام پر بکرے کو چھری پھیرتے ہیں تو بکرے کو دقت کیوں پیدا ہو جاتی ہے حالانکہ آپ اللہ کا نام لے رہے ہیں لیکن اس سے بکرے کو دقت ہو جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کا نام لینے والا ساتھ ہی ایک ارادہ رکھتا ہے اور وہ اپنا ارادہ اللہ کے نام سے پورا کرنا چاہتا ہے۔ بزرگوں نے ایسے ایسے واقعات کہے ہیں اور یہ واقعات ان کے بزرگ بننے سے پہلے کے واقعات ہیں کہ بعض اوقات انہیں کسی چیز کے حاصل کرنے کا خیال تھا' مثلاً" ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ انہیں مٹھائی حاصل کرنے کا خیال تھا اور وہ بزرگ اللہ کو بہت یاد رکھتے تھے' کہتے ہیں کہ میرا گزر کسی حلوائی کی دوکان کے سامنے ہوا تو میں نے دل میں کہا کہ یا اللہ یہ حلوائی مٹھائی چھوڑ کر ہی مر جائے' بعد میں پتہ چلا کیوں نہ مٹھائی کی خواہش ہی کو ترک کر دیں اور اس حلوائی کو زندہ رہنے دیں۔ حالانکہ وہ بزرگ کہتے ہیں کہ

واقعی میں یہ دعا کیا کرتا تھا کہ یا اللہ میں تیرا ذکر بھی کرتا ہوں اور تجھے یاد بھی رکھتا ہوں اور تیری نماز بھی پڑھتا ہوں تو کیا تُو ان کو میرے لیے مار نہیں سکتا تاکہ میں آسانی سے اپنا مقصد حاصل کر سکوں۔ اسی طرح ایک اور بزرگ نے کہا کہ بعض اوقات انسان گناہ کے لئے بھی اللہ سے دعا کرتا ہے یعنی اس کی حکم عدولی کے لیے چور اس کے آگے دعا کرتا ہے کہ یا اللہ آج تو تُو ہمیں موقعہ دے، تُو تو خالق ہے، مالک ہے، رازق ہے کہ آج رات گھر والے کو نیند آ جائے تو پھر یہ کیا ہی بات ہے، اس میں تیرا کیا جاتا ہے اور یہ سارا دس منٹ کا کام ہے۔ اور یہ بات سچ ہے کہ وہ واقعی یہ دعا کر کے نکلا اور اس نے کہا کہ میں اور میرا بیٹا تہجد پڑھ کر نکلے اور دعا کی کہ ان کو نیند آنی چاہیے۔ گویا کہ اِس کے اللہ اور اُس کے اللہ میں بڑا فرق ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں برے آدمی کے لیے کوئی صحیح بات نہیں ہے۔ اگر برا آدمی حج بھی کرے گا تو یہ بھی کوئی صحیح بات نہیں ہو گی۔ تو ساری بات نیت کی ہے۔ اگر اللہ سے محبت کرنے والے جن کو دنیا سے محبت نہ ہو، تو ایسے لوگ جب ذکر کریں گے تو اس میں منفعت ہو گی۔ اگر اللہ کریمؐ کے دین سے آپ دنیاوی منفعت لینا چاہیں تو پھر آپ کو تو سانپ نظر آنے چاہئیں، یہ اچھی بات ہے تاکہ آپ وہ کام نہ کریں۔ مثلاً" ایک آدمی باآواز بلند ذکر کرتا جا رہا ہے اور ساتھ ہی پیسے بھی مانگتا جا رہا ہے، ایسا آدمی ذکر سے لوگوں کو ڈراتا بھی ہے۔ عام طور پر جو سوال ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ایسے ایسے لوگ دیکھے گئے ہیں کہ خانہ کعبہ کے اندر جیب کٹ گئی۔ کیا وہاں ایسا ہوتا ہے کہ خدا کے گھر میں جیب کٹ گئی۔ ایک جیب کاٹنے والے کا بیان یہ ہے کہ خدا کے گھر سے مال نہ ملا تو پھر کہاں سے ملے گا! یعنی کہ ایسے ایسے لوگ ہیں۔ مطلب یہ ہے

کہ ذکر جو ہے یہ Sufficient نہیں ہے' کافی نہیں ہے۔ ذکر کا معنی ذکر بھی ہے' نماز بھی ہے' حج بھی' روزہ بھی اور زکوٰۃ بھی۔ تو جب تک نیت مومن نہ ہو آپ کے مومنانہ عمل مومن نہیں ہیں اور مومنانہ عمل میں سے ایک ذکر بھی ہے۔ اور اگر طوطا ذکر کرے گا تو پھر وہ امرود ہی کھائے گا کیونکہ طوطے نے ہرحال میں اپنی فطرت میں رہنا ہے۔ اس لیے بزرگ لوگ ان لوگوں کو ذکر کی اجازت نہیں دیتے جن کا تزکیہ نہ ہو چکا ہو۔ ایک آدمی پیر صاحب کے پاس گیا کہ جناب آپ حکم فرمائیں اور مجھے کوئی طاقت ور اسم پڑھنے کی اجازت دے دیں تو پیر صاحب نے کہا کہ اچھا دے دیں گے۔ تو وہ کچھ عرصہ کے بعد بھی نہیں مانا اور دوبارہ تقاضہ کیا تو پیر صاحب نے کہا کہ میرے پاس کچھ پیسے ہیں' یہ آپ لے لو' چند ہزار روپے اس وقت پڑے ہیں' ابھی آپ یہ لے لو' ذکر پھر کبھی آپ کو دیں گے۔ تو اس نے پیسے پکڑ لیے اور کہنے لگا کہ واللہ میرا یہ مقصد نہیں تھا' اچھا اگلی دفعہ آپ مجھے ذکر دے دیجئے گا۔ تو وہ ذکر نہیں مانگ رہا تھا بلکہ پیسہ مانگ رہا تھا۔ تو ایسی نیت والا اصل میں جو ذکر مانگ رہا ہے وہ بھی پیسہ مانگ رہا ہے۔ یہ واقعہ تو آپ لوگوں نے دیکھا کہ رانجھا بال ناتھ کے ٹیلے پر چلا گیا اور وہ جوگی کا ٹیلہ تھا اور وہ جوگ سکھاتا تھا' "جوگ" کا معنی؟ جوگی بنانا' سادھو بنانا' فقیر بنانا۔ اور رانجھے کو اچھا بھلا پتہ تھا کہ یہ فقیروں کا ٹیلہ ہے لیکن وہ وہاں چلا گیا۔ تو وہاں وارث شاہؒ نے ڈائیلاگ لکھا کہ بال ناتھ نے رانجھے سے کہا کہ آؤ میں تجھے فقیر بنا دوں' فقر عطا کر دوں۔ بال ناتھ نے کہا رانجھا جوان آدمی ہے' اس کی آنکھ گرم تھی اور اس میں محبت تھی تو اس نے کہا کہ تجھے فقر عطا کر دوں۔ رانجھے نے کہا کہ مجھے فقر تو نہ عطا کرو بلکہ مجھے ہیر عطا کرو تو بال

ناتھ نے کہا کہ یہ شعبہ تو ہمارا ہے ہی نہیں' اچھا اگر تو کہتا ہے تو چلو ٹھیک ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ فقر ہی ہونا چاہیے۔ تو پھر ہیر کی تفسیر لکھنے والے کہتے ہیں کہ بال ناتھ اپنا کام کر گیا اور اس نے رانجھے کو فقیر بنا دیا۔ تو اس کے بعد آپ دیکھیں کہ ہیر کا قصہ یا رانجھے کا قصہ وارث شاہؒ کی زبان اور قلم پر چڑھا تو کیا سے کیا بن گیا۔ تو رانجھا فقیر ہوا اور اسے فقیر بنا دیا گیا اور اس کو فقر میں ایسے داخل کر دیا کہ رانجھے کو پتہ ہی نہ چلا کہ ہیر کی تلاش کر رہا ہے یا خدا جانے کس کی تلاش کر رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر آدمی اپنے اپنے شعبے میں Expert ہے' ماہر ہے۔ مرید بعض "کاریگر" ہوتا ہے یعنی جو طالب ہوتا ہے وہ اکثر کاریگر ہوتا ہے اور وہ اپنی خواہش چھپا کر بیٹھتا ہے اور کہتا یہ ہے کہ سرکار بندہ حاضر خدمت ہے کوئی حکم فرمائیں۔ آپ کو ایک پیر صاحب کا واقعہ سنائیں' ان کے پاس دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور وہ مہمانوں سے بات کر رہے تھے کہ ہمارا یہ جو آدمی ہے یہ کتنا مسکین بن کر بیٹھا ہے لیکن اس نے دو دفعہ ہماری گائیں بیچی ہیں۔ تو وہ کہتا ہے کہ سرکار مجھے ضرورت تھی' میں نے سوچا کہ آپ کو کیا فرق پڑتا ہے اگر میں اس کو بیچ ہی دوں۔ پیر صاحب کہتے ہیں کہ یہ پھر میرے پاس ہی بیٹھا ہوا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ پھر یہاں پر کیوں بٹھایا ہوا ہے؟ تو وہ کہنے لگے کہ اتنا کام کرنے کے بعد چلو یہ اللہ کا نام تو سنتا ہے' کبھی نہ کبھی اثر ہو جائے گا۔ لیکن بات یہ ہے کہ صرف نام بولنا اور نام سننا اثر کا ذریعہ نہیں ہے۔ اس دنیا کے اندر اذان سننا جو ہے یہ نماز پر جانے کی دعوت ہے لیکن یہ چند لوگوں کو دعوت ہے' وہ سنتے ہیں جو دعوت مانتے ہیں اور باقی سنتے ہیں لیکن نہیں سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں لیکن نہیں دیکھتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ سڑک پر

ایک آدمی جاتے جاتے رک گیا کہنے لگا کہ یہ گلاب ہے اور کیسا گلاب ہے! وہ سوچنے لگ گیا اور حیرت میں چلا گیا' دوسرے نے کہا کہ یہ کیا گلاب ہیں' وہاں بڑے گلاب کھلے ہوئے ہیں اور یہ تو بازار میں عام ملتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک نے وہاں قدرت کا کرشمہ دیکھا۔ یہی نظارے ہیں اور یہی دنیا ہے اور جب چاہے وہ ذات کسی آدمی کو اپنی طرف متوجہ کر لے اور جب نہ چاہے تو بے شمار قافلے گذرے لیکن انہیں کچھ نہ ہوا۔ تو کفر بھی اسی سڑک پر گزر رہا ہے اور ایمان بھی اسی سڑک پر سے گذر رہا ہے۔ آپ لاہور کے اندر داتا صاحبؒ کا دربار دیکھیں' انہی بازاروں میں سے چور بھی گزرے ڈاکو بھی گزرے' چادر چڑھانے والے حکومت کے اکابرین بھی گزرے' انہی کے اندر ولی بھی گزرے' رات کو جانے والے بھی آئے' بابا فرید گنج شکرؒ جن کا کچہری کے پاس چلہ گاہ ہے اور یہاں سے وہ ادب میں گھٹنوں کے بل جایا کرتے تھے اور میاں شیر محمد صاحبؒ شرق پور شریف والے راوی کے پاس آ کر سلام کر کے چلے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ آگے تو میری ہمت نہیں پڑتی۔ اب کئی لوگ داتا صاحبؒ کے ہاں دربار کے اندر بیٹھے ہوں گے' ان کی خوراک' کھانا وغیرہ اور طرح سے ہو گا یعنی کہ ان کی بالکل ہی کوئی اور زندگی ہو گی' کبھی کسی نے ایک آدمی سے پوچھا کہ لاہور میں چرس کہاں ملتی ہے؟ کہنے لگا کہ یہ کیا مشکل ہے' جہاں کوئی مزار ہو گا اس کے آس پاس ہی ملے گی۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ روشنی کے آس پاس ہمیشہ ہی اندھیرا بیٹھتا ہے۔ تو ثابت کیا ہوا کہ ان کے لیے روشنی' روشنی نہیں ہوتی' حالانکہ وہ ذکر سنتے رہتے ہیں اور ہر وقت سنتے رہتے ہیں اور ہر وقت ہی ذکر کی بات ہوتی ہے۔ تو ذکرِ خیر کی خوبی یہ ہے کہ ایک تو آپ

کی نیت صرف اللہ ہو اور پھر اجازت دینے والے نے بتایا ہو۔ اگر کسی کی نیت دنیاوی ہے اور وہ بتائے بغیر ہی شروع ہو گیا اور اس کو کسی کام میں استعمال کرنا چاہتا ہے تو وہ استعمال میں نہیں آئے گا۔ تو جس آدمی کو ذکر سے نقصان ہوتا ہے اس کی نیت کے اندر گڑ بڑ ہے ورنہ تو اللہ کا نام ہی اور پھر اللہ کی تمنا کرنا بڑی بات ہے اور یہ تمنا ہی ذکر ہے۔ تو یہ تمنا بذات خود ہی ذکر ہے کہ چل رہے ہیں تو بھی ذکر ہو رہا ہے۔ تو بغیر اجازت کے کاریگری کرنا اچھی بات نہیں ہے اور کیا آپ "کاریگری" کا مطلب سمجھتے ہیں؟ یعنی مجاہد والا عمل کرنا لیکن مجاہدانہ جذبے کے بغیر اور فقیروں والا عمل کرنا لیکن فقیر نہ ہونا۔ حالانکہ عمل تو بالکل برابر ہے، کسی آدمی کا آپ کو پتہ نہیں چل سکتا کہ یہ پیر ہے، فقیر ہے یا غیر فقیر ہے یا کون ہے اور کون نہیں ہے کیونکہ عمل تو سارے کے سارے کرتے رہیں گے کھائیں گے، پئیں گے، اِدھر جائیں گے، اُدھر جائیں گے، سارے ہی واقعات ہوں گے لیکن یہ نیت کی بات ہے۔ کہتے ہیں کہ نیت نہ ہو تو قرآن کریم سے بھی ہدایت نہیں ملتی کیونکہ ہدایت حاصل کرنے کے لیے متقی ہونا شرط ہے اور یہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔ تو پھر آپ کو ہدایت ملے گی۔ تو ہدایت سے پہلے تقویٰ ہونا چاہیے۔ اور اگر آپ اللہ کے اسم کو یا قرآن پاک کو تعویذ کے لیے استعمال کر رہے ہیں تو وہ اثر تو کرے گا لیکن ہو سکتا ہے کہ نہیں بھی کرے۔ اگر آپ قرآن مجید کو رمل کے لیے استعمال کر رہے ہیں، فال کے لیے استعمال کر رہے ہیں، کسی اور عمل کے لیے استعمال کر رہے ہیں، کسی اور کا راستہ روکنے کے لیے استعمال کر رہے ہیں اور اپنی دنیا کو بڑھانے کے لیے استعمال کر رہے ہیں تو قرآن عاقبت کی، آخرت کی دعوت دیتا ہے لیکن آپ قرآن

کو استعمال کرتے ہیں دنیا کے لیے' اس طرح تو آپ بالکل اللہ کے مقابلے پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مثلاً" قرآن کریم نے آپ کو اطلاع دی کہ یہ پرانی امتوں کا واقعہ ہے یعنی کس طرح لوگ آئے اور چلے گئے' ویرانیاں چھوڑ گئے اور تم نے بھی یہاں نہیں رہنا ہے' یہاں ہر چیز فنا ہونے والی ہے' آپ کا یہ آخرت کا سفر ہے۔ لیکن آپ اسی چیز کو دنیا حاصل کرنے کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہو' ورنہ تعلیم کو مدعائے تعلیم کے برعکس استعمال کرنے سے وہ تعلیم پھر آپ کو فائدہ نہیں دے گی۔ تو منشائے تعلیم اور ہے لیکن آپ اسے کچھ اور طرح سے استعمال کرنا چاہتے ہو' دین کو دنیا کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہو' نتیجہ آپ کے لیے بڑا ہی نقصان دہ ہے۔ پھر وہ جو آپ کو سانپ بچھو وغیرہ نظر آتے ہیں وہ تو پھر اطلاع ہے کہ آپ کا یہاں کچھ کام نہیں ہے۔ تو صرف ذکر کرنا Sufficient نہیں ہے' کافی نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے کہ اس طرح کا ذکر کرنا کہ جب تک آپ کی طبیعت نہ ہو' میلان نہ ہو' نیت نہ ہو اور آپ کو کسی نے بتایا نہ ہو۔ کبھی آپ کسی بزرگ کے آستانے پر جا کر دیکھو تو ساری رات لوگ جاگ رہے ہوتے ہیں لیکن کچھ لوگ غلط نیت سے بھی جاگ رہے ہوتے ہیں۔ تو وہاں جاگنا کافی نہیں ہے بلکہ یہ دیکھو کہ جاگنے کی نیت کیا ہے' آپ جہاں جا رہے ہو وہاں نیت کیا ہے؟ تو یوں نیت کو پہچانتے ہیں۔ آپ کسی بزرگ کا عرس لے لیں' آپ داتا صاحبؒ کا عرس ہی لے لیں' تو ان کا جو دن مناتے ہیں' یاد مناتے ہیں تو اس میں جو ماننے والے ہیں ان پر تو وہ کیفیت طاری ہو گی جو اس بزرگ کی دی ہوئی کیفیت ہے' اس بزرگ کی دی ہوئی قربانیوں کی کیفیت جو ہے وہ ان پر طاری ہو گی اور وہ اس جذبے میں سرشار ہو جائیں گے۔

اور باقی لوگ اس فنکشن کو کاروبار بنائیں گے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ داتا صاحبؒ کا عرس ہو رہا ہے' عرس اس بزرگ کی بزرگی کا واقعہ ہوتا ہے' تو وہاں پر دوکلن لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ تو عرس تو بزرگان کا ہو رہا ہے اور وہ کوئی بزرگی کا واقعہ ہو گا' ان کی یاد ہو گی' اور یہ کہتا ہے کہ بھاٹی گیٹ پر دوکان کھولنی چاہیے۔ بزرگ وہ تھے اور دوکان آپ کھول رہے ہیں' حتیٰ کہ سرکس بھی ضرور ہونی چاہیے اور یہاں چینی کے برتنوں کی دوکان بلکہ بازار بھی کھل جانی چاہیے کیونکہ یہ عرس ہے اور یہ سب کھل جانا چاہیے' عرس کے دوران لوگ دودھ بھی جاکر ضرور پیتے ہیں' وہاں عرس میں خالص دودھ دینا چاہیے اور فی سبیل اللہ سبیل لگ گئی۔ مدعا یہ ہے کہ ایک عرس کے نام پر دنیا دار اپنی دنیا بناتا جا رہا ہے اور دین دار جو ہوں گے وہ دین کے ولیے آئیں گے کہ آج عرس ہے اور دیکھتے ہیں کہ آج بزرگ ہم سے کیا فرماتے ہیں۔ وہ سنگت اور ہو گی' وہ لوگ اور ہوں گے جو جاکر ان سے ان کے شعور کی بھیک مانگیں گے اور باقی سارے کے سارے لوگ کاروبار کریں گے۔ چادریں چڑھانے والا اس نیت سے جائے گا کہ اس بزرگ کے آستانے پر چادر چڑھائی جائے اور آپ بیچنے والے کی نیت دیکھو کہ وہ کس نیت سے بیٹھا ہے کیونکہ وہ مہنگے دام چادریں بیچتا چلا جائے گا اور کہتا ہے کہ بہت اچھا کاروبار ہے' داتا صاحبؒ کا آج بڑا کرم ہے کہ آج تو پندرہ چادریں بک گئی ہیں۔ اور جہاں جاکر وہ چڑھتی ہیں تو انہوں نے پھر آگے بیچ دینی ہیں بلکہ لوگ کہتے ہیں کہ اسی دوکان پر واپس آ جاتی ہیں۔ تو یہ واقعہ ہوتا ہے اور اس واقعے کے اندر آپ دیکھیں کہ نیت کہاں سے کہاں لے جاتی ہے۔ تو انسان کی اپنی نیت کے اندر بڑا دھوکا ہے۔ یہ دھوکا درمیان سے نکل جائے تو پھر

سارے کا سارا الٰہیات کا سفر ہے۔ اس لیے اس بات کو بڑے غور سے دیکھیں کہ بڑے بڑے وظیفہ کرنے والے' بڑے بڑے پیر خانوں میں جانے والے' بڑی بڑی عمر گزارنے والے نیت کے لحاظ سے' اندر سے وہی کے وہی ہوتے ہیں۔ تو چند لوگ ہوتے ہیں جو مقصد کو پالیتے ہیں جیسے پیر مہر علی شاہؒ نے فرمایا ہے کہ ۔

کوئی ورلیاں موتی لے تریاں

یعنی کہ بے شمار لوگوں نے سمندر کے اندر غوطہ لگایا' عشق کے بحر کے اندر غوطہ لگایا اور تلاش کی مگر چند لوگوں کو موتی نصیب ہوا' باقی سارے کے سارے جو ہیں وہ مچھلیاں پکڑتے رہے' اپنی منفعت کی مچھلیاں' یعنی اپنے کاروبار ہی کرتے رہے۔ تو چند آدمی ہوتے ہیں جو راز پا گئے' مراد پا گئے اور باقی سارے کے سارے منفعت طلب ہوتے ہیں۔ اس لیے پہلے سوچنا یہ چاہیے کہ آپ کی نیت کیا ہے' پھر ذکر شروع کریں ورنہ ذکر کرنا ایسے ہے جیسے ہلاک ہونا یعنی خالی اللہ کا ذکر کر دو اور یہ کہو یا اللہ میں تیرے نام پہ چلا ہوں اور اندر سے نیت کچھ اور ہو' تو بعض اوقات اللہ اس بات کو مائنڈ کرتا ہے کہ دیکھو تو نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے اور تو کہتا ہے کہ میں آپ سے محبت کے لیے آیا ہوں مگر تو نے محبت کے بجائے وہاں سے کچھ اور ہی چیز اٹھالی اور کہتے ہو کہ یہ مجھے راستے میں نظر آ گئی تو میں نے کہا کہ اسے اٹھا ہی لو۔ تو وہ کہتا ہے کہ یہ چیزیں اٹھانے والی بات نہیں ہے بلکہ جب آپ اللہ کی نیت سے چلے ہو تو پھر اس کی نیت سے ہی چلو۔ بے شمار لوگ جو ہیں وہ عبادت گاہوں میں برباد ہوئے اور بے شمار لوگ آباد ہو گئے اور کامیاب ہو گئے۔ بے شمار لوگ خانقاہوں کے اندر برباد ہوئے بلکہ وہ لوگ ایمان سے بھی گئے'

انہوں نے خانقاہ کی صندوقچی پر نظر رکھی' وہاں سے پیسے لیے' کوئی بندہ گیا تو اسے کہا آپ کی دعا اللہ کے ولی کی مہربانی سے منظور ہو جائے گی بس آپ جو چاہو دے دو۔ تو وہ اس شخص سے وہاں خانقاہ پر منفعت لے رہا ہے۔ خانقاہوں کے سامنے بیٹھ کر لوگ اندھیرے بیچتے رہتے ہیں بلکہ خانقاہ کے اندر بیٹھ کر لوگ تعویذ بیچتے رہتے ہیں' پیری کرتے رہتے ہیں' اور کئی واقعات کرتے رہتے ہیں۔ تو خانقاہوں میں بھی کئی لوگ برباد ہوئے' عبادت گاہوں میں بھی کامیاب ہوئے' مدرسوں میں' دینی مدرسوں میں بھی کامیاب ہوئے' ظاہری اور باطنی دونوں۔ یہ جو لوگ ہیں ان کے اندر سارے نہیں کچھ نہ کچھ لوگ ہیں جو اپنا ایمان دے بیٹھے ہیں' اسی طرح ایمان کے مرکزوں میں بڑے بڑے کمزور ایمان والے پیدا ہوئے۔ خانہ کعبہ کے اندر آپ کو سنگ دل ملے گا بلکہ وہاں تو زیادہ ملے گا۔ آپ نے سنا ہو گا کہ خانہ کعبہ کے اندر فتنہ فساد ہوا' اس سے پہلے بھی ہوا' آج سے چند سال پہلے یہ ہوا کہ ایک آدمی نے امام ہونے کا دعویٰ کیا' فرض کرو دعویٰ جھوٹا تھا لیکن آپ اس کو موقعہ تو دو۔ مقصد یہ ہے کہ ایک جھوٹے آدمی نے امام ہونے کا دعویٰ کیا تو دعویٰ کی دلیل تو آپ نے سنی نہیں ہے بلکہ اس کو شوٹ کر دیا۔ مقصد یہ ہے کہ کہیں کوئی امام کا دعویٰ ہو تو وہ لوگ مارنے کے لیے تیار بیٹھے ہوں گے۔ مقصد یہ ہے کہ اس کو تسلیم نہیں کرنا ہے مگر جھوٹے کو تسلیم کرنا بہتر' سچے کو مارنے سے۔ تو مدعا یہ ہے کہ یہ ایک ایسا شعبہ ہے کہ وہاں جھگڑا ہے اور اللہ کا خاص حکم ہے کہ میرا گھر دارالامن ہونا چاہیے' میرے گھر کے اندر جوں' مکھی' مچھر نہیں مارنا یعنی وہاں ایسا کوئی فعل نہ ہو مگر وہاں پر ان لوگوں نے ٹینک چلائے۔ آپ بتاتے ہیں کہ وہاں عیسائی یا یہودی کوئی سرنگ بنا رہے تھے

اور وہ بڑے ظالم تھے' یہ ہوا وہ ہوا۔ مگر یہ کام تو آپ مسلمان خود کرتے رہتے ہیں' توپیں' بندوقیں اور ٹینک آپ خود چلاتے رہتے ہیں۔ تو یہ جو زندگی ہے اس میں یہیں پر سنگ دلی زیادہ پیدا ہوتی ہے جہاں نرم دلی پیدا ہونی چاہیے اور قبرستان کے اندر جو قبر کھودنے والا ہوتا ہے وہ شقی القلب ہوتا ہے حالانکہ وہ ہر روز مردے دفن کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کفن بیچنا کاروبار ہے تو میں کیسے اللہ کو مانوں۔ ایک شخص نے اس سے کہا کہ تو ہر روز موت دیکھتا ہے' تو عبرت سیکھ' تو اس نے کہا کہ میں عبرت کیسے سیکھوں میرا تو کام ہی مردوں سے پیسے نکالنا ہے اور میرا یہ کام بڑا مشکل ہے۔ وہ اس طرح مانگتا ہے کہ اتنا بڑا بندہ اور مشہور بندہ مرا ہے مجھے دے کیا رہے ہو' چند سو روپے' خود ہی سوچو! اور یہ کون کہہ رہا ہے؟ قبر کھودنے والا کہہ رہا ہے یعنی کہ وہ قبر سے بھی سلامی لیتا ہے۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ مردے کی بھی قیمت لگاتا ہے کیونکہ یہ وہاں سنگ دل ہو جاتا ہے۔ تو قبر کھودنے والے عام طور پر سنگ دل ہو جاتے ہیں' نہ ان کو زندگی کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ موت کی فکر۔ کسی نے اس سے کہا کہ یہ کیا قبر کھودی ہے نیچے سے تو ہڈیاں نظر آ رہی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ اس پر مٹی ڈال دیتے ہیں' دیکھا جائے گا' دونوں مل کر گزارہ کر لیں گے' یہ کوئی زندہ ہیں کہ جھگڑا کریں گے' یہ تو مل کے رہتے ہیں اور بڑے آرام سے رہتے ہیں' ان کو کوئی فرق نہیں پڑتا' پرانا قبرستان ہے کئی کئی مردے ایک قبر میں دفن ہو چکے ہیں۔ لاہور کی کتنی آبادی پھیل گئی ہے مگر میانی صاحب کا قبرستان تو نہیں پھیلتا' تو آپ لوگ سوچو کہ یہ لوگ کدھر جائیں' تو وہ کہتا ہے کہ مل جل کے یہ کاروبار چلتا رہتا ہے۔ تو وہ بالکل ہی سنگ دل ہو جاتا ہے۔ تو ہر وہ جگہ

جہاں نرم دلی کا پیغام ہوتا ہے وہیں سنگ دلی بنتی ہے۔ تو پیر خانوں میں ایسے ایسے ظالم آدمی بھی ملیں گے کہ ایک بڑے محبت نامے والا مرید آیا تو اس نے عرض کی کہ پیر صاحب سے ملنا ہے تو خادم نے کہا کہ پیچھے ہٹ کر بیٹھو' خبردار! تو وہ کہتا ہے کہ مجھے بڑی تکلیف ہے اور میرے دل کی گہرائیوں سے درد اٹھ رہا ہے۔ تو آگے سے کہا جاتا ہے کہ خبردار پیچھے ہٹ کر بیٹھ۔ اور ادھر سے اگر جنرل صاحب آ گئے تو اس نے جا کر کہا کہ جنرل صاحب تشریف لائے ہیں تو پیر صاحب ہمہ وقت وہاں چلے گئے۔ اب پیر صاحب کو پتہ نہیں ہوتا کہ جنرل کون ہے اور درد والا کون ہے بلکہ وہاں جو خادم کھڑا ہوتا ہے وہ سنگ دل انسان ہوتا ہے۔ یہ آپ نے سنا ہو گا کہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری کے وقت ہمارے لوگوں کا ارادہ ہوتا ہے کہ ؎

تیری خیر ہووے پہرے دارا روضے دی جالی چم لین دے

یعنی اے روضے کی جالی کے پہرے دار تیرا بھلا ہو' ہمیں جالی کو چوم لینے دے۔ تو یہاں کے لوگوں کی عقیدت ہے چومنا۔ وہ لوگ اس کو نہیں سمجھ سکے اور وہ کہتے ہیں کہ "ھٰذا حرامٌ ھٰذا حرامٌ" اور ایسا ہوتا رہا ہے کہ اگر اس کو پیسے دے دو تو وہ کہتا ہے کہ "ھٰذا حلالٌ" اب آپ چوم لو۔ تو وہاں رشوت چلتی ہے۔ آپ لوگ تو ڈر گئے' ایسا بالکل ہوتا ہے اور یہ ان لوگوں کی بتائی ہوئی بات ہے جو ایسا کر کے آئے ہیں۔ تو جو چاہتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضے کی جالی کو ہاتھ لگانا ہے تو وہ اس کو پیسے دے دیتے ہیں پھر وہ ان کو چومنے کی اجازت دے دیتا ہے' وہ پیسے گنتا رہا اور یہ جالی مبارک چوم کر آ گیا۔ تو وہ وہاں کھڑے کھڑے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کے برعکس عمل کر گیا ہے۔ اور

اگر وہاں کسی سے یہ پوچھا جائے کہ آپ لوگ ایسا کیوں کرتے ہو کہ ہاتھ نہیں لگانے دیتے تو وہ اس کا جواب یہ بتاتے ہیں کہ اگر ہاتھ لگانے دیا جائے تو یہ لوگ چوم چوم کر ذرہ ذرہ ساتھ لے جائیں۔ آپ جانتے ہوں گے لوگ تبرکاً" غلافِ کعبہ کاٹ کر لاتے ہیں' کہتے ہیں کہ اس سے اللہ کو کیا فرق پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے گھر کی مٹی اٹھا کر لاتے ہیں کہ وہاں سے یہ پتھر ملا ہے' خانہ کعبہ تھوڑا سا اکھڑا ہوا تھا تو میں نے یہ ٹکڑا جیب میں ڈال لیا کہ چلو دیکھا جائے گا' اس کے گھر کو کیا فرق پڑتا ہے۔

جے اک قطرہ بخشیں مینوں تے کم بن جاندا اے میرا

اور یہ کہ ۔

وچ خزانے تیرے یا رب ہرگز تھوڑ نہ کوئی

یعنی اے اللہ تیرے خزانے میں کیا کمی ہو سکتی ہے' تو اس ٹکڑے کے جانے سے تجھے کیا کمی ہو رہی ہے ۔

بات بنتی ہے میری تیرا بگڑتا کیا ہے

تو وہ کہتا ہے کہ میں وہاں خانہ کعبہ سے یہ پتھر لایا ہوں۔ خانہ کعبہ سے کیسے لائے؟ وہاں یہ کچھ اکھڑا ہوا تھا۔ اس لیے درویش عام طور پر یہ کہتے ہیں کہ حج نہیں کرنا؟ کہتا ہے کہ نہیں۔ کیوں نہیں؟ کہتا ہے کہ یہ جو دل کے اندر محبت ہے کہیں یہ بھی میں نہ دے آؤں' کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں جا کر یہ محبت ہی نہ نکل جائے۔ اب یہ دور کا احترام ہے اور اگر وہاں جا کر دیکھیں تو اور نہ ہو جائے۔ اب تو دل کے اندر ایک زندہ انسان کی محبت ہے وہاں جا کر کہیں مزار ہی نہ بن جائے' وہاں صرف خانقاہ ہی نظر نہ آنے لگ جائے۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ اس لیے میں اپنے محبوبوں کے مزار پر بھی نہیں جاتا کہ اب تو محبوب بندہ ہے' پھر کہیں مزار نہ بن

جائے، جیسے آپ لوگ فوٹو لگاتے ہیں، کسی مزار کا فوٹو لگاتے ہیں، اب تو پھر بھی میرے ذہن میں انسان ہے، دل میں ہے، محبت کرتا ہوں، درود شریف پڑھتا ہوں اور اس درود شریف کو جو زندہ انسان کے ساتھ ہے کہیں مزار بنا لوں۔ تو وہ درویش یہ کام اس لیے نہیں کرتا --------- پھر یہ حکم ہوا کہ حج کرنے کے فوراً" بعد باہر سے آنے والے مہمانوں کو فٹافٹ رخصت کر دو، واپس بھیج دو کیونکہ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ وہاں ماحول سے مانوس ہو جائیں تو جو ان کے اندر Respect، احترام ہے۔وہ Ordinary Life، عام بات میں نہ بدل جائے۔ کہتے ہیں کہ حضرت جامیؒ کو حج کرنے کا حکم نہیں تھا کیونکہ کہتے ہیں کہ اگر وہ حج کریں تو سارے واقعات لرز جائیں یعنی کہ وہ عشق والا آدمی ہے تو وہ کس طرح جائے گا، اس کا سفر راستے میں ہی روکنا مقصود ہے، عاشق کو حج کرنے کا موقعہ ہی نہیں ہوتا اور باقی لوگ وہاں پر بے دریغ جاتے ہیں، وہاں پر لوگ اونچا بھی بولتے ہیں، دوسرے واقعات بھی کرتے رہتے ہیں، لین دین بھی کرتے رہتے ہیں، مسجد نبویؐ میں بیٹھ کر ایک دوسرے کو پتے Exchange کرتے رہتے ہیں، اپنے وزٹنگ کارڈ دیتے ہیں، کہتا ہے کہ آپ کون سا کاروبار کرتے ہو؟ کہتا ہے کہ میں شیئرز کا کاروبار کرتا ہوں کہتا ہے کہ تو؟ کہتا ہے کہ میں فلاں کاروبار کرتا ہوں۔ تو کہتا ہے کہ اچھا پھر وہاں ملیں گے اور ہم مل کر کوئی ایل۔ سی کھولیں گے۔ جاتے ہوئے کہتا ہے کہ بڑا سرکارؐ کا کرم ہے کہ ایک بار حج کرتے ہیں تو اگلے حج کا خرچ نکل آتا ہے، بس اللہ کا کرم ہے، مہربانی ہے۔ کہتا ہے کہ حج کرتے ہو تو خرچ کیسے نکل آتا ہے؟ کہتا ہے کہ سامان ہی ایسا آتا ہے اور یہ قسمت کی بات ہے کہ وہ بک جاتا ہے اور پھر حج کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے، بس

پہلا جج مشکل ہوتا ہے' پھر تو جج میں سے دوسرے جج نکلتے رہتے ہیں' یہی سمگلر ہے جو جج سے جج نکالتا ہے۔ تو وہاں یہ سارے واقعات چلتے رہتے ہیں' یہ سارا قصہ چلتا رہتا ہے -------- اس لیے ذکر Sufficient' کافی نہیں ہے جب تک کہ آپ کے اندر ایمان قائم نہ ہو' اور نیت قائم نہ ہو' تو خالی ذکر سے یا نیک مقامات پر جانے سے نیکی پیدا نہیں ہو جاتی۔ نیکی آپ کے اندر پیدا ہو تو پھر ان مقامات سے نیکی Develop' پیدا ہوتی ہے اور اگر نیکی اندر پیدا نہ ہو تو بہتر ہے کہ آپ کہیں نہ جاؤ۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپ کے اندر کیا خواہش ہے۔ تو اچھی جگہ جو ہے وہ برے آدمی کے لیے بھی کوئی خاص اثر نہیں دکھاتی -------- نیت کی اصلاح ہونی چاہیے' پھر اس کے بعد عمل کرنا چاہیے ورنہ عام طور پر نیک عمل نیکی پیدا نہیں کرتا جب تک نیک نیتی نہ ہو۔ بے شمار لوگ ہیں جو نیک عمل میں آپ کو نظر آئیں گے لیکن بد نیتی میں بھی نظر آئیں گے۔ تو ایسے انسان کا عمل نیک ہے اور نیت بد ہے' ماحول اچھا ہے لیکن بندہ برا ہے کیونکہ کسی نہ کسی طور پر اس کے اندر برائی موجود ہے۔ تو نیک محفلوں کے اندر بھی بدی موجود ہوتی ہے۔ اس لیے اگر ایک آدمی نیت کا کھرا ہو کہ وہ جو کہے وہی کرے اور جو چاہے وہی چاہے تو پھر سارا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اس طرح بے شمار لوگ جو پیروں کے پاس بیٹھنے والے تھے انجام کار وہی گھٹیا کے گھٹیا نکلے۔ کہتا ہے کہ میرے پیر نے کمال کر دیا' کیا کر دیا؟ کہ ہم جب ان کے پاس گئے تھے تو بڑے غریب تھے جب انہوں نے نگاہ کی تو دولت آ گئی' تو دوسرے نے کہا کہ تیرے پیر صاحب نے تجھ پر بہت بری نگاہ کی کہ تجھے دنیا کا غلام بنا دیا اور پھر اس نے کہا کہ جب میں اپنے پیر صاحب کے پاس

گیا تو میں بڑا دنیا دار تھا' بڑا مال تھا' جب میرے پیر صاحب نے نگاہ کی تو میرے سب مال کا صفایا ہو گیا' میری مال سے ایسی نجات ہوئی کہ اب میں صرف اللہ ہی اللہ کرتا ہوں۔ اب آپ دیکھیں کہ یہ دونوں باتیں ہیں کہ نگاہ ہوتی کیا ہے؟ اور کیا نگاہ دنیا کے اندر اضافہ کرنے کا نام ہے یا دنیا کی تمنا میں کمی کرنے کا نام نگاہ ہے' کیا نیت کی اصلاح کا نام نگاہ ہے' کیا پار جانے کا نام نگاہ ہے۔ یہ سب سوچنا چاہیے۔ اصل میں اپنی نیت کا نام نگاہ ہے۔ ورنہ آپ پیسے کا عمل قرآن سے نکالو گے تو نکل تو آئے گا لیکن آپ نہ ہی نکالو بلکہ آپ پیسے کا عمل دنیا سے نکال لو۔ تو پیسے کے لیے قرآن پاک کو استعمال نہ کرو۔ اور ھذا من فضل ربی یہ کتنا خوبصورت مقام ہے کہ یہ میرے اللہ کے فضل سے ہے' اور اگر رشوت سے مکان بنایا ہے تو اس پر تو ھذا من فضل ربی نہ لکھو۔ وہ کسی نے کوٹھی پر لکھا ہوا تھا کہ:

یہ بن گئی رب سببی ہے
ھٰذا من فضل ربی ہے

کہتا ہے کہ یہ کوٹھی پہلی تو نہیں' دوسری ہے یا تیسری ہے اور یہ بن گئی رب سببی ہے۔ تو یہ بات ایسی نہیں ہے اور ھٰذا من فضل ربی یہ نہیں ہے بلکہ ھٰذا من فضل ربی وہ ہے جو واقعی اللہ کے فضل سے ہو اور سب سے بڑا فضل یہ ہے کہ تیری نیت کی اصلاح ہو جائے' نیت درست ہو جائے ------ اس لیے ذکر کی محفل میں ضرور جانا چاہیے لیکن نیت جو ہے یہ ذکر ہی ہونی چاہیے۔ ذکر کی نیت اگر اللہ ہے تو پھر اللہ کا قرب ہونا چاہیے ورنہ اگر دنیا کا قرب ہے تو پھر اللہ کے ذکر کی بجائے دنیا کی محفل میں جاؤ۔ کہتے ہیں کہ اسے کہا تھا کہ تو کستوری لے

کر آ اور وہ ہینگ لے کر آ گیا ہے! تو انسان کی نیت صحیح ہونی چاہیے ورنہ دنیا کے اندر، دنیا کی تمنا تو کافروں کے پاس بھی ہے اور آپ وہ ویسے ہی محنت سے پوری کر لو۔ تو ذکر جو ہے وہ اس شخص کو منفعت دے گا جس کی نیت اللہ ہو ورنہ آپ ہمارے خیال کے مطابق ذکر نہ ہی کرو تو بہتر ہے اور اگر آپ ذکر کرتے ہو تو پھر اللہ سے محبت کی شرط ضروری ہے۔ محبت شرط نہ ہو اور آپ صرف خالی ذکر کرتے جا رہے ہو تو کیا ذکر کرتے جا رہے ہو! آپ تو وہاں خانہ کعبہ میں جا کر بھی جھگڑا کرتے ہو اور گناہوں کے پورا ہونے کی دعائیں کرتے ہو کہ یا اللہ میری لاٹری نکل آئے، تُو تو سچا رب ہے، میرا جواء ہی لگ جائے، یا اللہ تیرا کیا جاتا ہے اگر ہمارا گھوڑا جیت جائے، ہمارے گھوڑے کا نمبر چار ہے اور اس نے ڈربی ریس جیتنی ہے اور ہمارے پیر صاحب بھی تو ریس کھیلتے ہیں۔ تو پھر وہ پیر ہی کیا جو ریسیں کھیلتا ہے اور جوا کھیلتا ہے اور وہ مرید ہی کیا جو ڈربیاں کھیلتا ہے اور وہ دین ہی کیا جو ریسیں جتواتا ہے اور وہ فقیر ہی کیا جو نمبر بتاتا ہے۔ تو یہ سب فراڈ ہے، اس سے بچو! سیدھی سادی بات ہے کہ دین کے اندر پورے کا پورا کچرا شامل ہو گیا حالانکہ یہ خالص دین تھا۔ تو آپ دنیا کماؤ اور اللہ کرو اوُر اللہ سے محبت کرو، یہ دنیا یہاں عارضی ہے اور آپ نے اِس دنیا سے نکل کر اُس دنیا میں جانا ہے۔

او وی اک اڈاری سی تے اے وی اک اڈاری ہے

تو وہ بھی ایک اڑان تھی اور یہ بھی ایک اڑان ہے۔ تو پہلے ایک "اڈاری" یہ تھی کہ آپ وہاں سے یہاں اڑ کر آ گئے اور پھر یہاں سے اڑ کر وہاں چلے جانا ہے، کھیل ختم ہو جائے گا، جو دانہ چگا ہے کھایا ہے پیا

ہے' یہ کافی ہے That's all! ۔ تو آپ نے یہاں سے نہ کچھ حاصل کیا ہے' نہ کچھ Gain کیا ہے نہ کچھ کھویا۔ اور یہ اللہ کا کام ہے کہ اس نے اٹھا کر یہاں رکھ دیا اور پھر یہاں سے وہاں رکھ دیا۔ ایک لہر پتھر کو کنارے پر پھینک گئی اور دوسری لہر آئی تو پتھر کو واپس لے کر چلی گئی اور پھر وہ سمندر میں چلا گیا۔ تو یہاں کی بات اتنی ساری ہے کہ آپ نے اپنی نیت کو دریافت کرنا ہے اور اپنے آپ کی اصلاح کرنی ہے۔ باقی یہ کہ ذکر' پیر' مشائخ' طریقتیں اور شریعت یہ سب برے آدمی کے کام کے نہیں' تو برے آدمی کو کلب وغیرہ میں جانا چاہیے' جو نیت کا برا ہے۔ اگر نیت اچھی ہے تو پھر سبحان اللہ' یہاں منفعت ہی منفعت ہے' مال بھی ہے اور دنیا بھی ہے۔ بس آپ کی نیت اچھی ہو۔ تو نیت کی اصلاح بہت ضروری ہے۔ اچھی نیت کا کیسے پتہ چلے گا؟ نیت اس آدمی کی اچھی ہوتی ہے جس کو دین اور دنیا میں کبھی مقابلہ آ جائے تو وہ دنیا کو دین پر نثار کر دے۔ تو ایسے شخص کی نیت اچھی ہوتی ہے۔ نیت اس شخص کی اچھی ہوتی ہے جسے یہاں رہنے اور آخرت پر غور کرنا پڑ جائے تو وہ آخرت کو ترجیح دے' نیت اس کی اچھی ہے جو اولاد کی بجائے والدین کی طرف رجوع کرے' بزرگوں کی طرف رجوع کرے اور بزرگوں کی طرف جس کی لگن ہو اور جو چاہتا ہو کہ اس کا اللہ کی طرف رجوع ہو جائے' ہاتھ سامان سے بھرنے کی تمنا نہ رکھتا ہو' بس وقت اچھا گزرتا جائے' عزت کے ساتھ اور ادب کے ساتھ۔ باقی یہ کہ عبادت گاہوں میں بڑی ہلچل رہی ہے۔ تو ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرما دیا کہ یہ مسجد ہی گرا دو اور اب یہ پورا راز ہے اور یہ آپ کے سوال کا جواب ہے۔ کہ ہم مسجد کیسے گرا دیں؟ تو اللہ نے فرمایا کہ یہ مسجد منافقین کی ہے۔ تو اگر منافق

مسجد بنائے تو پھر مسجد ہی گرا دو۔ گویا کہ اسلام کے خلاف بد نیت لوگ جو ہیں اسلام جیسا عمل کر رہے ہوں تب بھی غلط ہے۔ تو یہ منافقین کی بات ہے۔ منافق کلمہ پڑھ رہے ہوں تب بھی کلمہ نہیں ہے' منافق اللہ اللہ کر رہے ہوں تب بھی اللہ نہیں ہے لیکن یہ اللہ کہہ سکتا ہے کہ یہ منافق ہے۔ آپ کو منافق کی پہچان نہیں ہے۔ ایک دفعہ ایسا واقعہ ہوا کہ اطلاع ملی کہ ایک کافر کو مارا گیا ہے جب کہ اس نے مرتے وقت کلمہ پڑھ لیا تھا۔ پوچھا گیا پھر آپ لوگوں نے اسے کیوں مارا؟ انہوں نے بتایا کہ وہ ویسے ہی جھوٹا کلمہ پڑھ رہا تھا۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل کھول کر دیکھ لیا تھا کہ یہ جھوٹا ہے یا سچا ہے؟ تو تمہیں کیسے پتہ چلا؟ جب تک آپ کو یقین نہ ہو فیصلہ نہ کریں۔ اگر وہ کلمہ جھوٹا ہی پڑھ رہا ہو' آپ کو تو وہ نہیں نظر آئے گا۔ منفعت اس کی نہیں ہو گی یعنی جھوٹا کلمہ پڑھنے والے کی منفعت نہیں ہو گی لیکن سننے والا منافق کہنے سے پہلے فیصلہ کرنے میں احتیاط کرے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اس کو جھوٹا کہہ کے بے شمار لوگوں کو نقصان پہنچا دو۔ اس لیے اس میں اصلاح اپنی ہوتی ہے کہ اپنی نیت کی اصلاح کرو اور اپنے رفقاء کی نیت کی اصلاح کرو اور یہ پیغام دو کہ نیت کی اصلاح ہونی چاہیے اور کسی کو بد نیت نہ کہو۔ آپ نام لے کر کسی کو بد نیت نہ کہو کہ تو بڑا بد نیت ہے۔ ہاں بد نیت آدمی اچھی نیت والوں میں ہوتے ضرور ہیں۔ جہاں مکان ہوتے ہیں وہاں چور ضرور ہو گا اور چور بھی بڑی دعا کرتا ہے کہ اس وقت ان کی آنکھ لگ جائے۔ جب چور کی آنکھ کھلتی ہے تو لوگوں کی آنکھ لگ جاتی ہے اور وہ اپنا کام کر کے چلا جاتا ہے۔ تو آپ اس لیے یہ دیکھیں کہ اللہ کو پکارنے والا اللہ کو نہیں پکار رہا ہے بلکہ اپنی خواہش کو پکار رہا ہے

اور اس نے اپنی اس خواہش کا نام "اللہ" رکھا ہوا ہے۔ اس لیے آپ لوگ دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کی نیتوں پر مہربانی کرے اور ان کو اچھا کر دے تاکہ آپ کی نیت بیمار نہ ہو۔ نیت صحیح ہونی چاہیے۔ پھر ذکر کا بہت فائدہ ہے۔ پھر آپ کو کوئی ایسا واقعہ نظر نہیں آئے گا کہ ذکر کرنے کے دوران آپ کو سانپ نظر آئیں یا بچھو نظر آئیں۔ پھر تو آپ کو نور ہی نور نظر آئے گا' روشنی نظر آئے گی' اجالا نظر آئے گا ———

اب آپ لوگ اور سوال کریں ———

سوال :۔

میرا ایک کام نہیں ہو رہا تھا تو میں نے آیت کریمہ کا "لکھ" نکالا تو میرا کام فوراً" ہو گیا——اس بارے میں کچھ فرمائیں ———

جواب :۔

جن لوگوں کا کام آیت کریمہ کا لاکھ نکلوانے سے ہو گیا انہیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ویسا کام کیا ان لوگوں کا بھی ہوا جو ایمان بھی نہیں لائے' کیا ایسے کام ہوتے ہیں کہ نہیں ہوتے؟ کوئی کہتا ہے کہ آیت کریمہ کا لاکھ نکالا اور دس دفعہ نکالا تو میرا بیٹا پیدا ہوا۔ اور اتنے بچے ہیں کہ سکول میں داخلہ نہیں ملتا' چھوٹے چھوٹے بچے موٹر سائیکلوں کی دکانوں پر کام کرتے ہیں' کہتا ہے کہ یہ گھر سے نکلے ہوئے بچے ہیں' یہ آوارہ بچے ہیں' جب ذرا بارش ہو جائے تو گلیوں میں بے شمار بچے نکل آتے ہیں چاہے سردی ہو چاہے گرمی ہو' تو یہ بچے جو ہیں ان کے لیے انھوں نے کون سا لاکھ نکالا تھا۔ تو غریبوں کے ہاں بے شمار بچے پیدا ہوتے ہیں۔ آپ لنگر پکا لو تو لینے والے بے شمار بچے نکل آئیں گے۔ شہر بچوں سے بھرا ہوا ہے' لڑکوں سے بھرا ہوا ہے' تیرا ایک بیٹا پیدا ہو گیا اور یہ دیکھو کہ لوگوں کے

کتنے بیٹے پیدا ہوئے ہیں' پھر پرائمری سکول کتنے ہیں اور کتنے لڑکوں کے شام کے سکول ہیں اور کتنوں کو داخلہ نہیں ملا۔ لڑکے ہی لڑکے اور ڈھیروں ہی ڈھیر ہیں اور یہ سب بغیر لاکھ نکالنے کے ہیں اور کئی لاکھ لڑکے ہیں۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ماننے والے اپنے آپ کو تسلی دینے کے لیے یوں کہتے ہیں کہ یہ کام یوں ہوا۔ وہ تو اللہ کا کام ہے' وہ تو کرتا رہے گا اور اللہ اپنے کام کرتا ہی رہتا ہے۔ اللہ کو آپ کبھی بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہاں پر اس نے یہ کام اس فارمولے سے کیا۔ بعض اوقات وہ تو پیغمبروں کی بات نہیں مانتا۔ ہم آپ کو یہ بتا رہے ہیں کہ اللہ بات مانے تب اللہ ہے اور نہ مانے تب اللہ ہے۔ اللہ آپ کا کام کر دے تب بھی آپ اس سے محبت کرو اور اگر وہ آپ کا کام تمام کر دے تب بھی آپ اس سے محبت کرو اور کہو کہ تُو اللہ جس طرح راضی ہے ہم بھی ویسے ہی راضی ہیں۔ کہیں آپ یہ نہ کہہ دینا کہ Love کے ساتھ اللہ نے یہ بات مان لی۔ وہ اپنی مرضی سے مانتا ہے اور وہ جب چاہے تو گناہ کو معاف کر دیتا ہے اور چاہے گناہ کو نیکی بنا دے' چاہے تو عبادت کو واپس کر دے' یعنی شیطان ان گنت سالوں تک عبادت کرتا رہا' تو ابلیس انکار سے پہلے بے شمار سال تک عبادت کرتا رہا ہو گا' وہ انکار سے پہلے اقرار میں تھا' اور پھر اللہ نے اس کی ساری عبادت رائیگاں کر دی۔ یہ اللہ کی شانِ بے نیازی ہے اور آج تک کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ کوئی شیطان کی سفارش کرے۔ حالانکہ لوگ اللہ سے بڑے بے تکلف بھی ہوئے کہ جو ہم چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کر دیتا ہے مگر آج تک کسی نے شیطان کی سفارش نہیں کی کہ یا اللہ اس کو بھی معاف کر دے۔ پھر وہ بھی پھنس جائے گا۔ تو جس کا ابلیس دوست ہے وہ بھی لعین اور رجیم ہو گیا۔ تو

مطلب کیا ہوا؟ کہ اللہ عبادت بھی رائیگاں کر سکتا ہے' معصیت کو قبول بھی کر سکتا ہے' چاہے تو یتیموں کو پیغمبر بنا دے اور

جاگنے والوں کو محروم وہ عالم رکھا
سونے والے ہے کیا ساری خدائی تیزی

تو وہ جاگنے والوں کو محروم کر سکتا ہے۔ یہ تو اللہ کے کام ہیں:

نقطے کو اگر چاہے تو بسم اللہ بنا دے
بے نطق کو چاہے تو کلیم اللہ بنا دے

جس کو جو چاہے کر سکتا ہے' یہ اس کی شان ہے اور وہ کرنا اپنی شان سے ہے۔ کہیں اس کی شان کا فارمولا نہ بنا دینا کہ ادھر سے ہم نے یہ پڑھا اور اللہ نے ایسی ہماری بات مانی جیسے تیر تلوار کی بات ہوتی ہے۔ وہ اللہ ہے اور بس۔ یہی اللہ ہے کہ وہ جو چاہے کرے۔ وہ چاہے تو آپ کو بغیر سبب کے پیسہ عطا کر دے اور چاہے تو محنتوں کو فاقے سے گزارے۔ انسان صبح و شام محنت کرتا جا رہا ہے' کرتا جا رہا ہے لیکن اسے کچھ نہیں ملتا کیونکہ یہ اس کی مرضی ہے۔ وہ اگر نوازنے پہ آئے تو زمانہ نواز دے اور اگر تنگی آ جائے تو وہ تنگی کر دیتا ہے' یہ اس کا کام ہے۔ تو اس کا ایسا فارمولا کوئی نہیں کہ جس کو آپ یہ کہہ سکیں کہ اس کا یہ فارمولا سو فیصد ہے کہ یہاں اللہ بات مانے گا۔ اللہ مانے گا تو اپنی مرضی سے مانے گا۔

اودیاں او جانڑے توں اپنی توڑ نبھا

تو وہ اپنی بات خود جانتا ہے اور تو اپنا عمل جاری رکھ۔ حکم یہ ہے کہ انسان ہی اللہ کی بات کو مانے اور یہ حکم بڑا خوب صورت ہے۔ تو وہ چاہے تو محتاج کو بادشاہ کر دے اور چاہے تو بادشاہوں کو محتاج کر دے' وہ چاہے تو

معزول کر دے' چاہے تو سرفراز کر دے' وہ چاہے تو عنایت کر دے اور اگر اس کا دل کرے تو خود ہی قرضہ مانگ لے' یہ بھی اس کی مہربانی ہے کہ کبھی دیتا ہے اور کبھی مانگنے آ جاتا ہے' خود ہی بیماری دیتا ہے اور خود ہی شفاء دیتا ہے۔ ایک بات یاد رکھنا کہ بے شک سالہاسال دعا مانگو مگر ایسا نہیں ہو گا کہ موت نہ آئے کیونکہ کل نفس ذائقة الموت کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ اس نے وجود کو عدم نہ بنایا ہو۔ کل من علیہا فان یہاں پر ہر شے فانی ہے۔ اب یہاں دعا کیا کرے گی کیونکہ آپ "علیہا" میں آ گئے' یعنی آپ اس گروہ میں آ گئے جو زمین پر وارد ہے' اور جو زمین پر وارد ہوا ہے اس کی فطرت اجتماعی فطرت ہے اور اجتماعی عاقبت ہے' وہ اسے کہتا ہے کہ واپس جاؤ تو وہ کہتا ہے کہ ہم تو ابھی آئے ہیں مگر وہ کہتا ہے ابھی جاؤ!! اس کا نام ہے امرِ الٰہی۔ تو کہتا ہے کہ جاؤ! انسان پوچھتا ہے کہ کدھر جائیں تو اللہ کہتا ہے کہ ادھر ہی ہمارے پاس آؤ۔ یہ واقعہ وہ کرتا رہتا ہے۔ تو جب تک آپ یہاں ہیں آپ بات کو سمجھیں۔ اس لیے لاکھ نکالنے کی بات نہیں ہے بلکہ بات اللہ کریم کی مرضی کی ہے۔ تو وہ جو چاہے کرے' وہ کن سے فیکون کرتا ہے اور اپنے ارادے سے کرتا ہے۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون وہ جس چیز کا امر کرے یا ارادہ کرے تو اس کو کہہ دیتا ہے' کیا کہہ دیتا ہے؟ کہ ہو جا! پس وہ ہو جاتی ہے۔ یہ نہیں کہ کسی انسان نے کہا ہو کہ یا اللہ ایسا کر اور اس نے ایسا کر دیا ہو۔ خیر! وہ ایسا نہیں کرنے کا' کر بھی سکتا ہے لیکن یہ فارمولا نہیں ہے۔ وہ بے نیاز ہے۔ اس لیے آپ بڑی احتیاط کرنا' اللہ تعالیٰ سے عاجزی کرتے رہو' خواہش پوری ہو یا نہ ہو' آپ دعا کرتے رہو لیکن آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ دعا یوں

منظور ہو جائے گی۔ عام طور پر کہتے ہیں کہ یہ دعا فلاں جگہ پر منظور ہو گی' وہاں بزرگ سے منظور ہو گی۔ یہ باتیں تو سب لوگوں کے ساتھ ہوتی رہتی ہیں جیسا کہ جی فلاں جگہ گئے تھے تو پھر یہ لڑکا پیدا ہو گیا۔ لڑکے بھی ڈھیروں ڈھیر پیدا ہوتے رہتے ہیں اور لڑکیاں بھی پیدا ہوتی رہتی ہیں' امیر بھی بے شمار پھرتے ہیں' کاریں اتنی ہیں کہ رستہ نہیں ملتا اور پیدل اتنے لوگ ہیں کہ آپ کو کار نظر نہیں آ سکتی' اتنے ڈھیروں ڈھیر لوگ پیدا ہوئے ہیں' بندے ہی بہت سارے ہیں۔ کہیں اوپر سے کوئی کاروائی ہو جائے یعنی بندوں کی لوڈ شیڈنگ نہ ہو جائے۔ اللہ ہی حافظ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ڈھیروں ڈھیر ہی بندے ہو گئے ہیں اور باغی بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔ اس کی مرضی ہے' اسے مجبور کرنے والا کوئی بھی نہیں اور اس کو پابند کرنے والا کوئی بھی نہیں' وہ زمان و مکاں ہر شے سے آزاد ہے۔ جو باپ اولاد سے آزاد ہو گیا تو اس کے متعلق کیا کہو گے؟ تو وہ ہر شے سے آزاد ہے۔ کچھ بھی نہ ہو تب بھی وہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو "اللہ" ہی رہنے دیا جائے۔ اللہ کبھی فارمولے میں نہیں آئے گا۔ ایک جگہ پر ایک بزرگ تقریر کر رہے تھے' کہنے لگے کہ دیکھو ہم لوگ عبادت نہیں کرتے' اب لوگوں کی توجہ آ گئی کہ ہم لوگ پوری طرح دین میں داخل نہیں ہوئے' توجہ نہیں کرتے پھر کہا کہ تم لوگ نماز نہیں پڑھتے' تم لوگ روزہ نہیں رکھتے' تم لوگ عبادت نہیں کرتے' اگر تم لوگ اسلام کے مکمل اصولوں پر چلو تو تمہاری قومی زندگی بہت خوب صورت ہو جائے گی۔ یہ ہماری جماعتوں کا پورا منشور ہے کہ اے مسلمانو! پوری طرح اسلام میں داخل ہو جاؤ' عبادت کرو' روزے رکھو' پابندی کرو' تو پھر تمہیں بین الاقوامی برادری کے اندر سرفرازی مل جائے گی' تمہارے بھی

ایٹم بم ہوں گے' تمہارے بھی کارخانے چلیں گے اور تمہارے پاس بھی بڑا مال ہو گا۔ وہاں ایک سادہ سا مرید بیٹھا ہوا تھا کہنے لگا کہ سرکار آپ یہ تو فرمائیں کہ جن لوگوں کے پاس ایٹم بم ہیں اور کارخانے چل رہے ہیں وہ تو مسلمان ہی نہیں ہیں اور ہمارے ساتھ یہ ہے کہ ہم دین میں داخل ہوں گے تو پھر ہماری موٹر چلے گی' تو یہ چلا تو کیا چلا۔ ثابت کیا ہوا؟ کہ علمائے کرام اور مشائخ کرام دعوتِ دین جو ہے اس انداز سے دیتے ہیں کہ اس سے آپ کی دنیا کی بھی بہتری ہو جائے گی حالانکہ دنیا کی بہتری اللہ کے نہ ماننے والوں کے پاس بھی ہے۔ جہاز ان کے ہیں' ان جہازوں پر بیٹھ کر آپ حج کے لیے جاتے ہو' آپ کا حج جو ہے یہ اسلام کا بڑا فنکشن تھا لیکن یہ بھی آپ دے بیٹھے ہیں۔ آپ سب کو پتہ ہے کہ حج کے لیے پیسے جمع کرتے رہتے ہو کہ میں نے حج کرنا ہے' پیسے گن گن کر جمع کرتے رہتے ہو' کمیٹیاں جمع کرتے رہتے ہیں کہ اس دفعہ حج ضرور کرنا ہے' سمندری جہاز سے نہیں جانا ہے بلکہ بائی ایئر جانا ہے' تو آج کل کتنا خرچہ آئے گا' وہاں سے سامان بھی تو لانا ہے' تقریباً" اس وقت پچیس تیس ہزار روپے خرچ آتا ہے اور وہ ہم گن گن کر بنا رہے ہیں تو یہ مال کس کے پاس جائے گا؟ اُس کے پاس جس کمپنی نے یہ بوئنگ بنایا ہے اور وہ تو یہودی ہے۔ سامان کس کا بکے گا؟ جو سامان بنانے والے ہیں یعنی فرانس کے لوگ' الیکٹرونکس ساری جاپان کی ہے' یہاں سے حج کے لیے جانے والا جاپان کو خرید کر آئے گا۔ سمندر اُن کے' جہاز ان کے' دوسرے واقعات بھی ان کے' سودا بھی ان کا' خریداری بھی ان کی' خانہ کعبہ میں جو آپ پتھر لگاؤ گے وہ بھی ادھر سے آئے گا' ٹیوبیں لگاؤ گے تو وہ بھی کسی یہودی کی بنی ہوں گی ——— تو جب آپ یہ سامان لے کر

آؤ گے تو حج کی ساری منفعت Ultimately' آخر کار ان کو جائے گی اور آپ دیکھتے چلے جاؤ گے اور کہو گے کہ میں حج کر کے آگیا ہوں' اللہ کا حج کر آیا' اللہ کے گھر کو دیکھا' اور یہ سامان لایا ہوں' یہ مشین لایا ہوں ----- تو سب یہ لے کر آ جاتے ہیں اور یہ بہت بڑا حج کر کے آتے ہیں۔ تو یہ کیا حج کر کے آئے ہیں؟ آپ لوگوں کی کتابیں بھی دوسرے ملکوں میں چھپتی ہیں۔ قرآن کریم بھی جرمنی میں چھپتے ہیں اور علاقوں میں بھی چھپتے ہیں اور اچھے چھاپے خانے بھی وہاں ہیں۔ آپ کی جائے نماز بھی وہاں ان یہودی علاقوں میں بنتی ہے۔ اب جائے نماز پر قطب نما بھی ایسا لگایا ہے کہ پتہ چل جائے کہ خانہ کعبہ کدھر ہے۔ یہ سارے واقعات ادھر کے ہیں حتیٰ کہ وہ تسبیح بھی بنانے لگ گئے ہیں۔ اور آپ جا کے یہ چیزیں خرید کر لے آتے ہیں۔ ایک آدمی سگریٹ کیس بھی مدینے شریف سے لایا اور ایک خوب صورت ایش ٹرے بھی لایا اور کہتا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانے کے بالکل سامنے یہ دوکان ہے۔ تو آج کل کا مسلمان یہی کرتا رہے گا۔ آپ کی ہر نیکی اور ہر جذبے کی قیمت Ultimately وہ یہودی لے لے گا۔ وہاں بیمار ہو جاؤ تو دوائی بھی میڈ ان انگلینڈ ملے گی اور ان کے ہسپتالوں میں ساری ولایتی دوائیاں ہوتی ہیں' یہودیوں کی بنی ہوئی دوائی۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ سارا حرام ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ مدینے شریف کے اندر اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے اور وہ کسی کافر کمپنی کی بنائی ہوئی دوائی کھائے گا تو میری طرف سے اس کو اجازت نہیں ہے' مر جائے تو بہتر ہے۔ اور یہ وہاں کی بنی ہوئی دوائی کھاتا ہے کیونکہ ہمارے ہاں دوائی میں ملاوٹ ہو گی اور ہم دوائی بنانا جانتے نہیں ہیں بلکہ ہم تو صرف دعا جانتے ہیں کہ ایک لاکھ درود شریف پڑھ

لیں' سوا لاکھ آیت کریمہ پڑھ لو اور ہمیں کسی بات کا پتہ نہیں ہے۔ ہمارا ایک پرانا حکیم بو علی سینا تھا' اس کے بعد ہماری حکمت بھی ختم ہو گئی' ہماری ڈاکٹری بھی ختم ہو گئی اور طبِ یونانی' تو یونان بھی ان کا علاقہ ہے یعنی دیوی دیوتاؤں کا علاقہ ہے' لوگ یونانی ایسے کہتے ہیں جیسے یہ شیخوپورہ کا ہو۔ یونان ہمارا علاقہ تو نہیں ہے' وہ تو ادھر کا علاقہ ہے۔ طبِ مشرق کدھر کی ہو گی؟ وہ انڈیا کی ہو گی۔ آپ نے سارے واقعات کو گڑ بڑ بنا دیا ہے بلکہ چکر چلا دیا ہے' اور نام رکھا ہے پیر خانہ' نام رکھا ہے عبادت گاہ' نام رکھا ہے مولوی صاحب' اور مولوی صاحب کا دارالقرآن کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا ہے۔ بڑے بڑے مدرسے بناتے ہیں اور بڑے بڑے فقہ بناتے ہیں۔ میں سیاسی جماعتوں کی بات کر رہا ہوں کہ وہ یہ کہتے ہیں پہلے آپ لوگ صرف مسلمان تو ہو جاؤ اور مسلمان بنتے بنتے بندہ مر جاتا ہے' تو نہ اسے حکومت ملتی ہے اور نہ اسے دنیا نظر آتی ہے اور نہ سمجھ آتی ہے۔ ان میں ایک خاکسار جماعت ہے' اللہ تعالیٰ ان کے درجات میں اضافہ فرمائے اور یہ اس زمانے کی بات ہے۔ انہوں نے مسجدوں کے اندر رجسٹر رکھے ہوئے تھے' یہ علامہ مشرقی کے زمانے کی بات ہے جب یہ تحریک بنی تھی۔ تو رجسٹروں میں محلے کے سارے لوگوں کی حاضری لگتی تھی اور جو وقت پر نماز نہیں پڑھتا تھا تو امیر مسجد جو تھا وہ اس کو درہ مارتا تھا' باپ نہیں آیا تو بیٹا درہ مارے گا' بیٹا نہیں آیا تو باپ اس کو درہ مارے گا۔ باقاعدہ نماز ہوتی تھی' جیب میں چنے رکھتے تھے اور ان کو کھاتے تھے اور ان کو کہا گیا تھا کہ کم پیسوں میں گزارہ کریں۔ ایک دفعہ شاہ عالمی میں میٹنگ کی گئی اور اس میٹنگ میں علامہ مشرقی نے لوہاری گیٹ آنا تھا تو انہوں نے ٹانگے والے سے بحث کرتے ہوئے کہا کہ دو آنے کی بجائے

چھ پیسے لے لو' بحث کرتے کرتے انہوں نے میٹنگ کا ٹائم ہی گزار دیا۔ کیا بات سمجھے؟ کئی لوگ کفایت شعاری کرتے کرتے مر گئے اور اسلام درست کرتے کرتے مر گئے' اس طرح نہ تو اسلام نے درست ہونا ہے اور نہ کفایت شعاری ہو گی۔ اسلام تو بہت پہلے ہی مکمل ہو گیا ہے۔ پاکستان کے اندر کسی ایک جماعت کا نام اگر اسلامی رکھ دیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ باقی ساری جماعتیں غیر اسلامی ہیں' وہ کہتے ہیں کہ ہم اسلامی ہیں یعنی اسلام کا نظامِ عالم ان کو سونپ دو۔ ایسی جماعتوں کی مخالفت نہ انڈیا سے آئی ہے اور نہ افغانستان نے' نہ انہیں ہندو نے روکا ہے بلکہ مسلمان کے مقابلے میں مسلمان کھڑا ہو گیا ہے' تو مسلمان ہی روک رہا ہے۔ ہر آدمی ہر آدمی کے خلاف ہے بلکہ آدھی قوم آدھی قوم کے خلاف ہے۔ یہ بات کیا ہے؟ بات بڑی خطرناک ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلام کی آپ کو سمجھ نہیں آتی اور زندگی آپ کو راستہ نہیں دیتی ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ کبھی آپ ذکر کرتے ہو' کبھی آپ مسجدوں میں جاتے ہو اور کبھی خانقاہوں میں جاتے ہو اور کبھی آپ کہیں جاتے ہو۔ آپ نے انسان بننا تھا اور بڑا سچا انسان بننا تھا اور یہ دین سچا تھا اور اس میں سب نے اتفاق کرنا تھا' کوئی ایسا لیڈر پیدا کرنا تھا جو ساری قوم کے لیے متفقہ طور پر قابل قبول ہوتا اور اس طرح بات ٹھیک ہو جاتی۔ یہ تو آدھے آدھے لیڈر ہیں' ایک ایک طبقے کے' گروہ کے لیڈر ہیں۔ آپ کے ہاں کئی لیڈر شہید ہیں اور جس شہید کا ہمیں تصور دیا گیا ہے وہ اور ہی ہے۔ مدعا یہ ہے کہ شہادت وہی جو دین کے لحاظ سے ہے اور شہید لوگ اپنی شہادت کی خود ہی حفاظت کرتے ہیں۔ دین کے واقعات ہی اور ہوتے ہیں اور دین بڑی شے ہوتا ہے۔ اس لیے آپ لوگ دعا کرو اور

ضرور کرو کہ یا اللہ تو نے اس دین کی حفاظت کرنی تھی' تو آپ ہی حفاظت فرما۔ اب تو آپ ہی اس دین کی حفاظت کر' ہم سے تو صرف یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے گھر کی حفاظت مشکل سے کر سکتے ہیں' ہم اپنی غریبی کی حفاظت بڑی مشکل سے کر سکتے ہیں' غریبی ایمان میں رہے تو بڑی بات ہے ورنہ غریبی میں ایمان بہت مشکل چیز ہے۔ آج کل ایسی مجبوری آگئی ہے کہ لوگوں کو غریبی کی مایوسی آگئی ہے۔ اس لیے آج کل غریب آدمی ایمان محفوظ رکھے تو ایسا غریب بڑی ہمت والا ہے ورنہ ایمان خطرے میں ہے۔ آپ لوگ دعا یہ کریں کہ اللہ تعالیٰ خود ہی حفاظت کا کوئی انتظام فرمائے ورنہ یہ قوم آپس میں تقسیم ہو کے مر جائے گی اور یہ قوم تقسیم تو ہوئی پڑی ہے کہ آدھے بندے آدھوں کے خلاف ہیں۔ اسلامی جماعت تو ایک ہونی چاہیے لیکن یہاں تو سات اسلامی جماعتیں ہیں اور جب بھی کبھی پیپلز پارٹی کا زمانہ آیا تو وہ ایک جماعت ہوتی ہے اور یہ سات جماعتیں ہوتی ہیں اور یہ سات آپس میں الگ الگ ہوتے ہیں اور پھر کوئی نظام مصطفیٰ ڈھونڈنا پڑتا ہے' اور پھر اور واقعات ہوتے ہیں اللہ سے رحم مانگتے ہیں کہ اپنے حبیبؐ کے نام پر رحم فرما ——— یہ ایسا نہیں کریں گے کہ ساری اسلامی جماعتیں ایک بن جائیں' خاکسار اور جماعت اسلامی ایک ہو جائے یا جمعیت علماء اور جماعت اسلامی ایک ہو جائیں۔ کیا یہ مشکل ہے۔ یہ دونوں ہی مسجدیں آباد کرنے والی جماعتیں ہیں' خود دونوں "قال اللہ" اور "قال رسولؐ اللہ" کرنے والے ہیں۔ تو ان کو دقت کہاں پر ہے؟ یہ ان کو پتہ نہیں ہے۔ چلو بریلوی دیوبندی کی دقت ہے کہ اس میں مشائخ کرام آتے ہیں' اور بھی لوگ آتے ہیں لیکن ان دونوں جماعتوں کے درمیان کیا دقت ہے؟

اہل حدیث اور اہل قرآن میں کیا وقت ہے؟ اہل حدیث اور اہل قرآن میں کیا فرق ہے؟ ایک جماعت دوسری جماعت سے کیا اختلاف کر رہی ہے' دونوں اللہ کا نام لینے والے ہیں' دونوں ایک جیسے بندے ہیں' تو دونوں بھائی اکٹھے ہو جانے چاہئیں۔ لیکن یہ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ تو وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے یہ اکٹھے نہیں ہو سکتے؟ وہ درمیان میں واقعہ کیا ہے؟ تو اگر ہمارے "بزرگ" قوم کو تقسیم نہ کریں تو پھر بزرگی کیسے چلے گی۔ تو اصل دقت یہاں پر پیدا ہوئی ہے۔ یہاں پر ایک کامیاب جماعت' تبلیغی جماعت ہے' اللہ اس کے درجات میں اضافہ کرے' بہرحال ہم اخبار میں پڑھتے ہیں کہ پانچ یا سات لاکھ کا مجمع تھا اور پھر اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ قوم کے لیے کیا نتیجہ نکلا؟ کہتا ہے کہ جی بس سات لاکھ کا مجمع تھا' وہاں پر بڑا ذکر و فکر ہوا اور جب دعا ہوئی تو رقت طاری ہو گئی' بڑی روحانی کیفیات تھیں۔ قوم کے ساتھ کیا ہو رہا ہے' خدا نخواستہ ملک کو کچھ ہو گیا تو پھر آپ دیکھتے رہ جاؤ گے' مسلمانوں کو ہندو نے شودر نہ بنایا تو پھر کہنا۔ کیا آپ نے ہندو کا زمانہ دیکھا ہے؟ یہ زمانہ کبھی نہ کبھی تو دیکھا ہو گا۔ ہندو کے زمانے میں لاہور کی جو مال روڈ ہے اس روڈ پر کسی مسلمان کی کوئی دکان' کوئی پراپرٹی نہیں تھی اور انارکلی کے اندر غالباً" کوئی ایک آدھ دکان مسلمان کی تھی۔ اور یہ مسلمانوں کی پراپرٹی کا عالم تھا۔ لاہور کے گورنمنٹ کالج میں کئی سالوں میں کوئی ایک مسلمان داخل ہوتا تھا' اس زمانے کے آئی سی ایس کے اندر دو تین مسلمان ہوئے' باقی سارے ہندو تھے۔ تو یہ مسلمانوں کا عالم تھا۔ اور ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت جا کر دیکھو تو شودروں سے بری ہے' اور آپ لوگ یہاں پر بیٹھے ہوئے کہتے رہتے ہیں کہ جی یہ کیا ہے اور وہ کیا ہے' ہم بہت

مسلمان ہیں اور وہ کم مسلمان ہیں اور آپ کیا کیا کرتے رہتے ہو ------ تو یہ ساری دقت ہوئی پڑی ہے اس لیے آپ لوگ سب مل کر فی سبیل اللہ اکٹھے ہو جائیں، اس سے پہلے کہ اوپر سے کوئی پتھر گرے کیوں نہ آپ سر جوڑ کر بیٹھ جائیں۔ پھر آپ کو ذکر فائدہ دے گا اور عبادت فائدہ دے گی ورنہ آپ مسجد کے اندر جھگڑتے رہو گے، حدیث اور فقہ کے بارے میں جھگڑتے رہو گے، یا رسول اللہ اور نعرہ رسالتؐ پر جھگڑا کرو گے اور اسی طرح بے شمار جھگڑے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر وحدت میں شامل ہوں، وحدتِ فکر بنا لیں۔ قائد اعظمؒ پر اتفاق ہو گیا اور چند دنوں کے بعد ملک بن گیا۔ تو ایک چھوٹا سا ایسا واقعہ ہونا چاہیے کہ ساری قوم مل کر کوئی ایسا انتظام کر لے کہ سارے ایک فکر میں ہوں، Develop ہو جائیں، اس طرح یہ ایک قوم بن جائے گی اور اسلام بھی Develop ہو جائے گا۔ آپ یہ دیکھو کہ اسلام کی سرفرازی کا دور وہی ہے جب مسلمان سرفراز تھے۔ تو ثابت کیا ہوا؟ کہ مسلمان کی سرفرازی ہی اسلام کی سرفرازی ہے اور اگر مسلمان پسماندہ ہو جائے تو یہ اپنے ساتھ اسلام کو بھی بدنام کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ پیسہ کون مانگ رہا تھا؟ کہتا ہے کہ مسلمان تھا، فقیر تھا اور پیسے مانگ رہا تھا، اس کی معاشی حالت خراب ہو گئی۔ ایسٹ پاکستان میں کون قید ہوئے تھے؟ کہتا ہے وہ مسلمان تھے ------ تو اس طرح تاریخِ اسلام تو ختم ہو گئی۔ تو مسلمان کا عمل برا ہو گا تو وہ کہیں گے کہ اسلام کے اندر یہ خامی ہے حالانکہ اسلام Perfect دین ہے، مکمل دین ہے، اللہ تعالیٰ کا دین ہے، اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ہے اور یہ آپ کو جمع کرنے کے لیے آیا کہ آپ سب مومن بھائی بھائی ہو۔

لیکن ہمیں تو یہ لگتا ہے کہ یا ایک طبقہ مومن ہے یا پھر دوسرا طبقہ مومن ہے کیونکہ یہ بھائی بھائی تو بنتے نہیں ہیں۔ اس لیے آپ لوگ یہ فیصلہ کریں کہ مسلمان کون ہے؟ میرا خیال ہے کہ کمزور مسلمان کو بھی ساتھ ملا لیں تاکہ یہ ایک وحدت بن جائے۔ تو بہت نیک آدمی جو ہے وہ ان کمزور مسلمانوں کے لیے دعا کرے۔ اب جو بچے آ رہے ہیں لگتا ہے وہ دین سے آزاد ہوں گے' دور ہوں گے' آپ ان کو جتنا مرضی سمجھاتے رہیں یہ نہیں سمجھیں گے' آپ لوگوں نے تو دین اپنے باپ دادا سے سیکھا ہے کہ وہ آپ کو باتیں کرتے کرتے دین سکھا دیتے تھے اور گھر کے اندر دین کی باتیں ہوتی تھیں اور اس طرح سارا دین گھر کے اندر ہی سکھا دیا جاتا تھا۔ اب آپ کے پاس بچوں کو دین سکھانے کا ٹائم ہی نہیں ہے کیونکہ آپ صرف انکم ہی حاصل کرتے رہے ہو اور بچوں نے سکول اور کالج سے دین سیکھا نہیں ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وقت ہونے کا یہ بھی ایک امکان ہے۔ اس سے پہلے یہ کوئی ہنگامہ ہو جائے اپنے بچوں کو دین کی موٹی موٹی باتیں سکھا دو کہ دین یہ ہے کہ ایک اللہ پر یقین رکھنا اور اس پر ایمان رکھنا اور اس سے محبت کرنا' وہ چاہے تو پیسہ دے دے تب بھی محبت کرنا' پیسہ لے لے تب بھی محبت کرنا' صحت بھیج دے تب محبت کرنا' بیماری بھیج دے تب محبت کرنا' یعنی کہ آپ مسلمان ہو اور مسلمان کیسا ہونا چاہیے؟ مسلمان ہر حال میں صحت' بیماری' فتح شکست دونوں میں' اچھے اور برے زمانے کے اندر اپنے اللہ پر پورا بھروسہ رکھتا ہے اور اللہ کے حبیب پاک ﷺ پر ایمان لانا کہ انسانوں کے اندر جو سب سے زیادہ مستند بات فرمائی گئی ہے وہ حضور پاک ﷺ کی بات ہے' آپؐ نے جو فرما دیا ہے وہ مکمل صحیح ہے ہر لحاظ سے اور عین صحیح ہے

______ اس کے علاوہ بات ہمیں سننے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ آپؐ کی بات سچی' آپؐ کا قول سچا۔ انسانی تاریخ میں سب سے زیادہ اور واحد' ایک انسان آیا جس کا قول اور عمل عین مطابقت رکھتے ہیں' وہ حضور پاکؐ کی ذات پاک ہے۔ باقی کسی کا بیان زیادہ ہے اور کسی کا عمل زیادہ ہے اور آپؐ ایک واحد ذات پاک ہیں کہ آپؐ کا عمل اور آپؐ کا علم پورا منطبق ہے۔ آپؐ نے جو فرمایا وہ کِیا اور جو کِیا وہی فرمایا۔ تو یہ بچوں کو سکھا دیا جائے۔ قرآن کو پڑھا جائے' یہ سچا کلام ہے اور اس کی حفاظت اللہ کریم نے کی ہوئی ہے' آنے والے زمانوں کے اندر' بہت جلد ہی دنیا کے سائنس دانوں کو قرآن پاک کی کرامت سمجھ آنے والی ہے' یہ ایسا کلام ہے اور مکمل کلام ہے اور یہ ضابطہ ہے اخلاق کا اور زندگی کا' شریعت کا سب سے اچھا راستہ ہے اور یہ سب سے اچھا دین ہے۔ باقی یہ آپ کی زندگی ہے' اس کے اندر آپ اچھے راستے اختیار کرو اور اپنی نیت صاف رکھو۔ یہاں آپ نے رہنا ہے اور پھر جانا ہے۔ اس کائنات کا بھی لحاظ رکھو اور اپنا بھی احساس رکھو' یہ چار دن کا میلہ ہے اور یہ آپ گزار جاؤ ______ آپ لوگ یہ باتیں بچوں کو ضرور سکھا دو اور ہو سکے تو بچوں کو قرآن کریم پڑھا دو اور یہ موٹی موٹی باتیں ان کو بتا دو کیونکہ ابھی تک بچوں کو بات نہیں ملی ہے۔ باقی یہ کہ سیاست کے میدان میں بہت سارا کچرا آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا بھی کوئی سبب بنائے گا' اس کا کوئی نہ کوئی سبب بننے والا ہے' بس اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرمائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم لوگ بگڑ ہی جائیں اور ضائع ہو جائیں' بڑی بڑی قومیں ضائع ہو گئی ہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کوئی بد قسمت قوم ہو جائیں۔ اس لیے آپ لوگ بہت دعا کیا کرو کہ یا اللہ بس تو ہم پر مہربانی

فرما کہ ہمیں یہ بات سمجھ نہیں آئی ہے' تو ذرا ہماری خاص مدد فرما تاکہ ہم As a nation ' قوم کے طور پر زندہ رہ جائیں اور یہ پاکستان As a country ' ملک کے طور پر زندہ رہ جائے۔ اور اگر وہ چاہے تو مہربانی ہو جائے۔ ہمارے پاس گُن کوئی نہیں رہ گئے' ہر آدمی پیسے میں پڑ گیا ہے' گنتی میں پڑ گیا ہے' پریشانی میں پڑ گیا ہے۔ اس لیے آپ لوگ درود شریف پڑھتے رہا کرو' اور درود شریف بھی لوگ کام کے لیے پڑھتے ہیں کہ یہ درود شریف کی محفل ہے اور پھر یہ دعا مانگتے ہیں کہ یہ کام ہو جائے۔ اب میں آپ کو نصیحت کر رہا ہوں کہ آپ درود کو درود کی حد تک پڑھو' بس آپ کا درود قبول ہو جائے اور آپ اگر کام نہ کراؤ تو کیا فرق پڑتا ہے' بلکہ آپ کام خود ہی کر لیا کرو۔ آپ کام کو درود کے ذریعے کیوں حاصل کرتے ہو' اگر آپ نے کوئی چیز خریدنی ہے تو بازار سے پیسے دے کر لے آؤ لیکن آپ اس کے لیے درود شریف پڑھتے جا رہے ہو کہ کار چاہیے۔ تو آپ جا کر خرید آؤ اور اگر کار نہیں خرید سکتے تو پھر کار کا خیال ہی چھوڑ دو' اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اب آپ لوگ یہ مہربانی کرو کہ درود شریف سے کار نہ لے کر آؤ۔ اتنی بات تو آپ لوگ مان جاؤ جو یہاں بیٹھے ہوئے ہو۔ آپ لوگ نماز سے دنیا نہ بناؤ' آپ دنیا سے دنیا بنا لو' آپ لوگ نمازیں پڑھ پڑھ کر دنیا مانگتے رہے اور اصل نماز آپ نے آج تک کہیں نہیں پڑھی۔ نماز کا مطلب یہ ہے کہ ماسوائے نماز سے بے نیاز ہو کر پڑھو کہ نماز کے علاوہ کوئی بات نہیں ہے۔ اگر اللہ پوچھے گا کہ میرے دربار میں نماز پڑھنے کیوں آئے ہو؟ تو وہ کہتا ہے کہ ہم صرف آپ کے سلام کے لیے آئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ضرور تمہیں کوئی کام ہو گا تو انسان کہتا ہے کہ میں واحد آدمی ہوں کہ مجھے کام کوئی نہیں ہے

میں تو صرف سلام کے لیے آیا ہوں۔ ورنہ عام آدمی پتہ ہے کہ کیا کرتا ہے؟ پہلے کہے گا کہ میں صرف آپ کے سلام کے لیے آیا ہوں اور آپ کی عبادت کے لیے آیا ہوں اور تھوڑی دیر بعد وہ کہے گا کہ معاف کیجئے گا آپ سے ایک چھوٹا سا کام بھی ہے۔ کیا کام ہے؟ کہتا ہے کہ میرا بچہ بیمار ہے اور کاروبار بھی کچھ کمزور ہے' فوری طور پر تھوڑے سے پیسے چاہئیں' میرے دشمن بہت ہو گئے ہیں' دوست کمزور ہو گئے ہیں اور دشمن طاقت ور ہوتے جا رہے ہیں' مجھے دو چار بندے بھی چاہئیں آپ میری مدد ضرور کریں' میرے دو چار مخالف بندے بھی مرنے چاہئیں' دو چار بندے اور ملنے چاہئیں تاکہ زمینیں آباد ہو جائیں اور کارخانہ چلنا چاہیے اور میں تو آپ سے ملنے کے لیے آیا ہوں اور مجھے اس کے علاوہ کام کوئی نہیں ہے ——— تو آپ نے دیکھا کہ یہ شخص صرف ملنے کے لیے آیا ہے اور ہر نماز میں یہ یہی کام کرتا رہتا ہے۔ تو اب آپ یہ چھوڑ دیں' کافی ہو گیا ہے' سیدھے ہی اللہ کی طرف جائیں اور اس کی محبت میں اور ادب میں جائیں۔ اللہ تعالیٰ بھی یہ جھوٹ سن سن کر تھک گیا ہو گا کہ یا اللہ ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور تیری ہی عبادت کرنے کے لیے آئے ہیں اور ہم مخلصین ہیں' اور پھر مسلمان ایسی ایسی باتیں کرتا ہے کہ بس ——— اللہ نے سچا دین بنایا ہے اور اللہ کے ساتھ جھوٹ بولنے والے مسلمان ہی نکلے۔ بڑا افسوس ہے' توبہ کرنی چاہیے۔ اللہ کے ساتھ جتنی باتیں مسلمانوں نے کی ہیں ان میں اکثر نے جھوٹ بولا۔ اس لیے خاص طور پر آپ لوگ سچ بولنا' سچ سمجھنا یا سچ ماننا یا سچ سوچنا شروع کر دو۔ یہ تو آپ کر سکتے ہیں کہ سچ سوچنا شروع کر دیں۔ آپ اپنے آپ کو دین کے لیے زندہ رکھیں۔ ایک بار پھر آپ دعا کر لیں

کہ یا اللہ ہم سب کی زندگی بہتر فرما‘ ہمارے حالات بھی بہتر کر دے اور ہمیں حلال کا اتنا رزق دے دے کہ حرام کی تمنا نہ رہے۔ اور اگر حرام کا چسکا پڑ گیا تو پھر بربادی ہے۔ حلال کا پیسہ اتنا مل جانا چاہیے کہ حرام کی تمنا ہی نہ رہے۔ بس یہ دعا کر لیں تو بہت بہتر ہے۔ باقی یہ کہ آپ لوگ کام کرو اور اپنی نیت کی اصلاح کرو‘ اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔ اس ملک میں ہم سب مسلمان ہیں اور اخبار میں پڑھتے ہیں کہ چوری ہو گئی‘ میں یہ سوچتا ہوں کہ سکھ یا ہندو آ کر چوری کر گیا ہو گا‘ بعد میں پتہ چلتا ہے کہ مسلمان ہی چوری کرنے والا تھا اور قریب ہی رہتا تھا۔ پھر کوئی قتل ہو گیا‘ کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ کوئی باہر کا بندہ آیا ہو گا‘ کوئی شیطان ہو گا یا پھر جن ہو گا لیکن کہتے ہیں کہ وہ اس کا کزن تھا اور وہ آپس میں رشتے دار تھے۔ تو گویا کہ مسلمانوں کے ملک میں غیر مسلمانی اعمال کرنے والے اگر کوئی ہوں تو پھر آپ بتاؤ کیا کہ آپ کا ملک ہے اور کیا آپ کی Nation ہے!

تو یہ دین سب سے اعلیٰ ہے اور لوگ جب دنیا میں دیکھتے ہیں کہ یہ مسلمان ہیں‘ تہذیب کا اور اخلاق کا سبق سکھانے والے‘ اور ان کی زندگی یہ ہے‘ تو وہ کہتے ہیں کہ تم تو جھوٹے ہو کہیں تمہارا دین جھوٹا نہ ہو‘ خدانخواستہ ———— جب تک لوگ آپ کو سچا نہ کہیں آپ دین کا پرچار نہ کیا کریں‘ آپ لوگ دین کی تبلیغ مت کریں جب تک لوگ آپ کو سچا نہ کہیں‘ جب لوگ آپ کو سچا مانیں گے اور پوچھیں کہ آپ کون ہو؟ تو آپ بتائیں کہ میں مسلمان ہوں‘ تب ٹھیک ہے۔ اور ایک جھوٹے آدمی سے لوگ پوچھیں کہ تو کون ہے؟ وہ اگر کہے کہ میں مسلمان ہوں تو وہ کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے‘ کاروبار غلط کرتا ہے‘ وعدہ خلافی کرتا ہے‘ اور اب تو کہتا ہے کہ میں مسلمان بھی ہوں‘ کیا تم اسلام

کے ماننے والے ہو؟ پرانے زمانے کے ہندو جو ہوتے تھے اگر ان کے سامنے کوئی مسلمان لڑکا جھوٹ بولتا تو وہ آگے سے یہ کہتے تھے کہ آپ مسلمان ہو کر جھوٹ بولتے ہو، مسلمان کو تو جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ اور اب یہ ہو گیا ہے کہ تم مسلمان ہو کر سچ بول رہے ہو؟ اب یہ مشکل ہو گئی ہے۔ گاہک جھوٹا' دکاندار جھوٹے' خریدار جھوٹے' سودا جھوٹا' ہر شے میں جھوٹ' دوائی میں ملاوٹ' خیال میں ملاوٹ' بات میں ملاوٹ اور حسنِ خیال میں بھی ملاوٹ۔ تو گویا کہ صحیح اخلاص نہیں پیدا ہو رہا۔ دعا کرو کہ اخلاص پیدا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ آپ کو مخلص بنائے' کم از کم اپنی ذات میں تو مخلص ہو جاؤ' اگر ایک بندہ مخلص پیدا ہو گیا تو ساری کشتی سلامت ہو جائے گی۔ آپ دعا کرو اور وہ ایک بندہ آپ کو ہونا چاہیے۔ لیکن آپ ضرور کوشش کرو اور دعا کرو۔ ہاں اور کوئی بات پوچھو

سوال :۔

ہوتا تو وہی ہے جو اللہ کرتا ہے اور اللہ کسی فارمولے کا پابند بھی نہیں ہے لیکن کچھ فارمولے بنائے بھی گئے ہیں۔

جواب :۔

لوگوں کو کام پر لگایا گیا ہے اور عوام الناس کو کام پر لگانا چاہیے۔ یہ عوام کی بات ہو رہی ہے۔ عربی میں ایک دعا ہے کہ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں بہتر زندگی دے' آخرت میں بہتر زندگی دے اور آخرت کے عذاب سے بچا۔ اس نے پہلے انہیں بتا دیا تھا کہ دنیا کی بہتر زندگی کیا ہوتی ہے۔ آپ کو پتہ

ہی نہیں ہے کہ دنیا کی بہتر زندگی کیا ہوتی ہے' آپ سمجھتے ہیں کہ فرعون کی زندگی دنیا میں بہتر ہوتی ہے' یعنی پیسہ بھی ہو اور طاقت بھی ہو اور دلیل دیتے ہیں کہ یہ قرآن میں لکھا ہوا کہ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ کہ یا اللہ ہمیں بہتر دنیا دے دے' مطلب یہ ہے کہ پیسہ دے دے' طاقت دے دے اور سیاست میں منسٹر بنا دے' بیٹا میرا بھی منسٹر ہو جائے ------- تو آپ یہ دعائیں مانگتے ہیں۔ اگر میں آپ کو یہ بتا دوں کہ دنیا کی بہتر زندگی وہ ہے کہ کھانے کو بھی نہیں ہے اور دنیا کے سارے بادشاہ مسلمانوں کی طاقت سے کانپ رہے ہیں' اور یہ ان لوگوں کی طاقت ہے جن کے پاس کھانے کو نہیں تھا۔ تو یہ بہتر زندگی ہے! اور سب سے بہتر زندگی حضور پاک ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کی ہے۔ یہی زندگی بہتر ہے ناں؟ تو اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی بھی ویسے کر دے۔ اب آپ اسے دعا کے طور پر قبول کرتے ہیں؟ کیا آپ نے کبھی یہ سنا کہ حضور پاک ﷺ کو فاقہ بھی آیا' کبھی سنا کہ لشکرِ اسلام کے پاس ٹوٹی زرہ' دو تین تلواریں اور دو تین گھوڑے تھے' تو یہ مسلمانوں کی حالت تھی اور وہ اچھی دنیا تھی۔ اب آپ کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں اچھی دنیا دے اور آپ اچھی دنیا کا تصور بڑا غلط رکھتے ہو کہ آپ کافرانہ زندگی کو اچھا کہتے ہیں۔ آپ یوں کہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں بہتر زندگی دے اور قرونِ اُولیٰ جیسے صحیح مسلمانوں کی زندگی دے' تو یہ عاقبت کی زندگی ہے۔ تو ایسی زندگی اچھی ہے۔ تو آخرت کی زندگی ان لوگوں کی ہے جو حضور پاک ﷺ کے Real حقیقی جانثاروں کی زندگی ہے۔ تو آپ یہ دعا مانگو کہ ہمیں آگ سے بچا' اور آگ جو ہے وہ ہے غریب کا' یتیم کا مال کھانا' اور یہ آگ ہے' یہاں بھی آگ ہے اور وہاں بھی آگ ہے۔ تو

آپ کہو کہ ہمیں دوزخ سے بچانا۔ اور یہ بات وہ جانتے تھے جو یہ مانگتے تھے کہ یا اللہ ہمیں دنیا کی بہتر زندگی دے۔ کون سی زندگی دے؟ جو اس سماج میں اس وقت تھی۔ اللہ کرے آپ کی یہ دعا منظور ہو جائے تو یہ ماحول فنافٹ ہی پرانا ہو جائے۔ اس لیے اچھا ہے کہ آپ کی دعا منظور نہیں ہوتی کیونکہ آپ کے پاس کچھ پیسے بینکوں کے لیے بچ جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ کرے سب کی دعا منظور ہو جائے۔ تو سب سے اچھی زندگی کون سی ہے؟ جس کا فاصلہ حضور پاک ﷺ کی زندگی سے کم ہو اور یہ اچھی بات ہے اور یہ ہونا چاہیے اور آپ اس زندگی کا اندازہ لگاؤ کہ وہ زندگی کیسی ہوتی ہو گی اور ان کی آخرت کیسی ہوتی ہے' جن کی آخرت حضور پاک ﷺ کے ساتھ ہو گی اور جنہیں ہم کہتے ہیں کہ ساقیِ کوثر و تسنیم ہیں۔ تو یہ اچھی زندگی ہے اور آخرت بھی ان کی اچھی ہے۔ اور اچھی زندگی کے بارے میں پھر آپ کو بتانا پڑتا ہے کہ کربلا میں بہت اچھی زندگی تھی' پہلے ایک بیٹا شہید ہو گیا' پھر ایک اور بیٹا شہید ہو گیا' پھر ایک واقعہ ہو گیا' پھر ایک اور واقعہ ہو گیا اور پھر درد کی داستان پیدا ہو گئی۔ تو یہ اچھی زندگی ہے۔ دعا کرو کہ آپ کو بھی نصیب ہو۔ آپ نے کہنا ہے کہ یہ دعا نہ کریں۔ تو یہ ہے آپ کی حالت کہ یہ دعا میرے لیے نہ کریں' حالانکہ یہ اچھی زندگی ہے اور آخرت بھی اچھی نظر آ رہی ہے اور سب سے اچھی نظر آ رہی ہے اور سب سے اچھی عاقبت بھی یہی ہے' کوثر و تسنیم کا ساقی وہی ہو گا جو دریا کے کنارے پیاسا رہے گا۔ آپ کہتے ہیں کہ اتنی جلدی نہ کریں۔ آپ نے کوکا کولا پینی ہوتی ہے اور پھر کہتے ہیں کہ ہم کربلا کے جانثار ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں ہیں کہ آپ لوگوں کی دعائیں منظور نہیں ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے کہ اگر میں ان کو ان کی دعاؤں کے حوالے کر دوں تو یہ سارے برباد ہو جائیں' مانگتے مانگتے ہمیشہ کے لیے برباد ہو جائیں۔ شکر کرو آپ کی ساری دعائیں منظور نہیں ہوئی ہیں اور اگر انسان کی تمام دعائیں منظور ہو جائیں تو انسان بالیقین دوزخ تک ہی پہنچ جائے۔ آپ کی ساری خواہشیں آپ کے حوالے کر دی جائیں تو خواہش بڑھتے بڑھتے آپ پھنس جاؤ گے' شہد کے اندر مکھی کی طرح پھنس جاؤ گے کہ وہ نہ شہد کو چھوڑتی ہے اور نہ پھر وہ اڑ سکتی ہے تو پھنستی پھنستی وہ غرق ہی ہو گئی۔ تو دنیا ایسی چیز ہے کہ اسے شہد کا ایک گڑھا سمجھو جس میں دنیا دار مکھی کی طرح جا رہا ہے۔ انسان کو کہا جاتا ہے کہ اس کے قریب نہ جا' کہتا ہے کہ تھوڑا سا کاروبار کرنا ہے' تھوڑا اور کرنا ہے۔ اسے پھر کہا جاتا ہے کہ راضی ہو جا' کہتا ہے کہ راضی نہیں ہوں' ابھی اور کام ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ گھنٹی بج گئی ہے اور تمہارا ٹائم ختم' اب تو بس کر دے' کہتا ہے کہ تھوڑا سا اور کر لینے دے۔ اتنے میں بیچارے کا End ہو جاتا ہے' خاتمہ ہو جاتا ہے ——— کیا کسی کا آج سے پہلے End نہیں ہوا' کیا اور سماج ختم نہیں ہوئے اور کیا بزرگ بھی نہیں چلے گئے۔ تو ان باتوں سے آپ کو دعاؤں کا مفہوم سمجھ آ جانا چاہیے۔ یہ اس پرانے مسلمان معاشرے کو پتہ تھا کہ ہم کیا مانگ رہے ہیں اور وہ عمل بھی ویسا کرتے تھے جیسا وہ مانگتے تھے' اور ہمارا معاشرہ اور ہو گیا ہے۔ اس لیے جو فارمولا بنایا گیا ہے وہ ماحول کے مطابق بنایا ہے' عوام الناس کو مصروف کرنے کے لیے بنایا ہے اور مفہوم جو ہے وہ صرف خواص کو دیا ہے' جس طرح قرآن حفظ کرنے والا حافظ قرآن ہو گا' اس نے محفوظ کر لیا اور یہ خوب صورت بات ہے' اب مطلب یہ ہے کہ آپ کا ریفرنس محفوظ ہو گیا لیکن

جو معنی جاننے والا ہے وہ اس سے بہتر ہو گا' جو عمل کرنے والا ہے وہ اور بہتر ہو گا' جو مفہومِ قرآن جاننے والا ہے وہ اس سے بھی بہتر ہو گا' اور اس کے باطن کے پیچھے منشائے الٰہی کو جاننے والا اور ہو گا' جو اس واقعہ کو دیکھنے والا ہو گا کہ جبرائیلؑ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واقعات قرآن کریم کے حوالے سے کیسے ہو رہے ہیں' تو وہ دیکھنے والا اور ہو گا' جہاں اللہ نے قرآن بھیجا یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل کیا وہ دیکھنے والا اور ہو گا' جہاں لوح محفوظ ہے' وہ دیکھنے والے اور ہوں گے۔ قرآن کے کئی مفاہیم ہیں اور اس کے اندر پرت در پرت بات چل رہی ہے۔ اس لیے مفہوم جاننا بہت ضروری ہے کہ اصل میں بات کیا ہے' قرآن کا مفہوم کیا ہے' اور اللہ کا جو قرآن ہے وہ تو پھر دلوں کے ساتھ نازل ہوتا جا رہا ہے جب کہ لوگ دس روپے کی قرآن کی قسم کھا لیتے ہیں کہ جو کچھ بولوں گا سچ بولوں گا' اور پھر جھوٹ بولتا ہے۔ اس لیے آپ لوگ دیکھو کہ یہ اچھا ہوا کہ اثر نہیں ہو رہا ورنہ اگر اثر ہونے لگ جائے تو پھر آپ پر فوری عذاب آنے کے خطرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کچھ مہربانی فرما دے اور کچھ موقعہ دے دے تاکہ یہ لوگ شعور میں آ جائیں اور یہ لوگ پہچان کرنے لگ جائیں کہ یہ کیا ہے؟ سچے دین کو یہ لوگ اپنے جھوٹ کے ذریعے بدنام کر رہے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ دین کو سچے محافظ عطا فرمائے اور اللہ ان جھوٹے محافظوں کو بھی سچا محافظ بنا دے۔ ورنہ تو دین کے محافظوں میں تھوڑی تھوڑی گڑ بڑ ہے۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ بہتر صورت بنائے اور آپ کے اندر صداقت پیدا ہو جائے جو کہ اللہ تعالیٰ کا منشا ہے۔ آپ لوگ اسے صحیح مانو' دین بالکل ایسا ہے جیسے ہے اور اس کے اندر غور و فکر کی بڑی گنجائش ہے' آپ لوگ غور کرو' اللہ تعالیٰ کا تقرّب

حاصل کرو، اللہ تعالیٰ کا منشاء دریافت کرو تاکہ آنے والے مستقبل میں ایک اچھی قوم بنے، اور یہ آپ کا کام ہے اور یہ آپ کا فرض ہے۔ میں آپ کو اس فکر کی دعوت دے رہا ہوں کہ یہ آپ لوگوں پر فرض ہے اور آپ لوگ ضرور غور کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شعور عطا فرمایا ہے، تنہا بیٹھ کر غور کیا کرو کہ آپ کے فرائض کیا ہیں، اولاد کے بارے میں، ماں باپ کے بارے میں اور سماج کے بارے میں۔ آپ لوگ غور کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائے گا ——————

اور لوگ بھی سوال پوچھیں —————— یونیورسٹی والے بولیں

——————

سوال :۔

کیا نیت کا اچھا ہونا کوشش سے ہے یا کہ خداداد ہے اور اس کا کیا طریقہ ہے؟

جواب :۔

آپ اچھی نیت کی خواہش تو کریں، نیت کی بات سننا بھی اللہ کا فضل ہے، نیت کی اصلاح کے بارے میں سننا بھی اچھی بات ہوتی ہے، نیت کی اصلاح کی خواہش بھی اچھی بات ہوتی ہے، یہ سب اللہ کا فضل ہے۔ اللہ کا فضل جو انجام میں ہوتا ہے، جسے آپ جنت کہتے ہو، یہ آغاز میں ہی ہوتا ہے۔ تو نیت کی بات کا سننا بھی اللہ کا فضل ہے۔ ہے یہ اللہ کا فضل ہی لیکن آپ اس کی کوشش ضرور کریں، آپ پر اللہ مہربانی فرمائے گا تو پھر کوشش کا جذبہ پیدا ہو جائے گا۔ اسے توفیق کہتے ہیں اور توفیقِ الٰہی جو ہے اسے امرِ الٰہی کہتے ہیں۔ انسان کو توفیق ملتی ہے اور ہوتا

کیا ہے؟ یہ اللہ کی مہربانی ہوتی ہے اور یہ اس کا فضل ہوتا ہے۔ توفیق آپ کو دی جاتی ہے ---------

آخر میں دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ سب پر کرم فرمائے۔ آمین

برحمتک یا ارحم الرّاحمین۔
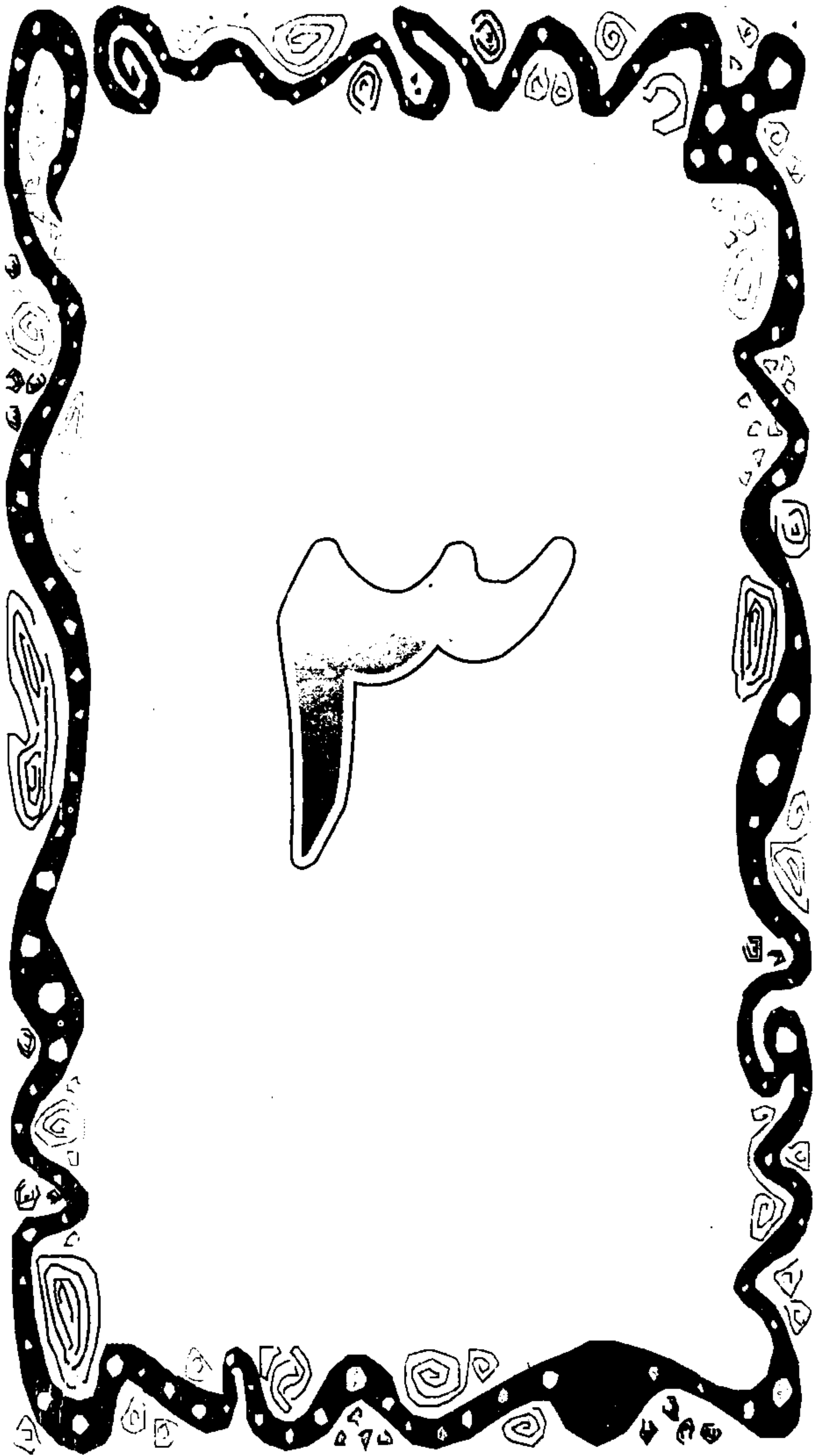
(۳)

۱ کیا حروفِ مقطعات الٓمٓ، یٰسٓ، طٰہٰ کے کوئی خصوصی معنی ہیں؟

۲ کیا بزرگانِ دین نے ان امور کو جاننے کی کوشش کی ہے؟

۳ حضرت موسیٰ علیہ السلام کس کی آواز سنتے تھے؟

۴ کیا یہ وہی کام یا مقام نہیں ہے جو آپ ہمارے ساتھ ایک مہربانی کرتے رہتے ہیں، کیا فانی کا باقی سے رابطہ ہو سکتا ہے؟

۵ کیا اللہ اور قدرت ایک ہی چیز ہیں؟

۶ کیا ہمارے لیے بزرگانِ دین کی صورت میں ایک ایسا رہبر، مرشد نہیں ہونا چاہیے جو ہمیں رسالت تک لے جائے----

۷ جو تزکیہ کا نبوت کا فنکشن ہے کیا وہی بزرگانِ دین کا فنکشن نہیں ہے؟

۸ حضور پاک ﷺ کی رحمت کا یہ ایک بہت بڑا کرشمہ ہے کہ بزرگانِ دین آج بھی امت میں موجود ہیں۔

۹ بہشت میں چور بھی ہوگا؟ توحید کیا ہے اور باطن کے مقام کس حد تک بیان کرنے چاہئیں؟

۱۰ آج کل کے دور میں ہم مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟

۱۱ ہمارے لیے آسان عمل بتا دیں۔

۱۲ قرآن کو ماننے کا اصل مطلب کیا ہے؟

۱۳ کیا اس طرح بہتر معاشرہ بن سکے گا؟

۱۴ مختلف علماء نے اپنے طریقے سے قرآن کو سمجھا ہے اور بیان کیا ہے؟

۱۵ انسان پر قرآن کس طرح آشکار ہو سکتا ہے؟

۱۶ حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ جہاں سے موت پہنچے گی وہاں سے رزق پہنچے گا، تو رزق کی وضاحت فرما دیں۔

۱۷ رزقِ کریم سے کیا مراد ہے؟

۱۸ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں زیتون کی قسم کھائی ہے تو کس بات کی وضاحت کی گئی ہے؟

۱۹ یزید کس حد تک تزکیہ شدہ آدمی تھا؟

۲۰ علم اور تزکیے کو کہاں اور کیسے جمع کیا جائے؟

۲۱ آپ فرماتے ہیں کہ تم چپ ہو جاؤ کیونکہ اب کچھ ہونے والا ہے تو یہ سب کچھ کیسے ہو گا؟

۲۲ اگر کسی وقت جان بچانے کے لیے یا کسی اور وجہ سے قسم کھائی جائے اور پھر وہ قسم توڑ دی جائے تو اس کا کفارہ کیا ہو گا؟

۲۳ بعض اوقات لوگ عادتاً قسم کھا لیتے ہیں۔

۲۴ آج کل کے حالات میں انسان اپنے خیالات اور عمل میں یکسوئی کیسے حاصل کر سکتا ہے؟

۲۵ جو بچے ہیں ان کو ہم کس طرح Deal کریں، کس طرح بچائیں؟

سوال :۔

کیا حروفِ مقطعات الٓمٓ یٰسٓ، طٰہٰ کے کوئی خصوصی معنی ہیں اور ان کا کیا راز ہے؟

جواب :۔

ہاں بزرگان دین نے ان مقطعات کے بارے میں بتایا ہے کہ ان کا راز ہے، ان کا اسرار ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو واضح نہیں فرمایا اس میں دو قسم کی چیزیں ہیں، ان میں سے ایک تو وہ ہیں جن کی وضاحت نہیں ہو گی، وہ آپ کے لیے آئی نہیں ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کی وضاحت ہو سکتی ہے۔ مقطعات جو ہیں ان کی وضاحت نہیں ہے، ان کو ایسے ہی پڑھا جائے کہ یہ راز ہی ہے، ان کو الفاظ میں ہی رکھا جائے لیکن یہ الفاظ کسی قفل کی چابی آپ کہہ سکتے ہیں، بے شمار ایسے واقعات ہیں جہاں ایک اسم کارگر ہو گا یا ایک مقطعات کارگر ہو گا، الٓمٓ کارگر ہو گا، حٰمٓ کارگر ہو گا۔ یہ الگ الگ مقامات ہیں، اور ان کے پیچھے بڑے بڑے رموز بھی ہیں۔

سوال :۔

کیا بزرگانِ دین نے ان رموز کو جاننے کی کوشش کی ہے؟

جواب :۔

نہیں۔ انہوں نے جاننے کی کوشش ہی نہیں کی ہے اور نہ یہ ان

سب کو اطلاع ملی ہے' کسی کو کوئی آشنائی دی گئی' کسی کو کوئی اور آشنائی دے دی گئی۔ یہ بڑی Simple' سادہ سی بات ہے کہ علم ہے کیا' علم کوئی ایسی خلافِ فطرت یا کوئی دور کی بات نہیں ہے یا رموز کی بات نہیں ہے' اسی زندگی کا ایک الگ سا منظر ہے یعنی کہ اسی زندگی کو ایک انداز سے دیکھنا' اللہ تعالیٰ کو مزیدِ تقرب میں دیکھنا' یہی زندگی ہے جو خدا سے دور ہے اور یہی زندگی ہے جو خدا کے حضور ہے۔ اب دور اور حضور کے درمیان جو ہے یہ فقیر ہوتا ہے' اس نے کہیں باہر نہیں جانا' بس یہیں پر اس کا نظارہ بدل جاتا ہے۔ آپ یوں کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے انسان اپنے آپ کو پہچانو کہ تمہیں میں نے کیسے پیدا کیا' اپنی اصل کو پہچانو کہ تمہاری تخلیق کس طرح معرضِ وجود میں آئی یاایہا الانسان ما غرک بربک الکریم اور اب غرور کیا کرتا ہے کیوں کہ تمہاری تخلیق کے اندر تو ندامت کی کچھ بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود بتائی کہ تمہیں کس چیز سے پیدا کیا گیا' پھر سختی سے بتایا گیا کہ تم لوتھڑا تھے' ایک Clot تھے' پھر کچھ اور بنے' کوئی Genetical substance بنے' ہڈیاں اور گوشت بنے' اور یہ باقاعدہ ترتیب سے سب کچھ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ سب کہا کہ تم ایک Jelly like substance تھے' اس لوتھڑے میں پھر شعور پیدا ہو گیا' پھر یہ باتیں کرنے لگ گیا اور اب یہ میرے ساتھ بحث کرنے لگ گیا ہے۔ تو اسے اللہ نے یہ کہہ کر چپ کرا دیا کہ ماغرک بربک الکریم ایک بات تو یہ ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ نے کہا کہ ہم نے تم کو احسنِ تقویم پیدا کیا' مسجودِ ملائک بنا دیا' نورٌ علیٰ نور کر دیا' میرا نور جو ہے ظہور کے لیے تم سے دور نہیں تھا کیونکہ میرے نور کو ظہور کے لیے یہی وجود درکار تھا' پھر میں نے اپنی شکل میں تمہیں

پیدا کر دیا' پھر اپنے اظہار کا تمہیں ذریعہ بنایا' اور پھر تمہیں بہت کچھ عطا فرمایا اور پھر تمہارے ہاں ہم نے اپنے محبوب ﷺ بھیجے اور پھر تمہیں ہم نے کیا کیا نہیں دیا۔ اب انسان کو یہ Elevation ' بلندی دی گئی ہے۔ اب یہ کس کس کے مقام ہیں؟ دونوں کے' غور والے کو ماغرک بربک الکریم کہہ کر جھاڑ پلا دی Shut up کر دیا گیا اور کہا گیا تو اپنی اوقات کو پہچان کہ تو کیسے پیدا ہوا اور یہ ناپاک انسان کیا کیا چیزیں بیان کرتا رہتا ہے ------- اور جب انسان مایوس ہونے لگ جائے تو اسے کہا جاتا ہے کہ پاکیزگی تیرے بغیر ہے ہی کوئی نہیں' تو نہیں ہے تو کعبہ کدھر سے ہے' اگر تو نہیں ہے تو سارا واقعہ کدھر سے ہے' زندگی کا سارا واقعہ ہی تیرے ساتھ ہے۔ اب درمیان میں آپ کا ٹھہراؤ ہونا چاہئے لیکن آپ لوگ درمیان میں پڑاؤ رکھتے نہیں' کبھی پاکوں میں جاتے ہیں اور کبھی ناپاکوں میں جاتے ہیں' کبھی اِدھر کبھی اُدھر کبھی ظلوما" جہولا' کبھی اسفل سُفلین اور کبھی اعلیٰ علیین۔ تو آپ ایک طرف ٹھہریں کیونکہ یہ سارے مقام انسان کے ہیں' عرش سے لے کر فرش تک سارے مقام ہیں' تحت الثریٰ تک سارے مقام ہیں' اب یہ سارے مقامات' سب انسان کے ہیں بلکہ جتنا خیال ہے وہ بھی انسان ہی کا ہے' اللہ ماسوائے خیالِ انسان کے الگ وجود کا اظہار ہی نہیں فرماتا! کیا یہ سمجھنا مشکل بات ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ مقدس کا جو اظہار فرمایا اسی چھوٹے انسان کی زبان سے بیان فرمایا۔ تو باقی ذات کا تمام بیان فانی کی زبان سے ہوا۔ آپ غور کر رہے ہیں؟ باقی کا مطلب یہ ہے کہ جو ہر آغاز سے پہلے ہو اور ہر انجام کے بعد قائم ہو' جو کبھی فنا نہ ہو' اب آپ غور کریں' اس چھوٹی سی بات پر غور کرلیں تو پھر اور بات کرتے ہیں۔ جو

ہمیشہ رہنے والی چیز ہے اسے ہم باقی کہیں گے بلکہ جو ہمیشہ کے بعد بھی رہے تو وہ باقی ہے۔ تو باقی ذات کا بیان جتنا بھی ہے وہ سارے کا سارا انسان نے کیا اور انسان فانی ہے۔ اب یہ بات صاحبانِ عقل کے لیے تشویش کا باعث ہے کہ باقی کا شعور فانی نے کیسے حاصل کر لیا؟ کیونکہ انسان فانی ہے اور فانی جو ہے صرف فنا کو سمجھ سکتا ہے لیکن بقا کو کیسے سمجھ سکتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ مہربانی کی کہ بقا کا بیان جو ہے وہ بذریعہ فنا ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ کا تمام اظہار، جتنا مخفی اور ظاہر اور باطن اور اول اور آخر ہے اور قدرت اور کمال ہے وہ سارے کا سارا انسان نے بیان کیا۔ اب سوال صرف یہ پیدا ہوگا کہ وہ کون سا مقام ہے جہاں پر فانی انسان باقی کے بارے میں علم حاصل کرے؟ یہ پیغمبروں کا مقام ہے اور پھر بزرگانِ دین کی بات ہے جن کو آپ اولیائے کرام کہیں گے۔ یہ مقام کون سا ہے؟ فانی انسان کا وہ مقام جہاں وہ باقی رہنے والی حقیقتیں اور اللہ کے بارے میں علم معلوم کرنا چاہے یا معلوم کرنا شروع کر دے یا اس پر اس علم کا انکشاف ہو جائے یا وہ علم منکشف ہونا شروع ہو جائے۔ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ خود آپ ہی کرتا ہے ورنہ فانی کے پاس باقی کا علم حاصل کرنے کا کوئی استحقاق ہی نہیں ہے کیونکہ وہ جنس ہی اور ہے۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ آپ قسمیں کھائے اور آپ کو قسمیں کھانے نہ دے، اللہ ہزار کام آپ کرے اور ہمیں وہ کام کرنے نہ دے، وہ سوتا نہیں ہے، اونگھتا نہیں اور ہمیں نیند دیتا ہے اور جگاتا ہے، ہمیں کہتا ہے کہ کھاؤ اور خود کھاتا بھی نہیں ہے۔ تو یہ ساری باتیں ہیں اور لیکن اللہ تو اللہ ہی ہے اور جو کچھ اس نے انسانوں کو اپنے بارے میں انسانوں کے ذریعے صفات بتائیں ان صفات کے علاوہ بھی اس کے پاس صفات ہیں وہ

جو اس نے اور چیزوں کے ذریعے' جانوروں کے ذریعے بتائی ہیں' پرندوں کے ذریعے اپنی قدرت کو آشکار کیا اور پھر ہوا کی قسم کھائی ہے' تو ہوا بھی شعورِ ذاتِ حق ہے' ہوا کو آپ جنس نہ سمجھو' ہوا وہی ہے جو ہے' اب ہواؤں کے ساتھ بھی وہی اللہ ہے' ہواؤں کے اندر بھی قدرتِ کمال وہی ہو گی ------- آپ لوگوں نے بڑی مشکل بات شروع کر دی ہے لیکن اب جواب سنتے جاؤ۔ اب میں ایک مقام کی بات کرتا ہوں' اگر آپ نے بات غلط سمجھی تو گمراہ ہو جائیں گے۔ آپ لوگ اس مقام کو پہچان لو کہ میں کون سے مقام سے بات کر رہا ہوں؟ یہ وہ مقام ہے جہاں پر فانی کو باقی کا علم عطا ہو رہا ہے' وہ ایک سنگم ہے' ایک پوائنٹ ہے' اگر وہاں تک آپ پہنچ گئے تو اب جلالِ خداوندی جلالِ انسان ہے اور وہاں پر جلالِ خداوندی جو ہے وہ جلالِ ہوا ہے' بادِ صبا بھی اس کی ہے اور زلزلہ بھی جلالِ خداوندی ہے' یعنی کہ یہ ساری ایک ہی صفات ہیں' وہاں اللہ تعالٰی ایک زلزلے کی زبان سے بولا' حادثے کی زبان سے' قیامتِ صغریٰ کی زبان سے' آسمان کا ٹکڑا کہیں گر پڑے تو اس کی زبان سے' زمین کا کوئی ٹکڑا پھٹ پڑے تو اس کی زبان سے' تو جلال وہی ہے' کوئی انسان قہرِ خداوندی بن کر نازل ہو جائے تو یہ بھی وہی جلال ہے۔ کوئی انسان اللہ تعالٰی کی رحمت بن کر آجائے تو سبحان اللہ یہ بھی ایک ہی مقام ہے' ہے اللہ ہی لیکن اللہ کی رحمت بندے کے ذریعے سے آئے گی' ہے اللہ ہی لیکن اس کا جلال انسان کے ذریعے سے آئے گا یا حادثات کے ذریعے سے آئے گا' رحمت بھی بارش بن کر آئے گی یا انسان رحمت بن کر آئے گا۔ تو گویا کہ ساری کائنات جو ہے یہ Total manifestation ہے' مکمل اظہار ہے اور بالکل خوبصورت Manifestation ہے'

خوبصورت اظہار اور انسان مکمل Manifestation ' اظہار ہے اور خوبصورت ہے' شرط صرف یہ ہے کہ آپ اپنی فنا سے نکل کر بقاء کے قریب ہو کے بات سمجھیں' فنا کو بات سمجھنے کا حق ہی نہیں ہے' فنا نے بقا سے کیا لینا ہے؟ وہ اللہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور آپ تھوڑی دیر کے رہنے والے ہیں۔ تو آپ اس سے کیا مانگیں گے؟ آپ یہ کہیں کہ یا اللہ ہماری زندگی کے یہ بقیہ کچھ سال بہتر گزر جائیں' آپ خود بہتر کر لیں تو اس سے اس کو کیا فرق پڑے گا اور نہ بہتر ہوں گے تب کیا فرق پڑے گا۔ بہتر کرنے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ اپنے سے چھوٹے ماحول کو دیکھو تو آپ بہتر ہو جاؤ گے اور اپنے سے اونچے ماحول کو دیکھو گے تو بہتر نہیں رہو گے۔ کیا آپ سے زیادہ کوئی غریب نہیں ہے؟ کیا آپ سے زیادہ کوئی اور صاحبِ عقل غریب نہیں ہے؟ اول تو آپ سے زیادہ صاحبِ عقل اور کوئی ہو گا نہیں کیونکہ آپ کسی کو مانتے نہیں ہیں کہ آپ سے زیادہ عقل مند کوئی ہو سکتا ہے' نہیں ہرگز نہیں' بالکل نہیں ہے' یہی تو آپ کی "عقل" کا ثبوت ہے۔ لیکن آپ سے کمزور عقل والے جو ہیں وہ اور ماحول میں رہ سکتے ہیں' غریب ہو سکتے ہیں' امیر ہو سکتے ہیں' کچھ بھی ہو سکتے ہیں۔ تو اپنے حالات کو Change' تبدیل کیے بغیر آپ Change محسوس کر سکتے ہیں۔ اسی حال میں بیٹھے بیٹھے ایک انسان مضطرب ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی زندگی ہے کہ ہم اس زندگی میں تنگ ہیں اور یہ ستم زدگان کا جہان ہے۔ آپ بڑے جلد باز ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری اتنی سی' چھوٹی سی' مختصر زندگی ہے اور کتنی پابندیاں ہیں' کتنی مصروفیات ہیں' کیا کیا Appointments ہیں' اِدھر جا سکتے ہیں اور اُدھر جا نہیں سکتے۔ اور اگر آپ غور کریں تو کائنات اتنی وسیع ہے کہ چھوٹے

سے انسان کے لیے اس نے سورج چاند ستاروں کی کائنات بنائی ہے اور لاجواب کام کیا ہے' کہیں کوئی اور انسان نہیں ہے' کہیں کوئی زندگی نہیں ہے' آپ کی رونق کے لیے سورج کے' چاند کے اور ستاروں کے سارے میلے ہیں' اگر آپ سمجھو تو یہ کائنات آپ کا حسن ہے اور آپ کو پالنے والی ہے اور سمجھو تو یہ کائنات ساری کی ساری آپ کے لیے تباہی ہے' یہ ظالم کائنات ہے اور آپ کو کھانے والی ہے۔ تو یہ ویسی ہے جیسے آپ چاہو۔ تو اللہ تعالیٰ کے جو یہ سارے مقطعات ہیں یہاں سے اٹھا کر وہاں رکھے ہوئے ہیں' یعنی کہاں پر؟ آسمان پر' آپ کی زندگی میں' پہاڑوں کے اندر' سفر کے دوران' اللہ کے ساتھ تعلق کے درمیان' اور فانی اور باقی کے سنگم پر' ہر جگہ یہ سارے مقطعات پڑے ہوئے ہیں۔ آپ بات سمجھے کہ مقطعات کہاں پر ہوتے ہیں؟ جہاں آپ اپنی فنا سے نکل کے کچھ بقا کے شعور میں آجاؤ۔ آپ کو بقا کا ایک آسان شعور بتاؤں کہ کیا ہے؟ ایسا کوئی شخص جو اپنے دور کے بعد' چاہے وہ مزار کی شکل میں ہو' آپ کے دور میں بھی اتنا ہی معزز چلا آرہا ہو تو سمجھو وہ بقا میں داخل ہے۔ کیونکہ لوگ اپنے دور میں کسی کا معزز ہونا برداشت نہیں کر سکتے' اپنے علاوہ کسی کی عزت کو برداشت نہیں کر سکتے اور ان کی اپنی عزت کوئی ہوتی نہیں۔ تو کوئی ایسے لوگ جو پرانے زمانے سے معزز چلے آرہے ہوں اور ہمارے زمانے میں نازل ہو جائیں تو وہ بقا میں داخل ہو گئے۔ ان کے بارے میں آپ کوئی تجسس نہیں کر سکتے کیونکہ وہ بقا والے ہیں۔ آپ تاریخ کے پرانے واقعات سے کسی کو نکال نہیں سکتے کیونکہ ان حالات کا واقعہ مکمل ہوگیا۔ تو یہ بھی بقا ہے۔ ان لوگوں سے حال کے اندر تعلق بنا کر ماضی سے ان کا شعور حاصل کر لینا' یہ بقا میں داخل ہونا ہے۔ کیا یہ مشکل بات

ہے؟ وہ لوگ تو چلے گئے اور ان کا چرچا' مزار اور آستانہ باقی ہے۔ اب آستانہ سے مراد قبر ہے' تو قبر بھی تو سارا پتھر ہے لیکن اب اس مزار سے آج کے زمانے میں ایسی لو لگا کر' لگن لگا کر آپ ان کے زمانے کا شعور' ان کی شخصیت کے مطابق حاصل کر لو تو آپ فنا سے نکل کر بقا کی سرحد میں جائیں گے۔ یہ بات ممکن ہے اور آپ اس کی اپنے ذہن میں گنجائش رکھ لو۔ کیا ہے؟ یہ بات ممکن ہے! وہ لوگ اپنے زمانے سے آکر آپ کو گائیڈ کر دیں تو یہ ان کے لیے بالکل ہی ممکن ہے۔ یہ آپ کے لیے بھی ممکن ہے کہ آپ اپنے زمانے سے نکل کر ان کے زمانے میں داخل ہو جائیں۔ یہ آپ کے لیے بڑی غور طلب بات ہے اور ان کا احسان' ان کا احسان ہے اور یہ الگ کہانی ہے۔ تو بات یہ ہے کہ ہر دور میں فنا اگر محنت کرے تو بقا میں داخل ہو سکتی ہے۔ اور فنا اور بقا کے درمیان کے علاقے میں سیر کا موقعہ مل جائے تو وہاں مقطعات ہی مقطعات ہیں' اور بھی بہت سارے مقطعات ہیں۔ کچھ لوگوں نے اور لفظ بتا دیا کہ یہ اسم پڑھا کرو اور بظاہر اس کا معنی کچھ نہیں ہے' وہ بھی مقطعات ہیں۔ تو یہ ایسے الفاظ ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جو یہ بتایا کہ یہ الفاظ ہیں' مقطعات ہیں اور ان کے اندر راز ہیں' رموز ہیں' ان کے معنی کچھ اور بھی ہیں' باقی اسماء کے اندر اعداد کا ایک اور راز ہے' ان کو آپ اعداد میں لے آؤ اور نمبر نکالو تو یہ پورے کے پورے فقرے بن جاتے ہیں' پوری آیتیں بن جاتی ہیں اور بعض اوقات آپ کے سوالوں کے جواب بن جاتے ہیں' بعض اوقات آپ کے سوال بن جاتے ہیں' یہ پوری کی پوری فارم جو ہے یہ تعداد کی شکل میں' علم الاعداد کی کل میں' یہ آپ کے لیے بات بن سکتی ہے' لیکن اس کام میں بالکل نہیں پڑنا چاہیے۔ کیا

کرنا چاہیے؟ آپ کو بس یہ پتہ ہو کہ یہ مقطعات ہیں حٰمٓ حٰمٓ ہے' یٰسٓ' یٰسٓ ہے' یٰسٓ تو حضور پاک ﷺ کا نام ہے لیکن یٰسٓ' یٰسٓ ہے جب تک آپ پر آشکار نہ ہو آپ یٰسٓ کو یٰسٓ ہی کہو' حٰمٓ کو حٰمٓ ہی کہو اور والضحیٰ کو والضحیٰ ہی کہو۔ یہ بتانے والے نے بتایا کہ والضحیٰ کیا ہے؟ والضحیٰ رخ ہے اور پھر واللیل زلف کیا ہے' مازاغ کا کجلہ کیا ہے' سرمہ کیا ہے ۔

مازاغ البصر خوانم دو چشم نرگسینش را
کہ مازاغ البصر خوانم دو زلفِ عنبرینش را

واللیل اذا یغشی کیا ہے؟ یہ زلف ہے اور اس کے اندر پورا ایک مقام ہے۔ وہ لوگ بتانے والے ہیں کہ اس کے اندر ایک راز ہے کہ الف کے ساتھ جب لام ملایا اور پھر جب اس میں میم ملایا تو پھر ساری کہانی ختم ہو گئی۔ الف لام اللہ اور میم کی ساتھ محمد ﷺ تو پھر کلمہ پورا ہو گیا۔ اب بتانے والے یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ الٓمٓ ہے کیا اور پھر یہ میم کی مروڑی کیا ہوئی' یہ راز تو ہے سارا میم کا لیکن الف لام کے بغیر حل نہیں ہو گا۔ گویا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ایک مقام ہے اور اقبالؒ نے اس کا راز بتا دیا کہ یہ الم کا سورہ ہے' کہ انسان کی زندگی میں غم کی کائنات ہے "الم" کا اردو معنی غم ہی ہے' یہ وہی لفظ ہے حالانکہ وہ الف لام میم ہے۔ تو الف لام میم کے ہزار ہا معنی قافیے کے طور پر بھی اور واقعے کے طور پر بھی ہیں۔ لہٰذا مقطعات کی بحث میں کبھی نہ پڑنا۔ تو مقطعات' مقطعات ہیں۔ یہ راز وہ راز ہی ہے۔ یہ راز کہاں پر ہے؟ جب آپ فنا سے نکل کر بقا کی دنیا میں داخل ہو جاؤ تو پھر آپ کو یہ راز مل جائے گا۔ اس مقام پر بے شمار ایسے واقعات ہو جاتے ہیں کہ اس کی بات

جو ہے وہ اس کی بات ہو جاتی ہے۔ مولانا رومؒ نے کہا ۔

گفتہ ہائے اُو گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

تو اس کی بات اللہ کی بات ہے۔ تو اس کی بات کیوں اللہ کی بات ہے؟ اللہ کی کوئی بات بھی اللہ کی زبان سے نہیں ہوئی ہے! یہیں آپ گھبرا جاتے ہیں۔ گویا یہاں پر سوچنے والے لوگ سوچتے تھے کہ اس کی بات جو ہے وہ اللہ کی بات کیسے ہو سکتی ہے یعنی بندے کی بات اللہ کی بات کیسے ہو سکتی ہے۔ پھر ایک درویش نے کہا کہ دیکھو بات سنو! اللہ کی اپنی بات اللہ کی زبان سے کبھی بھی نہیں ہوئی' اللہ کی ساری باتیں انسان کے ذریعے سے ہوئی ہیں۔ لہٰذا انسانوں ہی کے ذریعے سے اللہ نے بات کرنی ہے اگر اسے کوئی انسان کام کا نہ ملے تو درخت کے ذریعے سے بات کر لیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ اپنی زبان سے بات نہیں کرتا ہے' یہی اس کی خوبی ہے اور کبھی پرندے کی زبان سے بات کر لی' ہد ہد کی زبان سے بات کر لی اور کبھی ہواؤں کی زبان سے بات کر لی۔ کبھی آپ نے دیکھا ہو گا کہ صرف خوشگوار ہوا چل جائے تو کہتے ہیں کہ الحمد للہ' اللہ تیرا شکر ہے حالانکہ صرف ہوا ہی چلی ہے۔

سوال :۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کس کی آواز سنتے تھے؟

جواب :۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی آواز سنتے تھے' رب تعالیٰ کی آواز سنتے تھے' وضاحت اس کی یہ ہے کہ "رب جو بولا تو درخت سے بولا"۔ کمال کی بات تو یہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ In the presence of

a man ' تو انسان کی موجودگی میں وہ اللہ ہے جو درخت سے بول جاتا ہے' تو ثابت یہ ہوا Proving thereby کہ اگر درخت سے بول سکتا ہے تو انسان سے کیوں نہیں بولے گا۔

سوال :۔

کیا یہ وہی کام یا مقام نہیں ہے جو آپ ہمارے ساتھ ایک مہربانی کرتے رہتے ہیں' اور کیا فانی کا باقی سے رابطہ ہو سکتا ہے؟

جواب :۔

فانی کا باقی سے رابطہ ہو سکتا ہے یعنی کہ انسان کا اللہ کریم سے رابطہ ہو سکتا ہے' اس رابطے کے بارڈر پر مقطعات ہیں اور علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا علم انسان کے ذریعے آپ تک پہنچایا۔ وہ انسان جنہوں نے اللہ کا علم بتایا وہ مامور من اللہ درجہِ رسالت و نبوت پر تھے۔ یہ ٹائیٹل اب نہیں آئے گا۔ اور اب یہ واقعہ نہیں ہو گا۔ اب کوئی شخص اپنی روح کو نفیس اور پالش کرتا ہوا اس مقام کے قرب و جوار میں لے جائے تو اس کے لیے بہت بہتر بات ہے یعنی کہ آپ قربِ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جاؤ۔ اب آپ کا براہِ راست اللہ کے ساتھ ریلیشن دریافت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ نبی کا مقام ہے اور اگر آپ نبوت کے مقام کی تلاش کرو تو یہ نہیں ہوسکتا۔ تو اتنا سا دھیان رہے کہ آج کل جو امتی ہے اگر وہ اصل مقام تک جانا چاہتا ہے جہاں وہ فنا بقا سے ہمکنار ہو تو اس کے لیے ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے اور باقی راستے جو ہیں وہ بند ہیں اور وہ راستہ رسالت کا مقام ہے' لہٰذا رسالت کے ذریعے آپ توحید کا سفر کرو۔ مثلاً" اگر آپ کو یہ کہا جائے کہ گورو نانک جی مہاراج

کے پاس توحید کا علم موجود تھا' اب اگر آپ اس شخص کی عاقبت کے بارے میں غور کریں تو شاید توحید کی وجہ سے رعایت کر دیں لیکن اس کو مسلمان کا مقام نہیں مل سکتا کیونکہ رسالت کے مقام پر وہ خود آپ کھڑا ہو گیا۔ اس نے توحید کو دیکھا اور مسلمانوں کو سٹڈی کیا اور دیکھا کہ رسالت کا یہ مقام ہے اور وہ رسالت کے مقام پر خود کھڑا ہو گیا اور توحید مسلمانوں کی بیان کر گیا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں آپ کو یہ آسانی ہو گئی ہے کہ اب آپ وہ آدمی بننے کی کوشش نہ کرو' اب ایک شخصیت موجود ہے' آپ اس کو تسلیم کر کے اپنا کام چلا لو' کبھی اپنے آپ کو ایسا پروجیکٹ نہ کرو کہ میں ہی وہ آدمی ہوں' I am the man تو کوئی آدمی اس میں The Man نہیں ہے' خاص انسان نہیں ہے بلکہ سارے کے سارے جو ہیں نبی پاک ﷺ کی امت ہیں بلکہ میں یہاں تک بھی وارننگ دیتا رہا ہوں کہ مسلمان ہونے کے بعد کسی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ باقی اشخاص کے ساتھ جو ہے اتنا ریلیشن بنا لے' زیادہ عزت کا تعلق بنا لے کہ باقی لوگ جو ہیں وہ انہیں اپنے دین سے زیادہ مرعوب ہونے کی کوشش کرے اور وہ لوگ دین میں خود کو بہت کمزور محسوس کریں۔ یہ مسلمانوں کا استحصال ہے' یہ کام جو لوگ کرتے ہیں وہ استحصال کرتے ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے اندر سے وہ مقام دریافت کریں جو آپ کو اپنے اللہ کے ساتھ اور اللہ کے حبیب پاک ﷺ کے ساتھ مزید ملائے۔ تو مقام کس کا؟ آپ کا' اور یہ مقام دریافت بھی آپ نے کرنا ہے' اس کا راستہ ہم بتا رہے ہیں اور راستہ بتانا کوئی نقص کی بات نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔ اور اگر ہم آپ کو اپنے گھر کا راستہ بتا دیں تو پھر اس میں آپ کا فائدہ کوئی نہیں ہو گا اور مجھے نقصان ہو جائے

گا۔ تو بات کیا بنی؟ تو اس لیے بات یہ ہے کہ راستہ وہی ہے یعنی سچا راستہ شریعت کا ہے۔ آپ کو اس میں کیا دقت ہے؟ آپ اس میں اپنا مقام تلاش کرو کہ جہاں پر فانی باقی سے ملتا ہے --------

ہاں اور بولو۔ کسی کے ذہن میں کوئی سوال ہو تو اس کو پوچھنے کا موقعہ ہونا چاہیے۔ میں اس لیے آپ لوگوں کو سوال کرنے کی دعوت دیتا ہوں کہ ایک مقام پر ہم نے دیکھا کہ کئی کئی سال سوال جو ہے وہ دلوں میں رہا اور جواب نہ ملا۔ تو میرے پاس سوالوں کا بڑا احترام ہے کیونکہ مسلمان کو سوالوں کا جواب ملنا چاہیے۔ یہ وہ سوال ہیں جو اگر بے باکی میں کر دیے جائیں اور ان کے سامنے کر دیے جائیں تو پھر کفر کے فتوے کے امکانات ہیں حالانکہ یہی وہ سوالات ہیں جو انسان کو اندر دقت پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اب آپ لوگ سوال کرو......

سوال :۔

کیا اللہ اور قدرت ایک ہی چیز ہیں؟

جواب :۔

یہ سوال بہت Important اہم ہے کہ اللہ اور قدرت کیا ایک ہی چیز ہیں؟ عمل کے لحاظ سے Function کے لحاظ سے اللہ اور قدرت ایک ہی چیز ہیں' Function سے میری مراد اللہ کی صفات ہیں۔ جلالِ قدرت اور خوبصورت جمالِ قدرت' اللہ کا جمال اگر کہا جائے تو اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض' سماوات اور ارض نکال دیا جائے تو نور کی بات سمجھ نہیں آتی۔ اسی طرح للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض' اور یہ کہ یسبح للّٰہ ما فی السمٰوٰت ومافی الارض' سماوات اور ارض کا وہی اللہ

ہے لیکن یہاں تک تو برابر ہے' تو پھر فرق کیا ہے؟ تو فطرت جو ہے وہ صفات کے طور پر' فنکشن کے طور پر اللہ ہی ہے لیکن اللہ فاطر ہے۔ تو فطرت مخلوق ہے اور خالق فاطر ہے' فطرت اللہ تعالیٰ کی ذات کا ٹوٹل آئینہ ہے۔ لیکن وہ آئینے کا عکس بھی ہے' آئینے کے رو برو بھی ہے اور آئینے کا خالق بھی ہے۔ تو اس میں یہ فرق ہے۔ اس لیے فطرت کو بنانے والا اللہ فاطر السمٰوٰت والارض ہے اور اس نے یہ کہہ کر مسئلہ حل کر دیا۔ کیا کہہ کر مسئلہ حل کر دیا؟ کہ میں فاطر السمٰوٰت والا رض ہوں' ہم آسمانوں اور زمینوں کے خالق ہیں۔

سوال :۔

کیا ہمارے لیے بزرگانِ دین کی صورت میں ایک ایسا رہبر' مرشد نہیں ہونا چاہیے جو ہمیں رسالت تک لے جائے اور رسالت جو ہے وہ ہمیں اللہ کریم تک لے جائے گی --------

جواب :۔

آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ امت میں موجود ہو چاہے اس بڑے لیول کا فقیر ہو' کیوں نہ ہم اس کو اس سیٹ پر بٹھا کر کاروبار چلائیں' رموزِ مملکت' کاروبارِ زندگی اور زندگی کی پہچان۔ پہلے آپ یہ پہچان لیں تو پھر آپ یہ بات کرنا۔ فرق یہ ہے کہ رسول ہو یا نبی ہو' اس سے انکار کرنے والے کا ایمان ضائع ہو جائے گا اور فقیر سے انکار کرنے والے کا ایمان ضائع نہیں ہو گا' چاہے فقیر پورا ہی فقیر ہو۔ آپ میری بات کو سمجھ رہے ہیں؟ فقیر سے آپ بحث کر سکتے ہیں' جھگڑا کر سکتے ہیں' انکار کر سکتے ہیں' آپ Deviation کر سکتے ہیں لیکن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کو

رد کیا تو ایمان ضائع ہو جائے گا اور اعمال ضبط کر لیے جائیں گے۔
حبطت اعمالکم تو جو حضور پاک ﷺ کے بعد لوگ آئے ہیں' وہ
چاہے درویش ہوں' چاہے غوث ہوں' چاہے کوئی ہو' ان کے انکار کرنے
سے آپ کا ایمان ضائع نہیں ہو رہا۔ اگر ایک دیوبندی ہے اور ہمارے
مسلک پر نہیں ہے لیکن عین مسلمان ہے' اس کا آپ کے ساتھ جھگڑا
ہے لیکن وہ مسلمان ہے' اسی طرح اگر بریلوی ہے' آپ کا اس کے ساتھ
بھی جھگڑا ہے تو وہ بھی مسلمان ہے' شیعہ ہے'اس کے ساتھ آپ کا قدیم
کا جھگڑا ہے لیکن وہ بھی مسلمان ہے' تو آپ کا سب کے ساتھ جھگڑا ہے
لیکن سب مسلمان ہیں۔ اگر آپ رسول پاک ﷺ کے منکر ہیں تو
پھر آپ کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا فرق آپ کو سمجھ
آگیا ہے؟ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ دو انسان بیک وقت یکساں صفات
کے ہوں' یکساں نماز پڑھنے والے ہوں' ایک علاقے میں پرورش پائی ہو
بلکہ ایک ہی ٹیبل پر پرورش پائی ہو تو بھی دونوں میں صفات کا الگ الگ
فرق ہو گا۔ کمال کی بات یہ ہے کہ فرض کریں کوئی شخص جس میں کسی
پیغمبر کی تمام صفات آپ بیان کرو' اور تمام اعتبار سے وہ صفات ہوں'
واقعات ہوں' سارے حالات ہوں تب بھی وہ شخص پیغمبر کے امتی ہونے
کا شرف حاصل کر سکتا ہے لیکن پیغمبر نہیں کہلایا جا سکتا۔ کیونکہ پیغمبر جو
ہے یہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا مرتبہ ہے' آپ کی اپنی بنائی ہوئی صفت
نہیں ہے۔ لہٰذا صفات جو ہیں یہ مرتبہ نہیں دیتی۔ مرتبہ جو ہے وہ صفات
Create نہیں کرتا' مرتبہ' مرتبہ ہے اور صفات' صفات ہیں۔ اگر صفات
کے ساتھ وہ مرتبہ دے دے تو اس کی مرضی ہے' اور مرتبہ دے دے اور
اس کے ساتھ صفات دے دے تو بھی اس کی مرضی ہے۔ تو آپ نے

صفات کو مرتبے سے ملانا نہیں ہے اور یہ نہیں کہنا کہ چونکہ یہ صفات ہیں' لہٰذا وہ نبی تھے۔ وہ نبی تھے' اس لیے وہ مبارک تھے' اب نبی کی جو صفات ہیں وہ اپنی جگہ مکمل ہیں اور اس کے علاوہ صفات Incorporate نہ کرو' اور صفات نہ ملاؤ۔ ان کو ان کی صفات کے ساتھ پیغمبر بنایا گیا۔ بے شمار نبیوں نے اپنی امتوں کے خلاف بد دعا کر دی تو وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ کچھ آنے والے گمراہ لوگ یہ کہنے لگے کہ پیغمبروں کو بد دعا نہیں کرنی چاہیے تھی۔ لیکن وہ وہی ہیں جو ان کی صفت ہے۔ تو نبی کی ذات پر تنقید سے آپ لوگ گریز کیا کرو۔ یہ اللہ کی طرف سے عطا کیا ہوا مرتبہ ہے۔ آج کل کچھ مولوی صاحبان ایسے پھرتے ہیں کہ ان سے ایک آدمی نے بات کی تو وہ کہنے لگے کہ "ہم وہ کام کر رہے ہیں جو حضور پاک ﷺ کرتے تھے' قرآن سنایا' پڑھایا' اس سے بات کی' یہ کیا وہ کیا اور بالکل ہمارا کام وہی ہے"۔ وہ شخص مولوی صاحب سے کہتا ہے کہ آپ ﷺ کا ایک فنکشن یہ بھی تھا کہ وہ تزکیہ بھی کرتے تھے اور وہ تم نہیں کر سکتے ہو۔ تو آگے سے کہتا ہے کہ اس کی ہمیں جانچ اور طریقہ نہیں آتا۔ تو وہ جو پیغمبر کی نگاہ ہے وہ تزکیہ کرتی ہے۔ جس پر وہ نگاہ پڑ گئی وہ ویسے ہی صاف ہو گیا' اب وہ مرتبہ اور ہے' وہ علم اور ہے

سوال :۔

وہ جو تزکیہ کا نبوت کا فنکشن ہے کیا وہی بزرگانِ دین کا فنکشن نہیں ہے؟

جواب :۔

وہ فنکشن بالکل ہو' بار بار ہو لیکن مقام وہ نہیں ہے' وہ مقام سب

کچھ ہے لیکن رسول نہیں ہے۔

سوال :۔

حضور پاک ﷺ کی رحمت کا یہ ایک بہت بڑا کرشمہ ہے کہ بزرگانِ دین آج بھی امت میں موجود ہیں اور ان کے حوالے سے ہم نبی کریم ﷺ کا فیض حاصل کرسکتے ہیں۔

جواب :۔

رحمت کا فنکشن یہ ہے کہ آج بھی تقسیم ہو رہی ہے اور یہ بڑی رحمت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بزرگانِ دین نے کمال کیا ہے۔ آپ بزرگانِ دین کے چھوٹے چھوٹے کام دیکھو کہ لوگوں کا انہوں نے ایک ایسا کام کر دیا کہ ان کی زندگی بدل دی۔ بابا فرید گنج شکرؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ ہمیں ٹوٹل اسلام بتا دیں کہ کیا ہے کیونکہ ہمارے پاس ٹائم نہیں ہے غریب اور امیر دونوں کے پاس وقت نہیں ہے۔ لہٰذا آپ ہمیں موٹی موٹی بات بتا دیں تو فرمایا کہ اچھا آپ موٹی موٹی باتیں سن لو۔ "اللہ محمد ﷺ چار یارؓ خواجہؒ قطبؒ فریدؒ"۔ چلو اسلام پورا ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ جی بات سمجھ نہیں آئی۔ فرماتے ہیں کہ یہ جو میں نے چار نام بتائے ہیں یہ یاد رکھ لینا تو آپ کا اسلام ضائع نہیں ہو گا' اللہ پکا یاد ہے محمد ﷺ پکا یاد ہے' چار یارؓ میں جھگڑا نہ کرنا' خواجہ غریب نوازؒ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور آخیر میں خاکسار فریدؒ' آپ میرے پاس رہو اور ان چار باتوں کو آپ یاد رکھو تو آپ گمراہ نہیں ہوں گے یعنی اللہ محمد ﷺ چار یارؓ خواجہؒ قطبؒ فریدؒ اور میرے کہنے پہ چلتے جاؤ۔ ان لوگوں کو پھر آسانی ہو گئی۔ یہ کوئی علم کی بات نہیں ہے اور کوئی لمبی

چوڑی بات بھی نہیں ہے۔ علم یہ ہے کہ جو وہ کہتے ہیں کرتے جاؤ۔ تو وہ شخص جو ہے وہ چار یار میں بحث نہیں کرے گا' اس کے لیے دائرہ بن گیا اللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار یارؓ" خبردار کوئی بحث نہ کرے' جب چار یارؓ کا لفظ آگیا تو پھر اس میں تبدیلی یا دوسرا واقعہ یا تیسرا واقعہ سب بیکار ہے۔ اور انہوں نے کیا کام کیا کہ بہشتی گیٹ کھول دیا کہ یہ دروازہ ہے جو اس میں سے گزرا وہ بہشت میں چلا گیا۔ بہشت میں جانے کی آرزو جو ہے یہی بہشت ہوتی ہے۔ آپ کو میری بات سمجھ آئی؟ آپ نے کبھی اس بات پہ غور نہیں کیا کہ ابھی بہشت کا دروازہ کھلنے والا ہے' آپ اور ہم چار آدمی مل کر جا رہے ہیں' کوئی پوچھتا ہے کہ کدھر جا رہے ہو؟ تو وہ کہتا ہے کہ بہشتی گیٹ کھلنے والا ہے۔ تو پھر آپ نے کیا کرنا ہے؟ کہتا ہے کہ بہشت میں جانا ہے۔ تو دراصل بہشت جانے کی آرزو ہی بہشت ہے۔ اس زندگی کے اندر بہشت کی تمنا بڑی مبارک بات ہے اور یہ بہشت ہے۔ آپ بات کو سمجھ رہے ہیں؟ اور پھر بابا صاحبؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے یہاں بہشتی دروازہ لگا دیا جب کہ بہشت تو آگے کی بات ہے تو آپؒ نے فرمایا کہ جب یہاں بہشت نہیں ہے تو پھر آگے کدھر ہے۔ بہشت ادھر ہی ہے' بہشت کی آرزو ادھر ہے' بہشت کا یقین ہو جائے تب ادھر ہے۔ آپ لوگ تو بالکل غور نہیں کرتے! مثلاً" یہاں ایک بلال صاحب ہیں' تو راے صاحب آپ کیا ایسی بہشت کا تصور کر سکتے ہو کہ جس میں آپ ہوں اور بلال صاحب نہ ہوں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو بہشت کیا ہوئی؟ اپنے دوستوں کو یک جا دیکھنے کی تمنا بہشت ہے اور یہ چیز زندگی میں آپ نے دریافت نہیں کی ہے۔ ایک بات پھر سن لو کہ اگر کوئی شخص کسی اور شخص کو اس کے عمل کی وجہ سے دوزخ میں جاتا ہوا

دیکھنا چاہے' کہتا ہے کہ اس نے مجھے بڑی تکلیف پہنچائی' میرا خیال ہے کہ اسے بڑی سزا ہو گی اور دوزخ ہو گی' اس نے میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے اور جاتے ہوئے آبگینہ لے گیا اور زینہ بھی لے گیا اور یہ بڑی بری بات ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ دوزخ میں جائے گا' تو کسی مسلمان کے لیے آپ زندگی میں اگر دوزخ میں جانے کی تمنا لے کر بیٹھے ہیں تو فقیروں نے یہ بتایا ہے کہ اس آدمی کو دوزخ میں دیکھنے کے لیے' تیری آنکھ ضرور وہاں اس کو دیکھنے کے لیے بھیج دی جائے گی۔ لہٰذا آپ اپنی آنکھوں کو حدتِ نار سے آزاد کرو' اپنے خیال کو حادثۂ غیر سے آزاد کرو' تیرے خیال میں حادثہ ہو رہا ہے' تیرے دل میں حسد کی آگ لگی ہوئی ہے' تو جو اس کے لیے چاہ رہا ہے وہ تیرے دل کے اندر داخل ہو گیا' وہاں اس کی زندگی میں کانٹا لگا دیا تو کانٹا وہاں نہیں لگا بلکہ یہاں آپ کے دل میں لگ گیا' آپ کی زندگی میں الجھنیں انسانوں کے ذریعے آ رہی ہیں جن کو آپ ناپسند کرتے ہو' ناپسندیدہ انسانوں کا نقصان آپ کو پتہ ہے کہ کیا ہے؟ ان کے دم سے تیرے اندر گرہ پڑتی جا رہی ہے' الجھن بڑھتی جا رہی ہے۔ تو الجھن کس نے ڈالی ہے؟ وہ بڑا کمینہ انسان تھا اور وہ آپ کو الجھن میں ڈال گیا' تو آپ اگر اس کو معاف کردیں تو سارا قصہ ہی ختم ہو جائے گا اور الجھن ختم ہو جائے گی۔ کہتا ہے کہ یہ کیسے ہو کیونکہ وہ معافی نہیں مانگتا تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ اسے معاف کر دو' ''اگر آپ کہتے ہیں تو ہم مان لیتے ہیں'' تو اس طرح گرہ کھل جائے گی۔ تو چور جو سامان لے گیا سو لے گیا' اب آپ کیوں روتے ہو' چور سامان لے گیا اور دل جو ہے اس سامان کی یاد میں غرق ہو گیا' اب اسے معاف کرو اور بھول جاؤ۔ اس طرح معاف کرنے سے آپ بزرگانِ دین سے اپنا فیض لے

سکتے ہیں۔

سوال :۔

اس کو معاف کرنے سے دل آزاد ہو گیا لیکن کیا وہاں بہشت میں چور بھی ہو گا؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ توحید کیا ہے اور باطن کے مقام کس حد تک بیان کرنے چاہئیں؟

جواب :۔

ہاں کمال کی بات تو یہ ہے کہ اگر چور بھی بہشت میں ہو تو پھر تو آپ کا سامان مل جائے گا۔ ایک بات تو یہ ہے' دوسری ایک اور بات یہ ہو جائے گی کہ آپ کا چور بخشا گیا تو آپ جس کے چور ہیں آپ بھی بخشے گئے۔ آدھے لوگوں کے چور آپ خود ہو بلکہ آپ کو پتہ نہیں ہوتا کہ یہ جو کچھ آپ کے ساتھ ہو رہا ہے آپ یہ سب کر چکے ہو' جو ہو رہا ہے وہ ہوا۔ جو ہو رہا ہے اسے چھوڑ دو تو جو ہوا وہ معاف ہوجائے گا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ

اتنی نہ بڑھا پاکیِ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

آپ بات کو سمجھ رہے ہیں کہ معاف کردو تو معاف ہو جاؤ گے۔ چور جو ہے وہ کوئی اور چیز نہیں ہے بلکہ چور ایک سٹیج پر محسن بھی ہوتا ہے' وہ اشیاء کی محبت کو دلوں سے نکالتا ہے۔ پھر آپ کیا اشیاء کی محبت میں گرفتار ہوئے پڑے ہو' انہیں چھوڑ دو۔ ایک بزرگ کا واقعہ میں ابھی سنانے لگا ہوں' کیا وہ آپ نے سنا ہے کہ کس کا واقعہ ہے؟ ایک بزرگ ایک قافلے کے ساتھ سفرِ حج پہ جا رہے تھے۔ وہ بزرگ قافلے میں ممبر

کے طور پر شامل تھے' امیرِ قافلہ کوئی اور تھا اور قافلہ مختصر تھا' پیدل حج
کے سفر کو چلے' وہ کوئی کردستان کا علاقہ تھا جہاں پر ڈاکو ہوتے تھے اور
انہوں نے راستہ روک لیا اور کہا لائن میں کھڑے ہو جاؤ' سارا سامان رکھ
لیا اور جو کچھ پیسہ تھا وہ بھی رکھ لیا' وہ جو ڈاکوؤں کا سالار تھا اس نے کہا
کہ پیسے تو سارے یہاں رکھ دیے ہیں' اب ان کی تلاشی لو' تو جو اس
حاجیوں کے قافلے کا سالار تھا اس کے پاس سے مخفی جیب سے تھوڑے
سے پیسے نکلے' تو ڈاکوؤں کے سردار نے کہا کہ اس قافلہ کے سالار کو
فوراً" قتل کر دیا جائے۔ یہ کہانی لکھنے والے بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے
یہ سوچا کہ اس قافلے میں میں بھی شامل ہوں اور میری موجودگی میں ہمارا
قافلہ سالار کٹ گیا تو پھر میری فقیری کس کام آئے گی' تو میں بول پڑا کہ
اس کو آپ ابھی نہیں مارنا کیونکہ یہ ہمارا سالار ہے اور ہماری زندگی میں
ہمارا سالار مر نہیں سکتا۔ وہ ڈاکوؤں کا سردار میرے ساتھ روبرو ہو گیا اور
کہتا ہے کہ آپ کیسے انسان ہو اور یہ کیسا سالار ہے کیونکہ سچے آدمی کا
سالار جھوٹا آدمی نہیں ہو سکتا' کیا آپ کو اس بات کا خیال نہیں آیا؟ پھر
ڈاکو نے کہا کہ ہم تو سرکاری ڈیوٹی پر ہیں' مدت سے عازمینِ حج کو متوکلین
بنانے کا کام ہمارے سپرد ہے' جس شخص کو حج کے دوران بھی پیسے کی
محبت ہے اور اس میں غرق ہوا پڑا ہے تو وہ کیسے بیدار ہو سکتا ہے۔ تو یہ
توحید ہے اور یہ وہ توحید ہے جس کو نہ تو سمجھا اور نہ میں سمجھا۔ توحید کی
ایک اور کہانی سن لو۔ انہی بزرگ کی کہانی ہے اور یہ بہت بڑے
بزرگ ہیں' ان کا نامِ گرامی ہے گنج بخشِ فیضِ عالمؒ۔ آپ فرماتے ہیں کہ
ایک دفعہ میں نے اپنے پیر صاحب سے پوچھا کہ جناب آپ یہ فرمائیں کہ
توحید کیا ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ بیٹا بات یہ ہے کہ توحید آپ کو ہم

ضرور سمجھائیں گے کیونکہ یہ بڑا مقام ہوتا ہے' بڑا بلند مقام ہوتا ہے لیکن آپ کو پھر کبھی سمجھائیں گے۔ جب میں نے ضد کی تو فرمانے لگے کہ آپ کو جلدی سمجھا دیں گے۔ کچھ عرصے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ مجھے اپنے پیر صاحب کے ساتھ حج کے سفر پر جانے کا موقعہ ہوا۔ داتا صاحبؒ یہ واقعہ لکھتے ہیں کہ شام کا وقت ہے' ہم لوگ نماز ادا کر چکے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ایک گھوڑ سوار تیزی سے آرہا ہے اور ہمارے پیر صاحب نے انہیں جا کر سلام کیا' دونوں ملے اور گھوڑ سوار نے میرے پیر صاحب کے کان میں کوئی بات کی' انہوں نے کچھ جواب دیا' وہ واپس چلے گئے اور پیر صاحب آکر آرام سے بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا جناب یہ کون تھا اور کیوں آیا تھا؟ آپ نے کہا کہ یہ تیرے سوال کا جواب تھا جو گھوڑے پہ چڑھ کر آیا تھا' وہ سوال جو توحید کا پوچھا تھا یہ اس کا جواب تھا' داتا صاحبؒ لکھتے ہیں کہ میں بڑا حیران ہوا کہ یہ توحید کا سوال کیسے بن کر آیا؟ یہ کون تھا؟ میں نے وضاحت چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ خضر علیہ السلام تھے اور خضر علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ آپ حج کرنے جارہے ہیں تو آپ کہیں تو میں بھی آپ کے قافلے کے ساتھ چلوں۔ تو آپ نے کیا جواب دیا؟ داتا صاحبؒ کے پیر صاحبؒ نے جواب دیا کہ اسے میں نے یہ کہا کہ آپ چلے جائیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں توحید کے خیال سے ہٹ کر تیرے خیال میں نہ چلا جاؤں۔ تو یہ توحید ہے! توحید کیا ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اس کے خیال سے گزر کر کسی اور خیال میں گم نہ ہو جاؤ' یہ توحید ہے۔ اور یہ وہ توحید ہے کہ جس کو نہ تو سمجھانہ میں سمجھا۔ یہ خیال کی یکسوئی کا مقام ہے۔ اس بارے میں کیا خوبصورت شعر کہا ہے ؎

منم محوِ خیالِ اُو نمی دانم کجا رفتم
شدم غرقِ وصالِ اُو نمی دانم کجا رفتم

اس کے خیال' اس کی یاد میں ہم گم ہو گئے' اس قدر غرق ہوئے کہ پتہ نہیں جانا کہاں تھا اور چلے کہاں گئے۔ تو یہ توحید ہے کہ کہاں جانا تھا اور صرف اسی کے خیال میں کدھر چلا گیا۔ تو یہ توحید ہے! بس آپ کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے۔ تو یہ ان بزرگوں نے کیا' میں آپ کو بزرگانِ دین کا بتا رہا تھا کہ وہ اس طرح توحید میں ہیں اور چاہے ان کا مقام کچھ بھی ہو' ان کا درجہ نہ بنانا' اور آپ مسلمانوں کے اندر یہ بھی نہ بنانا کہ قلندر کون ہے اور دوسرا کون ہے' غوث کون ہے' ابدال کون ہے اور قطب کون ہے۔ اب یہ بات ختم کرو۔ ہم مسلمان ہی مسلمان ہیں' وہ ٹائیٹل ہندوؤں کے مقابلے میں تھے' مخالفین کے مقابلے میں تھے' اب جو ہے وہ جمیع المسلمین کا مقام ہے' اس لیے کسی فرد کے بلند تر ہونے کا مقام نہیں ہے۔ اب وحدتِ ملّت کا مقام ہے۔ وحدتِ ملّت قائم کرنے والا کچھ بھی ہو وہ اپنے مقام سے سفر کا آغاز نہیں کرے گا۔ یعنی چاہے کوئی اپنے دور کا غوث آجائے' وہ غوث بن کر کام نہیں کرے گا۔ اس سے جمیع المسلمین میں Inferiority complex پیدا ہوتا ہے' احساسِ کمتری پیدا ہوتا ہے' آپ کو یہ بات سمجھنی مشکل ہو رہی ہے حالانکہ آپ ذہین لوگ ہیں۔ اس بات کو ایسے سمجھو کہ اگر میں ابھی ایک بات کہہ دوں کہ ہم اس کمرے میں ایک ایسی چیز دیکھ رہے ہیں جس کا دیکھنا زندگی کی انتہائی کامیابی ہے مگر وہ آپ کو نظر نہیں آرہی ہے' ابھی آپ تھوڑی دیر کے لیے میری تعریف کرو گے اور گھر جاکر بڑے پریشان ہو جاؤ گے کہ ابھی وہ کیا چیز ہے جس کا دیکھنا ہمارے لیے ضروری ہے اور ہمیں نظر

نہیں آئی اور نظر نہیں آئی تو کیوں نظر نہیں آئی' پھر ہم مسلمان نہیں ہیں کیا؟ تو کچھ لوگوں نے یہ کام کیا' انہوں نے ایسے بیانات دیے اور اپنے سننے والوں کو متاثر کیا لیکن سننے والے بعد میں بڑے بدظن ہوئے کہ یہ چیز تو پھر ہمارے لیے ہے ہی نہیں۔ اگر ہے ہی نہیں تو پھر کیا ہے؟ ایسے ہی کہہ دیتے ہیں کہ وہ دیکھو وہ کیا نظر آرہا ہے تو آدمی کہتا ہے کہ ہمیں تو نظر نہیں آرہا۔ آپ کو ایک پورا واقعہ سنا رہا ہوں کہ کہیں قوالی ہو رہی ہے اور قوالی میں پیر صاحب بیٹھے ہیں اور قوال کے بول ہیں

او دسدی چُنی یار دی

اور یہ کہ "وہ جا رہا ہے دیکھو تو سہی" اور "وہ دیکھو گلیاں نبی ﷺ کی"۔ اور پیر صاحب "حال" کھیل رہے ہیں' ان کو اندرون بالکل نظر آرہا ہے۔ ایک بے باک مرید تھا کہتا ہے کہ مجھے تو نظر نہیں آرہا۔ تو اس کو تو نظر نہیں آیا لیکن باقی سب کو نظر آگیا۔ پھر اس بے باک کو سزا دے دی گئی۔ حالانکہ اس نے سچ بولا تھا' سچ یہ بولا تھا کہ اسے نظر نہیں آیا تھا اور باقیوں کو بھی اس وقت نظر نہیں آرہا تھا لیکن وہ ہاں سے ہاں ملا رہے تھے' پھر باقیوں کو بات دکھا دی اور اس سچ بولنے والے کو محروم کر دیا گیا۔ اس لیے مسلمانوں کے اندر ایسے مقامات کا اظہار نہیں ہونا چاہیے۔ حضور پاک ﷺ کی محفل کا ذکر نہیں کرنا چاہیے کہ آپ ﷺ کی محفل ہوتی ہے اور اس میں مسلمانوں کے لیے یہ فیصلے ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو بات بتا دو کہ یوں کر لو اور یہ آسان بات ہے۔ آپ کسی شخص کو وہ بات نہ سنائیں جو آپ اس کو دکھا نہیں سکتے۔ بس بات آسان ہو گئی۔ تو یہ مشاہدے کے مقامات ہیں' مقاماتِ رسالت مشاہدے کا مقام ہے' مقاماتِ ولایت مشاہدے کے مقام ہیں۔

اب آپ لوگ اور سوال کرو ----------

سوال :۔

آج کل کے دور میں ہم مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب :۔

میں آپ کو بتاتا ہوں کہ کیا کرنا چاہیے۔ ہم مسلمانانِ عالم ہونے کی حیثیت سے یہ کہتے ہیں کہ پرانی تعلیم کو آج کل کے مسلمان بہت زیادہ Discover کرنے کی، دریافت کرنے کی کوشش نہ کریں، اس کا بہت تجزیہ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ پچاس سال، ساٹھ سال کی زندگی ہے، اس میں اتنا علم حاصل کرو کہ یہ زندگی آسان ہو جائے اور آپ کی عاقبت، آسان ہو جائے۔

بس آپ مانتے جاؤ چاہے آپ جانتے ہو یا نہیں تب بھی مانتے جاؤ اور کسی کی پرواہ نہ کرو۔

سوال :۔

ہمارے لیے آسان عمل بتا دیں۔

جواب :۔

اپنے بزرگوں کو آپ تسلیم کرتے ہوئے، سلام کرتے ہوئے آگے چلیں۔ اللہ کو زیادہ جاننے کی ضرورت کوئی نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ ہے اور اسے آپ جان نہیں سکتے۔ آپ اللہ کے حبیب پاک ﷺ کو مانیں، بہت زیادہ بحث کرنے کی ضرورت کوئی نہیں ہے، بس ادب کے ساتھ مانیں، قرآن پاک کو مانیں کہ یہ آخری کتاب ہے اور واقعی کتاب

ہے' یہ ایسی کتاب ہے جو کتاب ہونے کے قابل ہے کیونکہ اس میں
خاص بات ہے۔ اس کے بعد آپ اپنے آپ کو انیں۔

سوال :۔

قرآن کو ماننے کا اصل مطلب کیا ہے؟

جواب :۔

جو کچھ قرآن پاک کہتا ہے آپ وہ سب کریں اور جتنا کر سکتے ہیں
کریں۔ اور اس کے بعد جو بات ہے وہ یہ ہے کہ دس آدمی ایک قرآن
پاک کو پڑھنے کے بعد دس نسخے نہ نکال لینا کہ اس میں یہ گنجائش ہے بلکہ
دس آدمی مل کر قرآن پاک کا وہ نسخہ نکالنا کہ باقی آدمی متفقہ طور پر اس
پر عمل کرنے کے قابل ہو جائیں۔

سوال :۔

کیا اس طرح بہتر معاشرہ بن سکے گا؟

جواب :۔

معاشرہ تو بنتا ہے اور کیوں نہیں بنے گا۔ اور اگر دس آدمی مختلف
چیزیں نکالیں گے تو صاف بات ہے کہ مختلف باتیں نکل آئیں گی۔ قرآن
پاک کی بڑی ورائٹی ہے اور ایسے واقعات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں
سے خطاب کیا کہ یا ایہا الناس اور مسلمانوں سے بھی خطاب ہے یا
ایہاالمسلمون اور مومنین سے بھی بات کی ہے۔ تو قرآن پاک میں اللہ
تعالیٰ نے سب سے خطاب کیا ہے' کبھی اپنے آپ کو "انا" کہتا ہے اور
کبھی "نحن" فرماتا ہے۔

سوال :۔

کچھ آیات سے Unity نکلتی ہے جو کہ وقت کا تقاضا ہے اور کیا ایسا معاشرہ بننا چاہیے؟

جواب :۔

معاشرہ بننا چاہیے اور کیوں نہیں بننا چاہیے۔ آیات میں Unity، اتحاد ضرور ہو گا اور یہ سب کو نکالنی چاہیے اور یہ معاشرہ ضرور بننا چاہیے تاکہ پھر اس طرح کا اصل معاشرہ قائم ہو جائے۔

سوال :۔

مگر مختلف علماء نے اپنے طریقے سے قرآن کو سمجھا ہے اور بیان کیا ہے۔

جواب :۔

آپ کا یہ طریقہ ٹھیک ہے اور یہ اچھی بات ہے۔ ماحول کو تھوڑی سے آسانی بھی دینی چاہیے۔ آپ یہ سوچیں کہ قرآن پاک کا جو سسٹم ہے، طریقہ ہے اور تقاضا ہے تو کیا آپ لوگوں سے پہلے کوئی انسان یا معاشرہ اس پر چلا؟ ضرور چلا ہو گا! اس کے بعد جن لوگوں نے قرآن آشنائی حاصل کی کیا وہ قرآن آشنائی ان سے کسی نے حاصل کی؟ مثلاً" ایک آدمی نے ایک بات سمجھی، دوسرے نے اور سمجھی، سات آدمیوں نے بات سمجھی اور اگر وہ سب جانتے ہیں تو ان کو اکٹھا کرنے کا کوئی نسخہ ہونا چاہیے۔

سوال :-

سر! انسان پر قرآن کس طرح آشکار ہو سکتا ہے؟

جواب :-

آپ ایک کیفیت میں قرآن پڑھیں گے تو ایک عالم آشکار ہو گا' دوسرے دور میں پڑھیں گے تو دوسرے عالم کی آشنائی ہو گی اور کسی اور زمانے میں پڑھیں گے تو ایک اور چیز ہو گی۔ قرآن کے کم از کم ساٹھ مفاہیم نہیں ہیں تو اکیس تو ضرور ہیں یعنی اس کی پرت در پرت کہانی ہے۔ اس لیے دیکھنے والے اور جاننے والے اسے دوسرے انداز میں پڑھتے جا رہے ہیں۔ صرف قرآن پڑھنا اور مقام کی بات ہے۔ جوں جوں شعور بڑھتا جائے گا' معنی بڑھتے جائیں گے' پھر ایک مقام آتا ہے کہ قرآن' کتاب سے اور ظاہر سے نکل کر کائنات میں آ جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ پھر یہ سارے واقعات الگ الگ ہو جاتے ہیں اور یہ اچھی بات ہے کہ غور و فکر سے انسان آگے نکل جاتا ہے۔ کبھی قرآن کسی انسان کی شکل میں آ جاتا ہے یعنی مکمل قرآن اور مکمل انسان' حاملِ قرآن' ناطق قرآن۔

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

اور پھر یہ کتاب کہ جس میں کوئی شک نہیں ذلک الکتٰب لا ریب فیہ' ایک کائنات جانتی ہے۔ اس لیے قرآن کو صرف پڑھنے کی بات نہیں ہو رہی ہے اور قرآن فہمی کی بات نہیں ہو رہی ہے بلکہ اگر اللہ آشنائی کرائے تو آشنائی ہو سکتی ہے ورنہ بہت مشکل ہے۔ دعا یہ ہونی چاہیے

کہ قرآن پاک سے آگہی ہو۔ یہ بڑی اچھی بات ہے۔

سوال :۔

لیکن کتنی قوم ہے جس نے قرآن پڑھا نہیں ہے؟

جواب :۔

آپ کو میں آسان بات بتاتا ہوں' آپ تفسیر نہ پڑھا کرو کیونکہ اس طرح قرآن پاک سمجھ نہیں آئے گا' یعنی قرآن پاک کی تفسیر نہ پڑھا کرو ورنہ قرآن سمجھ نہیں آئے گا۔ اگر قرآن پاک کے معنی بھی سمجھ نہیں آتے تو معنی بھی کسی غیر اردو والے آدمی سے سمجھا کرو۔ اب آپ مجھ سے یہ پوچھو گے کہ کوئی ایسا ترجمہ بتائیں جو صحیح ہو۔ میں آپ کو دو ترجمے Suggest کروں گا کہ آپ وہ دو ترجمے پڑھ لو' مولانا اشرف علی تھانویؒ اور احمد رضاخان بریلویؒ کا پڑھ لو۔ اوردرمیان میں سے ایک راہ نکال لو' یہ دونوں Extreme کے' اصل بادشاہ ہیں' ان دونوں کے درمیان آپ کو صحیح بات سمجھ آ جائے گی دونوں میں سے اگر آپ صرف ایک Afford کر سکتے ہو تو احمد رضا خان بریلویؒ کا پڑھ لو۔ اگر نہیں تو کسی انگریز کا پڑھ لو' اگر یہ بھی نہیں تو آپ خالی قرآن شریف پڑھ لو یعنی ترجمہ کے بغیر پڑھ لو اور اگر قرآن شریف نہیں پڑھے ہوئے ہو تو آپ خالی قرآن شریف دیکھتے جاؤ۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے' اللہ موجود ہے' خالق موجود ہے' آپ بھی موجود ہو' کتاب بھی موجود ہے' تو وہ آپ کو کتاب خود ہی پڑھا دے گا اور کیوں نہیں پڑھائے گا۔ میں نے ایسے آدمی دیکھے ہیں کہ وہ قرآن پڑھنے لگے لیکن نہیں پڑھ سکے' سمجھ نہیں

آتی تھی تو وہ قرآن کے اوپر سر رکھ کر رونے لگے اور پھر صبح تک ان کو قرآن فہمی ہو گئی۔ آپ یہ کہیں یا اللہ ہمیں یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیا ہے' تیری کتاب ہے اور تو موجود ہے اور میرا دل بے تاب ہے اور پھر بھی سمجھ نہیں آتی۔ تو صبح تک کتاب کا شعور پیدا ہو جائے گا۔ تو ایسے لوگ بھی ہیں۔ آپ لوگ گھبرایا نہ کریں' اللہ موجود ہے' کتاب موجود ہے اور یہ آپ لوگوں کو سمجھ آ جائے گی۔ بس اپنی اصلاح کرنے کا پروگرام ہونا چاہیے ------- اب آپ لوگ اور سوال کرو --------

سوال :۔

حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ جہاں سے موت پہنچے گی وہاں سے رزق پہنچے گا' تو رزق کی وضاحت فرمادیں۔

جواب :۔

اگر آپ رزق کی تعریف کریں تو رزق وہ کھانا ہے جو آپ نے استعمال کیا اور اتنی ضرورت تھی۔ بس باقی سارے کا سارا امانت ہے جو آپ نے کسی کو رزق دینا ہے۔ تو رزق کیا ہے؟ وہ حصہ جو آپ نے استعمال کیا وہ رزق ہے اور باقی امانت ہے۔ اب آپ ذہن بوجھ سے آزاد کر لیں۔ سارا چکر یہ ہے کہ بنانے والے نے کھیل کے طور پر یہ سارا کچھ رکھا ہے۔ آپ بوجھ محسوس کر رہے ہیں لیکن یہ رونق بھی ہے۔ آپ لوگ اگر غور کریں تو دیکھیں گے کہ کئی دفعہ دانا' عقل مند' صحت مند' صاحب فکر' صاحبِ غور' اور افلاطونِ وقت انسان اپنے رزق

کا مسئلہ حل نہیں کر سکا۔ وہ کہتے تھے کہ میں سب باتیں جانتا ہوں مگر رزق کا مسئلہ مجھے سمجھ نہیں آتا۔ آپ لوگ اندازہ لگائیں! تو اسے عقل کے باوجود رزق کا مسئلہ سمجھ نہیں آیا۔ تو یہ ایک ایسی کہانی ہے۔ اور عام طور پر بے وقوفوں کو رزق مل جاتا ہے۔ تو یہ ایک ایسا معاملہ ہے۔ آپ لوگوں کو میں نے بتایا تھا کہ رزق کے بارے فکر نہیں ہونی چاہیے۔ رزق پیسے کا بھی نام ہے جو آپ کو استعمال کے لیے ملا ہے اور رزق اس خواہش کا نام بھی ہے جو آپ کے دل میں پیدا ہوتی رہتی ہے اور پتہ نہیں ہوتا کہ وہ حسرت بنتی ہے کہ اس کی تکمیل ہوتی ہے' رزق اس اولاد کا نام بھی ہے جو آپ کے پاس جلوہ افروز ہوتی ہے۔ رزق' بیوی کا نام بھی ہے اور شوہر کا نام بھی ہے جو آپ کے گھر میں موجود ہیں۔ رزق کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جو آپ کے دل میں ہے اور آپ کے سینے میں موجزن ہے اور یہ آنکھوں میں جو بینائی ہے' رزق ہے' یہ میں آپ کو پکی خبر دے رہا ہوں اور بینائی کے رزق سے تمام نظاروں میں رنگ پیدا ہوتا ہے۔ تو آپ اللہ تعالیٰ سے کہیں کہ ایسی بہار لگائے' گلاب لگائے' فرض کریں کہ پیسہ گلاب پیدا کرے گا تو گلاب بذاتِ خود ایک رزق ہے' تو گلاب کو دیکھنا اور گلاب کا جلوہ رزق ہے' تو نگاہ نہ ہو تو تیری عقل جو ہے وہ کیا عقل ہے۔ تو آپ لوگ یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ صرف عقل نہ دے بلکہ نفع والا علم دے اور یہ ہمیشہ دعا مانگی گئی کہ اللھم اعوذ بک من العلم لا ینفع اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو مجھے نفع نہ دے۔ تو آپ بھی پناہ مانگو اس علم سے جو نفع نہ دے' پناہ مانگو اس فلسفے سے جو تیرا راستہ آسان نہ کرے اور پناہ مانگو ان واقعات سے

جو تجھے خود تکلیف دیں اور تیرا راستہ روک لیں' اس بات سے پناہ مانگو کہ آپ نے کل کیا کیا تھا اور کل کا کیا ہوا۔ آج راستہ روک رہا ہے اور آج تک آپ کو سمجھ نہیں آ رہی' اور آج پھر آپ اپنے آپ کو صحیح سمجھ رہے ہیں۔ تو ایمان بھی ایک رزق ہے اور اسی طرح کئی طرح کے رزق ہیں ---------

سوال :۔

رزقِ کریم سے کیا مراد ہے؟

جواب :۔

رزق کا معنی اور Definition ہماری ڈکشنری میں بارش ہے۔ تو رزق کا معنی بارش یعنی نازل ہونا ہے' تو جو چیز نازل ہو رہی ہے وہ بارش ہے۔ دنیا کا رزق جو ہے یہ بارش سے وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے رزق آسمانوں سے اتارا۔ کسی نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ تیرا فضل کیا ہے تو فرمایا کہ بارش! اس بارش سے رزق پیدا ہوتا ہے کہ زمین سے' کھیتی سے اور فصل سے جو واقعات وابستہ ہیں مثلاً" تمہارا کھانا' پینا' لباس وغیرہ تو یہ سارے کا سارا بارش سے وابستہ ہے۔ اگر صرف لکڑی کا رزق دیکھیں تو یہ کمال ہی کمال ہے کہ درخت سے لکڑی لے کر فرنیچر اور خدا جانے آپ لوگ کیا سے کیا چیز بنا لیتے ہو۔ تو یہ سارا رزق ہے۔ اور رزقِ کریم ہوتا ہے خیال کا رزق' احساس کا رزق یعنی کہ ترتیبِ احساس یا احساس کا مزین ہونا رزقِ کریم ہے۔ احساس کا مرتب ہونا بڑی قیمتی بات ہے' ورنہ عام طور پر انسان جاہل ہوتا ہے' عقل مند آدمی بھی

جاہل ہوتا ہے کیونکہ اس میں احساس نہیں ہوتا۔ تو بہت عقل مند آدمی یہ کہتا ہے کہ میں ذرا بیٹے کو ڈانٹ رہا ہوں اور وہ رو رہا ہے اور عقل مند آدمی یہ کہتا ہے کہ میری بیوی بے وقوف ہے' اگر تو وہ عقل مند آدمی ہے تو پھر یہ اس کا رفیق کیسے ہوا؟ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عقل کام نہیں کرتی۔ تو دعا یہ ہونی چاہیے کہ عقل کے ساتھ لطافت قلب بھی ہو اور لطافتِ قلب رزقِ کریم ہے' اور عام طور پر لوگ اس رزق سے محروم ہوتے ہیں' Dry ہوتے ہیں' بالکل ڈرائی یعنی خشک۔ تو صرف خالی عقل نہیں چاہیے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ یہ اس کے کرم کی بات ہے کہ۔

کرماں دی رتڑی اک چنگی
تولہ عقل دا کم نہ آوندا ای

کہ کرم کی ایک رتی بھی بہتر ہے اور عقل کا تولہ بھی ہو تو کام نہیں آتا۔

تو اس لیے عقل سے بھی توبہ کرنی چاہیے کہ یہ وہ عقل ہے جس سے آپ اپنا راستہ درست نہیں کر سکتے' تو یہ کیا عقل ہے! اور اس عقل والے نے اپنی زندگی کو کیا بنایا ہے' جو شخص لوگوں کو آج زندگی بنانے کا نسخہ دیتا ہے' اس کی اپنی زندگی نہ جانے کس حال میں ہے۔ اس لیے دعا یہ ہونی چاہیے کہ یا اللہ میں تو بے بس ہوں' تو ہی مہربانی کر اور پردہ رہنے دے۔ اور یہ پیغمبروں کی خاص بات ہے اور اولیائے کرام کی بات ہے کہ اپنی زندگی میں جو علم دیا وہ پہلے کر کے دکھایا' اور یہ واحد لوگ ہیں اور کمال کے لوگ ہیں۔ اگر پیغمبر کہتے ہیں کہ سادہ زندگی بسر کرو

تو انہوں نے سادہ زندگی بسر کر کے دکھائی ورنہ صرف یہ علم دیتا کہ سادہ زندگی بسر کرو تو لوگ کہیں گے کہ کیسے بسر کریں اور آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ سادہ زندگی اختیار کرو اور سادگی اختیار کرو۔

سوال :۔

سر! اللہ تعالٰی نے قرآن میں زیتون کی قسم کھائی ہے تو کس بات کی وضاحت کی گئی ہے؟

جواب :۔

اس بات میں جو Emphasis ہے' زور ہے وہ بلد الامین یعنی امن والے شہر پر ہے' باقی صرف قسم ہے' پہلے بیان ہے' Statement ہے' پھر کنفرم قسم ہے' وَالتِّین یعنی زیتون کی قسم ہے اور وہ مٹی کا مقام ہے جس کی زیتون پروڈکشن ہے' پھر طورِ سینا کی قسم ہے جو تقدیس کا ایک مقام ہے اور آگے بیان ہے کہ وھٰذالبلد الامین اور اس بلد کی شہرِ خاص کی قسم ہے جو امین ہے' امن والا ہے تاکہ اس کے اندر کسی قسم کی Disturbance نہ ہو' بے چینی نہ ہو۔ پھر اصل میں یہ بیان آ رہا ہے کہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم یہ کہ ہم نے اس انسان کو Pure اور The best form of production ' بہترین صورت میں تخلیق کیا اور جب انسان جو ہے وہ اللہ کا نہ ہوا تو "ثم رددنہ اسفل سٰفلین" بن گیا' بہت ہی گر گیا' تو یہ Degenerate ہو کر بہت ہی نیچے چلا گیا۔ یعنی پہلے کہا کہ قسم ہے کہ ہم نے انسان کو بہت بڑا بنایا' قسم ہے کہ یہ بہت گریٹ تھا' قسم ہے کہ یہ ایسا ہے اور یہ بالکل پکی بات

ہے، پھر پتہ نہیں کہ اسے کیا ہو گیا۔ پھر اس سے آگے اس کے لیے یہ Extension بتائی کہ وہ لوگ جو ایمان لائے ان کو پھر مقام مل گیا اور راز حل ہو گیا۔ تو اخذ یہ ہوا کہ انسان کا سفر جو ہے وہ یوں ہے کہ آپ ایک Curve ہو اور ایک Wave کی طرح، لہر کی طرح آرہے ہو کہ ایک بلندی سے آکر پستی کو چھوتے ہوئے پھر بلندی تک جاتا ہے اور کل سفر آپ کا یہ ہے۔ جنت کی تعریف بھی یہی ہے کہ جنت اس مقام کو کہیں گے کہ جس کے چھن جانے کے بعد اس کی تلاش شروع ہو جائے اور دوست بھی ساتھ ہو تو جنت یہی ہے۔ تو اپنی بلندی کو ضرور تلاش کرو۔

سوال:۔

یزید کس حد تک تزکیہ شدہ آدمی تھا؟

جواب:۔

میں آپ لوگوں کو بڑے عرصے سے سمجھا رہا ہوں کہ اپنے ذاتی تزکیہ نفس کے بارے میں غور کیا کریں۔ جس طرح قرآن کریم پر آج ہم یہاں غور کر رہے ہیں تو ہمارے دور کا بھی آنے والے دور میں فیصلہ ہو گا کہ آپ لوگ کون ہیں۔ جن لوگوں کا آپ ذکر کر رہے ہیں تو ان کا عاقبت کے حوالے سے تزکیہ نہیں تھا۔ اب آپ کہیں گے کہ یہ دیکھا جائے کہ ان کا تزکیہ کیوں نہیں تھا تو اس کو آپ چھوڑ دیں اور بحث نہ کریں۔ آپ کا کام کیا ہے اور آپ کو کیا کرنا ہے، آپ یہ دیکھیں کہ کون سے ایسی بات ہے جس سے آپ کو دقت ہو رہی ہے، یزید آپ کی دقت نہیں ہے اور یہ بات تو بہت پہلے حل ہو گئی ہے اور یہ فیصلہ ہو چکا ہے

کہ وہ کون تھا۔

سوال :۔

علم اور تزکیے کو کہاں اور کیسے جمع کیا جائے؟

جواب :۔

علم اور تزکیہ صرف ایک جگہ پر جمع ہوتا ہے اور اس کا نام ہے عشق! محبت! اور محبت کا مقام بیان کرنے کے لیے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام آئے گا' یہ بیان ہے اور وہ عشق' محبت آپ کو جہاں بھی ہو جائے' اس کو Accommodate کرتے ہیں' اس کا دھیان کیا جاتا ہے اور پھر وہ محبت آپ کو تزکیہ کرا دیتی ہے۔ محبت کے بغیر تزکیہ نا ممکن ہے اور علم سے تزکیہ کبھی نہیں ہوتا۔ محبت جو ہے یہ آپ کے اندر نیا شعور پیدا کرتی ہے اور عشق و محبت سے اطاعت جو ہے وہ آسان ہو جاتی ہے ورنہ جتنا مرضی آپ ڈسپلن کر لو کہ یہ کام آپ کریں گے اور ضرور کریں لیکن وہ کام کوئی نہیں کرے گا۔ اور محبوب چل پڑا تو پیچھے وہ محبت کرنے والا بھی چلتا جائے گا۔ بارہا ایسا واقعہ ہوا ہے اور لوگوں نے اس سے بڑے بڑے اثر لیے۔ مثلاً" کوئی ہرنی کا بچہ پکڑ کر لے جا رہا تھا اور پیچھے پیچھے اس کی ماں آ رہی تھی اور اس واقعہ کو دیکھ کر اس کی زندگی میں انقلاب آ گیا۔ محبت کو اطاعت بتائی نہیں جاتی بلکہ اس سے اطاعت خود بخود ہو جاتی ہے اور تزکیہ خود بخود ہو جاتا ہے۔ آپ لوگ اپنے دور کے اندر محبت کرنا بھول گئے ہیں۔ آپ لوگ کچھ تو میرا کہنا مانو' آپ لوگ مادی اشیاء سے محبت چھوڑ دو' بے جان کی محبت چھوڑ دو' بعض اوقات خیال

بھی بے جان ہوتا ہے' انسانوں سے محبت کرو اور انسانی چہرے سے محبت کرو۔ اشیاء کی محبت چھوڑو' خیالوں کی محبت چھوڑو اور اصلی محبت میں داخل ہو جاؤ' اس سے آپ کا خود بخود ہی تزکیہ ہو جائے گا اور یہ یقیناً" ہو جاتا ہے۔

سوال :۔

آپ فرماتے ہیں کہ تم چپ ہو جاؤ کیونکہ اب کچھ ہونے والا ہے تو یہ سب کچھ کیسے ہو گا؟

جواب :۔

کبھی آپ نے یہ دیکھا یا سنا کہ ایک درویش تھے اور انہوں نے چپ کا روزہ رکھ لیا۔ کبھی آپ نے یہ بات سنی؟ تو ایک درویش تھے' انہوں نے اپنا ہیڈ کوارٹر بدل لیا اور گاؤں میں چلے گئے تھے۔ وہاں وہ کسی سے ملتے جلتے نہیں تھے' تخلیے میں چلے گئے تھے۔ آپ یہ دیکھیں کہ یہ کون سا مقام ہوتا ہے جہاں چپ کرا دیا جاتا ہے اور بندہ چپ کر جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہوتا ہے کہ جب صاحبانِ عقل گستاخ ہو جائیں وہاں پر فقیر کو خاموش رہنے کا حکم ہو جاتا ہے۔ انہیں بتایا جاتا ہے کہ ان کی عقل جو ہے اب گستاخی میں داخل ہو گئی ہے اور اب یہ ان کی سزا ہے اور یہ ان عقل والوں کے لیے بہت بڑی سزا ہے جن کی عقل نے ان کو گستاخ بنا دیا ہے کہ فقیر خاموش ہو جائے۔ عقل اگر آپ کو Humble ' انکسار نہیں بنا رہی ہے تو سمجھو کہ بہت بڑی سزا ہے۔ کوئی بھی بڑی تبدیلی' Total transformation یا معاشرے کی تخلیق یا کوئی اور واقعہ جو ہے

اس وقت تک کبھی معرض وجود میں نہیں آئے گا جب تک کہ عقل مئودب ہونی شروع نہ ہو جائے۔ گستاخ عقل جو ہے یہ عتاب ہے' اس عقل والے کے اوپر بھی ہے اور باقیوں کے لیے بھی ہے۔ فی الحال کچھ آثار نمودار ہوئے ہیں اور میں نے دیکھا ہے کہ عقلیں جو ہیں کچھ کچھ مئودب ہو رہی ہیں۔ اور عذاب کی شکل میں سزا جو ہوتی ہے وہ عقل مندوں کے باغی ہونے پر ہوتی ہے یعنی جب عقل جو ہے یہ غیر مہذب ہو جاتی ہے اور غیر شائستہ ہو جاتی ہے۔ جتنا علم آتا ہے' جتنی تبدیلی آتی ہے' جو اخلاق آتا ہے یہ Intellectuals کے لیے ہے' دانش والوں کے لیے ہے' عوام الناس تو بڑے سادہ لوگ ہیں' وہ تو "اللہ والے" ہی ہوتے ہیں اور مکمل "اللہ والے" ہوتے ہیں' تو وہ پورا اللہ والے ہیں اور اللہ خود ہی ان کا کام کرتا ہے کیونکہ جن کو یہ نہیں پتہ کہ کلمہ کسے کہتے ہیں اور پڑھتے کس طرح ہیں' انہیں کچھ پتہ نہیں ہے کہ رزق کہاں سے آتا ہے' کیسے ہوتا ہے' وہ صبح اٹھتے ہیں اور بیل کی طرح کام کرتے چلے جاتے ہیں۔ بات صرف جاننے والے کی ہے اور یہ دو قسم کے ہوتے ہیں' جاننے والا مئودب اور جاننے والا گستاخ! گستاخ عبرت کے اندر داخل ہونے والا ہے' میں آپ کو اطلاع دے رہا ہوں کہ گستاخ Intellect' عقل جو ہے یہ عبرت میں داخل ہونے والی ہے اور مودب Intellect جو ہے وہ نافذ ہونے والی ہے' آپ کے معاشرے کی تصحیح کے لیے نافذ ہونے والی ہے! آپ لوگ بتائیں کہ اور کیا چاہیے! اس اطلاع کی آپ کو سمجھ آ گئی ہے؟ کہ جو Intellect عقل غیر مودب ہے' گستاخ ہے' جو ذہن گستاخ ہے اس پر عبرت نازل ہونے والی ہے اور جو Intellect مودب ہے اس

کا نفاذ ہونے والا ہے' نفاذ کے معنی یہ ہے کہ آپ کو دائرہ اختیار مل جائے گا اور آپ کا دائرہ اختیار اتنا ہے جتنی آپ کے ذہن کی Range ہو گی۔ تو اسے ہم دائرہ اختیار کہیں گے اور وہ مل جائے گا' یہ اسی لائف کے اندر ہو گا اور یہ نہیں ہے کہ میں کوئی خواب کی بات بتا رہا ہوں یا آنے والے زمانے کی بات ہو' Remote Future کی بات ہو' مستقبل بعید کی بات ہو' مثلاً" یہ کہ جو چالیس سال بعد شروع ہو جائے۔ لوگوں نے اللہ سے پوچھا کہ وہ وقت کب آئے گا جس سے آپ ڈرا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا عم یتساءلون عن النبا العظیم الذی ھم فیہ مختلفون یہ اس بڑی خبر کے بارے میں پوچھتے ہیں جس میں ان کا اختلاف ہے اور وہ بڑی عظیم خبر ہے' انہیں کہہ دیا جائے کہ جب کہہ دیا ہے کہ یہ ہو جائے گا تو بس وہ ہو جائے گا اور جلد ہی' قریب وقت میں ہو جائے گا اور اس میں کیا مشکل بات ہے کہ یہ کب ہو گا؟ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ ہم نے زمین کو بچھونا بنایا' پہاڑ میخیں بنائے ہیں اور میدان بنائے ہیں۔ تو یہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جب میں پہاڑوں پر میدان بنا سکتا ہوں' میدانوں میں سے پہاڑ نکال سکتا ہوں' زندگی میں سے موت اور موت میں سے زندگی بنا سکتا ہوں تو مجھے وہ وقت لانا کیا مشکل ہے' تو تم پہلے اپنے آپ کو سمجھو کہ تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ اور پھر یہ ساری سورۃ ایک بات پہ جا کے ختم ہوتی ہے کہ "اے انسان میں تمہیں ایک وقت کی اطلاع دیتا ہوں کہ ایک دن آئے گا انا انذرنکم عذابا قریبا یوم ینظر المرء ما قدمت یدہ و یقول الکفر یلیتنی کنت ترابا ہم تمہیں ایسے عذاب سے ڈراتے ہیں جو قریب ہے جب انسان دیکھ لے گا کہ اس نے

آگے کیا بھیجا تھا اور اس دن کافر کہے گا کہ کاش ہم مٹی ہوتے۔ تو حق کا دن آئے گا۔ جس خبر کے بارے میں تم پوچھ رہے ہو' تو وہ آنے والی آئے گی۔ پھر آگے فرمان ہے کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک ایسے دن سے' یہ عقل والوں کے لیے ہے' کہ ہم تمہیں ایک ایسے دن سے ڈرا رہے ہیں کہ جس دن انسان اپنے اعمال کا نتیجہ اپنے سامنے دیکھ لے گا اور وہ عذاب کا دن ہو گا۔ اللہ کہتا ہے کہ میں اس دن سے ڈرا رہا ہوں انا انذرنکم عذابا قریبا ہم تمہیں ڈراتے ہیں اس عذاب سے جو بہت قریب ہے۔ تو پہلے خبر ہی یہی دی گئی ہے کہ وہ قریب ہے' قریب ہے۔ اب بتائیں کہ قیامت ہوتی کیا ہے؟ تو قیامت اس کو بولتے ہیں جب آپ کے اعمال کا نتیجہ آپ کے سامنے پڑا ہو۔ اور قیامت کیا ہوتی ہے! یعنی کہ ڈرو اس وقت سے جب تمہارے اعمال کا نتیجہ تمہاری ٹیبل پر پڑا ہو۔ تو یہ عذاب ہو گا اور یہی قیامت ہو گی۔ اس لیے اس سے پہلے کہ تمہارے اعمال تمہارے لیے عبرت کا انداز لے کر آئیں' اس سے استغفار کے ذریعے نجات پا جاؤ اور وہ جو Intellect' عقل گستاخ ہے آپ اسے Tame down کر لو' جھکا دو۔ بس آپ اپنے اعمال کے نتیجے سے ڈرو اور کسی انسان سے نہ ڈرو۔ صرف اس بات سے ڈرو جو آپ کے اعمال کا نتیجہ ہے' یہ ڈر ہو کہ جو کچھ کر کے آئے ہو وہ نہیں کرنا چاہیے تھا اور جو نہیں کیا وہی کرنا تھا' اور جو نتیجہ ہے اس سے بچنا ہے۔ اب آپ کی عقل کیا کرے گا؟ یہ اللہ کے انداز ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کیا بات ہے! وہ تو کبھی بات ایک طرح سے سمجھاتا ہے اور کبھی کسی اور طرح سے سمجھاتا ہے۔ یہ جو میں نے کہا ہے کہ جلدی ہونے والی قیامت ہے

تو اللہ یہ کہہ سکتا ہے۔ اللہ کے دن اور رات اور ہیں' اس کی باتیں اور ہیں۔ تو ہم نے یہ بتایا ہے کہ گستاخوں کا اصل ان کے لیے عبرت لا رہا ہے اور وہ جو عقل مند ہے' Sincere مخلص ہے' ذہین ہے' گستاخ نہیں ہے' ماننے والا اور مودب ہے تو اس کے نفاذ کا وقت آ رہا ہے۔ نفاذ کا معنی یہ ہے کہ اس کے لیے اچھا وقت آ رہا ہے بلکہ آپ یوں کہو کہ اچھوں کے لیے اچھا وقت آ رہا ہے اور بروں کے لیے برا وقت آ رہا ہے۔ یہ تو آسان بات ہے اور اس میں کیا مشکل بات ہے۔ برا کون ہے؟ وہ آدمی جو اپنی عقل کو خدا سے جا کر ٹکرا دے اور خالق اور مخلوق کے درمیان فرق نہ سمجھے۔ بس اپنے آپ کو اطاعت میں رکھو' یہ بہت بڑی بات ہے۔ آپ اپنے اعمال کی جواب دہی کا خیال کرو۔ اس لیے ایسا معاشرہ ہونا چاہیے۔ معاشرہ خود بنانا چاہو گے تو شاید اس میں کوئی دقت ہو جائے' تو معاشرے کی اصلاح اسلام کی اپنی ضرورت ہے' اسلام کو اپنے لیے ضرورت ہے' ملک کو اپنے لیے بھی ضرورت ہے اور آپ کو بھی ضرورت ہے۔ یہ اچھی بات ہے۔ اب یہ منظوری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' آپ اجازت کا انتظار کرو' Wait کرو۔ اب "کُن" کے ساتھ "فیکون" ہونے کا انتظار ہونا چاہیے۔ ایک بات یاد رکھیں کہ بے شمار سچی باتیں غلط وقت پر بیان ہو کر اپنا مقام کھو بیٹھیں۔ خاکسار تحریک بہت سچی تحریک تھی لیکن بہت Ill - timed تھی' تو وہ آگے پیچھے ہو گئی۔ اسی طرح ایک اسلامی جماعت بہت اچھی تحریک تھی لیکن ٹائم کی وجہ سے آگے پیچھے ہو گئی۔ حتیٰ کہ کوئی تنظیم کم ہی ایسی ہو گی کہ جو غلط آئی ہو لیکن ٹائم غلط ہونے کی وجہ سے وہ اپنا مقام کھو بیٹھی۔ اس لیے آپ اپنی تحریک' اپنی تنظیم کو Ill - timed نہ کرنا' Wait کرنا' انتظار کرنا تاکہ

اللہ کے فضل کو جوش میں آنے دیا جائے اور وہ خود ہی نافذ کرے گا۔ تو یہ سوچنے والی بات ہے۔ آپ کسی کی نیت پر شک نہ کرو' سب اچھی نیت والے تھے مگر اللہ نے کسی کو منظوری دی اور کسی کو نہ دی۔ قائد اعظمؒ ایسے انسان تھے کہ ان کی نیت صحیح تھی اور ان کو ایسا مقام مل گیا' کامیابی مل گئی' لوگ کہتے رہ گئے کہ بھئی جانے دو کہ اسلام کے نام پر کیا کر رہے ہو' بس یہ سب چھوڑ دو مگر اس کے اندر کوئی ایسی منظوری کی بات تھی کہ وہ واقعہ ہو گیا اور جیسے بھی ہوا سو وہ ہو گیا۔ تو نیت صحیح ہونی چاہیے اور اچھے وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔

سوال :۔

اگر کسی وقت جان بچانے کے لیے یا کسی اور وجہ سے قسم کھائی جائے اور پھر وہ قسم توڑ دی جائے تو اس کا کفارہ کیا ہو گا؟

جواب :۔

قسم کا کفارہ ہوتا ہے' جس طرح کی قسم ہے اس طرح کا کفارہ ہو گا۔ کفارہ بالکل ہوتا ہے۔ ایک آدمی نے غصے میں بیوی سے کہا کہ میں نے قسم کھائی کہ میں تجھے سو چھڑیوں سے ماروں گا یا سو لاٹھیاں ماروں گا۔ یہ اس نے اپنی بیوی سے ناراض ہو کر کہا تھا اور جب راضی ہو گیا تو سوچا کہ اسے سو لاٹھیاں ماروں گا تو یہ مر ہی جائے گی۔ تو وہ پھر ایک بزرگ کے پاس گیا۔ انہوں نے کہا کہ پھر اسے سو تیلیوں والی جھاڑو ہلکی سی لگا دے۔ تو یہ سو چھڑیوں کا کفارہ ہو گیا۔ تو ہر چیز کفارہ رکھتی ہے۔ کسی گداگر کو کفارے کے طور پر پیسے بھی دیے جا سکتے ہیں اور اگر اس میں اتنی حیثیت نہ ہو تو پھر سزا برداشت کرے۔ اور اگر پیسے کا کفارہ نہیں ہے

تو پھر وہ روزے رکھے اور کفارہ کے لیے نفل پڑھے۔ قسم کا معاملہ جو ہے یہ بہت ہی سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم جانو تو یہ بہت بڑی قسم ہے فلا اقسم بمواقع النجوم وانہ لقسم لو تعلمون عظیم ------- یعنی کہ اللہ نے فرمایا کہ میں ستاروں کی گردش، ان کے مدار کی جو گردش ہے، Rotation کی قسم نہیں کھاتا کیونکہ یہ بہت بڑی قسم ہے۔ تو قسم کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔ قسمیں مت کھایا کرو۔

سوال :۔

بعض اوقات لوگ عادتاً" قسم کھا لیتے ہیں۔

جواب :۔

وہ تو ایسے ہی By the way ہوتا ہے کہ مجھے تو پتہ ہی کوئی نہیں ہے کہ میں نے قسم کھائی ہے، یہ قسم نہیں ہے بلکہ تکیہ کلام ہے۔ قسم اور چیز ہے۔ بعض لوگ ایسے ہی بلا سبب قسم کھا لیتے ہیں جیسے "اللہ قسم" اور یہ کہ "ثم واللہ باللہ" تو ایسی باتوں کی قسم نہیں ہوتی۔ عام طور پر قسم زیادہ کھانے والا آدمی سچ سے دور ہو جاتا ہے ------- ہاں جی اور سوال پوچھو -------

سوال :۔

آج کل کے حالات میں انسان اپنے خیالات اور عمل میں یکسوئی کیسے حاصل کر سکتا ہے؟

جواب :۔

Faith یعنی ایمان کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے کہ آپ کا ایک راستے کا مسافر ہونا طے پا گیا، اب آپ گرد و پیش کے حالات دیکھیں تاکہ

آپ اپنا راستہ بالکل نہ بھولیں اور یہ آپ ہر روز ہی کرتے رہیں۔ آپ کا ایک گھر ہوتا ہے جسے آپ مکان بھی کہتے ہیں' گھر سے آپ نکلتے ہیں' راستے میں آپ جگہ جگہ بیٹھتے ہیں اور پھر اپنے گھر پہنچ جاتے ہیں۔ تو آپ ارد گرد کے مناسب اور نامناسب حالات سے گزر جائیں اور پھر اپنے گھر پہنچ جائیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کا اپنا عمل جو ہے وہ سیدھا ہونا چاہیے اور وہ ہونا چاہیے جو درست ہے۔ صحابہ کرامؓ نے ایک مرتبہ حضور پاک ﷺ سے پوچھا کہ صراطِ مستقیم کیا ہوتی ہے تو آپ ﷺ نے ایک سیدھی لائن لگا دی' اور ساتھ ہی Deviations کر دیں' ایک لائن ادھر لگا دی اور ساتھ ہی ایک اور لائن لگا دی' تو درمیان میں جو لائن جا رہی ہے یہ صراطِ مستقیم ہے اور جو اس کے علاوہ اِدھر چلا گیا تو اس کے لیے آگے راستہ بند ہے اور اُدھر چلا گیا تو راستہ بند ہے۔ تو آپ واپس آ جاؤ۔ اور کبھی جانا پڑ گیا تو پھر واپس آ جانا۔ تو واپس آنا جو ہے وہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔ تو جب آپ کو صراطِ مستقیم کا پتہ چل گیا تو پھر چاہے ارد گرد کے واقعات جیسے ہوں آپ کا راستہ نہیں روک سکتے اور ٹوٹل کائنات اگر خدانخواستہ درہم برہم ہو جائے تو وہ آپ کو عقیدے سے دور نہیں کر سکتی۔ بس آپ کا عقیدہ پختہ ہونا چاہیے۔ ایسا عقیدہ ہو کہ مرنے سے پہلے اگر عزرائیل علیہ السلام پوچھے کہ کوئی تمنا ہے تو آپ کہیں کہ کلمہ نصیب ہونا چاہیے۔ تو وہ اپنی بات میں اتنا پختہ ہو کہ اس سے پوچھا جائے کہ آخری خواہش کیا ہے تو وہ کہے کہ دیدار کی خواہش ہے۔ اسے اگر کوئی کہتا ہے کہ حملہ ہونے والا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھ پر کوئی حملہ نہیں ہونے والا' مجھ پر تو پہلے ہی "حملے" ہو گئے ہوئے ہیں۔ تو آپ کا عقیدہ اتنا پختہ ہونا چاہیے۔ مثلاً

آپ کا Loss ' نقصان ہو گیا تو کہیں انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ بس عقیدہ اتنا پختہ ہو کہ انسان کہے کہ پرانے بزرگ جو تھے وہ بھی چلے گئے ہیں اور ہم سب نے بھی جانا ہے۔ جس کا عقیدہ پختہ نہ ہو وہ اخباروں کی خبروں سے دہشت میں آ جائے گا' اردگرد کا واقعہ اخبار ہی دیتا ہے کہ دیکھو اب کچھ ہونے والا ہے بلکہ بے شمار واقعات ہونے والے ہیں۔ کوئی کہے کہ شہر کے اندر کرفیو لگنے والا ہے تو پھر کیا ہو گا۔ تو وہ کہتا ہے کہ گھر میں بیٹھو گے۔ تو وہ کہتا ہے کہ یہ بات بری ہے کیونکہ گھر کے لوگوں کے ساتھ رہنا بڑی مشکل بات ہے' باہر جانے کی وقت کی ہمیں پرواہ نہیں ہے مگر یہاں گھر میں رہنا جو ہے یہ بڑی مشکل بات ہے۔ تو مقصد یہ ہے کہ یہ آپ کے لیے وقت والی بات ہے۔ تو جس کا عقیدہ درست ہو گیا اس کے لیے کوئی تکلیف نہیں ہو گی اور وہ کہے گا کہ موت کا ہمیں کوئی ڈر نہیں ہے۔ تو عقیدہ درست ہونا چاہیے۔ تو گویا کہ اردگرد کے حالات کی تیزی اور تنگی کے تاثر سے بچنے کے لیے عقیدہ کی پختگی ہی آپ کی نجات ہے۔ عقیدہ ہوتا ہی اس لیے ہے کہ آپ کو اردگرد کے حالات سے بچائے۔ پختہ عقیدے والے کو اگر کہیں کہ کوئی بڑا سخت واقعہ ہو گیا ہے تو وہ کہتا ہے کہ کوئی واقعہ نہیں ہوا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ شام ہو گئی ہے اور ہمارا کام ہو گیا ہے۔ صرف عقیدے کی پختگی ہو تو ہر چیز سے نجات مل جاتی ہے۔ بس آپ اپنا عقیدہ پختہ رکھو' اپنے ایمان پر آپ ایمان لاؤ۔ اپنے یقین پر ایمان لاؤ' اپنے آپ سے وسوسہ نکالو' وسوسہ وہ ہے کہ جو اندر گھن لگا ہوا ہے' اس سے بچو اور شک سے بچو۔ میں آپ کو یہ نصیحت' حکم نامے کے طور پر کر رہا ہوں کہ اپنی عاقبت پر کبھی شک نہ کرنا کہ اللہ بخشے گا یا نہیں' اللہ یقیناً بخشے گا۔ اب جب میں آپ کو بتا

رہا ہوں تو بہت سارا Burden ' بوجھ جو ہے وہ مجھ پر آنا چاہیے ' تو آپ اس بات پر یقین رکھیں کہ اللہ بخشے گا اور اللہ مہربانی کرے گا۔ جو اپنی بخشش پر یقین نہیں کرتا تو اس کو اس کی عقل کے حوالے کر دو اور ہم اللہ کے رحم کے حوالے ہیں۔ رحم کسے کہتے ہیں؟ رحمت کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے عمل کے عذاب سے بچائے۔ رحم ہوتا کیا ہے؟ Cause کو Effect سے یعنی وجہ کو نتیجے سے بچانے والی مشینری کا نام رحم ہے۔ تو رحم کسے کہیں گے؟ Cause کو Effect سے بچانے والا واقعہ رحم کہلائے گا۔ اور اگر Cause کا Effect کے ساتھ تعلق ہے ' وجہ کا نتیجے سے تعلق ہے تو آپ جو غلطی کر آئے ہیں اس کا غلط Effect ' نتیجہ نکلنا چاہیے۔ تو رحم کیا ہے؟ Cause کو Effect سے بچانے والی بات رحم ہے اور ہم رحم کے انتظار میں ہیں اور اللہ نے ہمیں کہا ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ لہٰذا وہ مایوس نہیں کرے گا اور بالکل نہیں کرے گا۔ پس اللہ غلطیوں سے نجات عطا فرمائے۔ ایک تو اس نے رحم کا فرمایا ہے اور دوسرا آپ توبہ کا نسخہ آزما لیں کہ یا اللہ ہم توبہ کرتے ہیں اور آئندہ ہم سے غلطی نہیں ہو گی۔ تو سمجھو دونوں راہوں سے رحم مل گیا' اب اردگرد جو مرضی ہو جائے ہمیں پرواہ نہیں ہے' جو مرضی ہوتا ہے ہونے دو' ہمارا عقیدہ پختہ ہے اور آپ بھی اپنا عقیدہ پختہ کر لو۔ آپ اردگرد کے حالات کے Answerable نہیں ہیں' جواب دہ نہیں ہیں' آپ اپنے اعمال کے Answerable ہیں' جواب دہ ہیں۔ تو دوسروں کے عمل کے آپ جواب دہ نہیں بلکہ آپ اپنے عمل کے جواب دہ ہیں۔ تو اس طرح خیال اور عمل میں یکسوئی مل جائے گی۔

سوال :۔

جو باشعور اور پختہ عمر کے لوگ ہیں وہ تو اپنا عقیدہ پختہ رکھیں گے یا رکھ سکتے ہیں لیکن جو بچے ہیں ان کو ہم کس طرح Deal کریں' کس طرح بچائیں؟

جواب :۔

ان کو آپ اس طرح سے Deal کرو' جس طرح میں آپ کو پچھلے کئی سال سے ڈیل کر رہا ہوں۔ آپ لوگ بار بار وہی بات کرتے ہو' اور میں ہر محفل میں کہتا ہوں کہ پچھلے اعمال سے توبہ کرو۔ آپ بھی ان کو یہ کہا کرو کہ اپنے پچھلے اعمال کی توبہ کرو اور آپ اللہ کی رحمت کی طرف ان کی نگاہ لگاؤ کہ مایوس نہیں ہونا بیٹا' اللہ مہربانی کرنے والا ہے' گھبرانا نہیں ہے ------تو سارے واقعات کا محنت پر دارومدار نہیں ہے' ساری بات کا عقل پر بھروسہ نہیں ہے' عقل اور چیز ہے اور اللہ کی مہربانی اور چیز ہے' بعض اوقات عقل جو ہے وہ کام ہی نہیں آتی ہے اور ایک واقعہ کام آ جاتا ہے یعنی نصیب۔ تو آپ انہیں سمجھاؤ اور انہیں یقین دلاؤ۔ ایک بات آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ اپنی اولاد کو تعلیم اور عقل کے حوالے چھوڑ کر نہ جانا ورنہ آپ کی اولاد بڑی تکلیف میں ہو گی۔ آپ اپنی اولاد کو آج کل کی تعلیم جو دلا رہے ہو وہ بچوں کے لیے کسی پیشے کے لیے تو ضروری ہے مگر آپ بچوں کو اس تعلیم کے حوالے نہ کر کے چلے جانا اور بچوں کو عقل کے حوالے نہ کر کے چلے جانا بلکہ آپ بچوں کو تھوڑا سا دین سکھا جاؤ' ان کو اللہ پر بھروسہ سکھا جاؤ' اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت سکھا جاؤ' قرآن پاک کی عزت کرنا

سکھا جاؤ اور ان کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا سکھاؤ۔ یہ باتیں تو کی جا سکتی ہیں۔ باقی اخلاقیاتِ دنیا وہ سیکھ جائیں گے۔ دین جو ہے وہ اخلاقیات کے ساتھ الٰہیات کا نام ہے۔ دنیا تو بے شمار اخلاقیات سکھا دے گی' دنیا میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے کہ جو یہ کہے کہ جھوٹ بولنا اچھی بات ہے' کوئی ایسا معاشرہ نہیں جو یہ کہے کہ قتل کرنا اچھی بات ہے' یہ اخلاقیات ہے۔ تو آپ اخلاقیات کے ساتھ الٰہیات کو ملائیں یعنی کہ اللہ کی طرف سے یہ باتیں حکم ہیں۔ تو آپ اپنی اولادوں کو بچا کے جاؤ۔ آپ آخری لوگ ہو' اس کے بعد اولادوں کو دین کی کوئی آواز نہیں آئے گی۔ آپ ہی لوگ ہو جو انہیں آواز دینے والے ہو۔ آپ لوگ میری بات سمجھ لو' یا تو اس کے بعد Pure دین سے جہالت پیدا ہو جائے گی یا Pure دین سے دوری کی جہالت پیدا ہو جائے گی۔ توبہ توبہ! کیا آپ نے اللہ سے معافی مانگی ہے؟ تو دین سے دوری جہالت ہوتی ہے اور دین کی جہالت بہت بری ہوتی ہے' دین دار جو ہے وہ اگر جاہل ہو جائے تو پھر اس کا رستہ ہی کوئی نہیں ہے' یہ سب سے بڑا عذاب ہے کہ وہ دین دار ہو اور جاہل ہو۔ جو شخص اللہ کی منشاء کے خلاف اپنی پسند سے اللہ کے دین کو استعمال کر رہا ہے اس کو ہم دین کی جہالت کہیں گے اور دین کی جہالت سے بچنے کے لیے دعا کرو کیونکہ وہ شخص دین سے باہر چلا جا رہا ہے اور اللہ کے محبوب ﷺ کی محبت کے سلسلے میں اللہ کے محبوب ﷺ کے راستے سے باہر چلا جا رہا ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ پیشین گوئی' Foretelling کے لیے جو حساب دان حساب کرتا ہے تو یہ گمراہی ہے' آپ کو یاد ہونا چاہیے اور اگر اس کے بعد بھی آپ وہی کام کرتے ہیں تو آپ پر بات کا اثر نہ ہو گا۔ تو سب

سے اچھا اثر کون سا ہوتا ہے؟ جو بات کا ہو' بات سے پہلے کس کا اثر ہوتا ہے؟ وہ اشارے کا ہے۔ تو پہلے اشارے کا اثر ہوتا ہے اور پھر بات کا۔ جب بات کا اثر نہ ہو تو پھر واردات کا اثر ہوتا ہے۔ تو میں نے کہا تھا کہ آپ لوگ ان باتوں کو چھوڑ دو اور ان واقعات کو چھوڑ دو اور آپ سیدھا اللہ کے رحم کی طرف چلے جاؤ۔ تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ کچھ لوگ دین کے نام پر دین سے دور ہو جاتے ہیں' کچھ لوگ اسلام کے نام پر اسلام سے دور ہو جاتے ہیں' کچھ لوگ سچائی کے نام پر سچائی سے دور ہو رہے ہیں' آپ کے کچھ کالج ایسے ہیں جو تعلیم کے نام پر تعلیم سے دور کر رہے ہیں' اور کچھ پیر خانے ایسے ہیں جو آپ کو طریقت کے نام پر طریقت سے دور کر گئے ہیں اور کچھ علماء ایسے ہیں جو علم کے نام پر اسلام سے دور کر گئے ہیں۔ اس بات کا آپ کو بھی پتہ ہے اور میں آپ کو کیا کیا نام گنواؤں' آپ سارے جو ہیں سب کچھ جانتے ہیں۔ اللہ آپ کو ہدایت دے رہا ہے تاکہ اسلام کے نام پر جو اسلام سے دوری ہو رہی ہے' دین کے نام پر دین سے جو دوری ہو رہی ہے اور تعلیم کے نام پر تعلیم سے جو دوری ہو رہی ہے وہ نہ ہو۔ آج کل بچہ تعلیم حاصل کرنے جاتا ہے اور واپسی پر جہالت لے کر آ جاتا ہے' تو تعلیم کا بیج بویا اور جہالت کا درخت اگا۔ کیا آپ نے سنا ہے یا دیکھا ہے کہ تعلیم حاصل کرنے گیا لیکن جب نتیجہ نکلا تو وہ جہالت تھا' بچہ دین سیکھنے گیا لیکن واپس آیا تو بے دین تھا بلکہ لادین تھا۔ تو لادین کا دین حاصل کرنا آسان ہے لیکن دین والے کو واپس لانا مشکل ہے۔ کہتے ہیں کہ کچی روٹی کا پک جانا ممکن ہے لیکن جلی ہوئی کا پکنا مشکل ہے۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو لادین ہے اس کو دین مل سکتا ہے لیکن جو بد دین ہے اس کو قطعاً" نہیں ملے گا۔ تو بے

دین کو دین مل جائے گا مگر بد دین کو نہیں ملے گا۔ بد نیت، بد دین، بد باطن اور بد بخت انسان کو دین نہیں ملے گا۔ تو یہ کون ہوتا ہے؟ کہ جس کا علم اس کا حجاب بن جاتا ہے۔ اور جس کی عقل اس کی راہ روک رہی ہے اور جس کی تعلیم نے اس کو علم نہ سکھایا۔ تو دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور رحم کا طریقہ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔

آپ دعا یہ کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری عقل کے حجاب سے بچائے۔ سب سے بڑا وسوسہ ڈالنے والی آپ کی عقل ہے اور عقل کے حجاب سے بچنا بڑی عقل مندی کی بات ہے۔ اپنی عقل کے حجاب سے بچنا کیونکہ یہ آپ کا اپنا سانپ ہے۔ اس میں لوگ پوچھتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام کہاں ہے، فرشتے کہاں ہیں، اللہ کہاں ہے، اور شیطان کیا ہوتا ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر اللہ نے انسان کو اپنے عکس میں پیدا کیا تو اسے انسان کیسے سمجھیں، پھر کہا گیا کہ یہ انسان کی کل کائنات ہے اور اس کا دل جو ہے یہ عرش ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہے، اگر دل سے دنیاوی آرزو کے بت نکال دو تو یہی کعبہ ہے، جبریل علیہ السلام کا بتاؤ کہ وہ کیا ہوتا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ اس خیال کا آنا جو خدائی خیال ہو، وہ جبریل علیہ السلام ہے۔ خیال کا آنا کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام ہے۔ پھر کہتا ہے کہ یہ کائنات کیا ہے؟ کہتا ہے کہ "وچے بیڑے وچ جھیڑے" یعنی کہ سب کچھ اسی دل کے اندر ہے جو ایک دریا کی اور سمندر کی طرح ہے اور سب کشتیاں اور کشتیوں والے اسی میں ہیں۔ یہی کل کائنات ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میری آنکھیں نہ ہوں تو ستارے سارے بے کار ہیں، تو یوں ستاروں کا جہان میرے دل کے اندر ہے اور سورج کا جہان،

یہ سب جہان میرے اندر ہے' میرا ہونا ہی اس کائنات کا باعث ہے۔ کہتا ہے کہ یہ بات تو سمجھ آگئی اب تُو یہ بتا کہ شیطان کہاں ہے؟ تو وہ کہتا ہے دل اللہ ہے اور عقل شیطان ہے۔ اس لیے آپ لوگ اپنے شیطان سے بچو' شیطان تیری عقل ہے جو تیری راہ روکے ہوئے ہے۔ اس بات کو جب کسی درویش نے اقبالؒ کو بتایا کہ یہ یوں ہے تو وہ کہتا ہے کہ ؎

نکل جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

تو عقل سے بچ جا کیونکہ عقل حجاب ہے' مقامِ عقل جو ہے یہ قدسیوں کے لیے نہیں ہے بلکہ عشق کا مقام لے آ۔ پھر دین والوں نے یہ کہا کہ ؎

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا تے عشق سلامت کوئی ہو

کہتا ہے کہ ایمان کی ہمیں ضرورت کوئی نہیں ہے' عشق کی ضرورت ہے' تو اصل میں سلامتی کس بات کی ہونی چاہیے؟ عشق کی سلامتی' عشق ہوتا ہے اپنی عقل کی جہالت سے بچنے کے لیے دوسرے آدمی کی بات کو ماننا۔ یہ میری بات یاد رکھنا۔ کیا کہا؟ کہ اپنی عقل کی جہالت سے بچنے کے لیے دوسرے آدمی کی عقل پر چلنا اور اس کی آواز پر چلنا۔ یہ کیا ہے؟ یہ عشق ہے! تو عشق کیا ہوتا ہے؟ اپنی عقل کی جہالت سے بچنے کے لیے کسی کی آواز پر لبیک کہہ کر چلنا عشق ہے۔ اور جس شخص کو عشق نہیں ہے وہ اپنے حجاب میں غرق ہو جائے گا۔ تو دعا یہ ہے کہ یارب العالمین ہمیں ہماری عقل کے حجاب سے بچا۔ عقل کا پردہ جو ہے اس سے ہمیں بچا' عقل گمراہ کر دیتی ہے ؎

عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے

تو عقل عیار ہے لہٰذا آپ اس سے نکلو۔ عقل کیا ہے؟ یہ شیطان ہے' کائنات کے اندر ہی سارا کچھ ہے اور تیرے اندر ہی پہاڑ ہیں' دریا ہیں' اتنی لمبی' میلوں کے حساب سے شریانیں ہیں Millions of Miles ہیں' یہ سارا دریا اور پھر سمندر تک کا واقعہ ہے' سارا کچھ بنا کے پوری کائنات دکھا دی -------

اب دعا ہونی چاہیے۔ دعا یہ ہونی چاہیے کہ یارب العالمین ہمیں ہماری عقل کے حجاب سے بچا! یارب العالمین ہماری چھوٹی سی زندگی ہے' اس کے اندر ہمیں الجھنوں سے بچا! ہمارے تضادات تو اپنی مہربانی سے حل فرما! ہمیں وہ دور دکھا جس دور کی ہمارے دل میں تمنا تو ہے لیکن اس کے بیان کے لیے ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں لیکن یہ ہمیں امید ہے کہ کوئی ایسی چیز ہے جس کی ہمیں آرزو ہے۔ تو وہ اپنے فضل سے ہمیں دکھا۔ ہماری غلطیوں کو نتیجے کی شکل میں ہمارے سامنے لانے سے یارب العالمین تو بچا۔ یارب العالمین ہماری غلطیوں کو معاف فرما کر فارغ کر دے! یارب العالمین ہماری پرانی غلطیوں کو نئے سرے سے معاف کر دے۔ ہمیں اپنی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں ہماری آرزو کے حجاب سے بچا۔ ہم آرزو کے شکنجے میں آ جاتے ہیں' یارب العالمین! ہمیں اس سے نکال! ہمیں کم آرزو کا انسان بنا اور زیادہ خوبیوں والا انسان بنا! یا رب العالمین ہم تیری رحمت کی طلب گار ہیں۔

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا ومولٰنا حبیبنا وشفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔
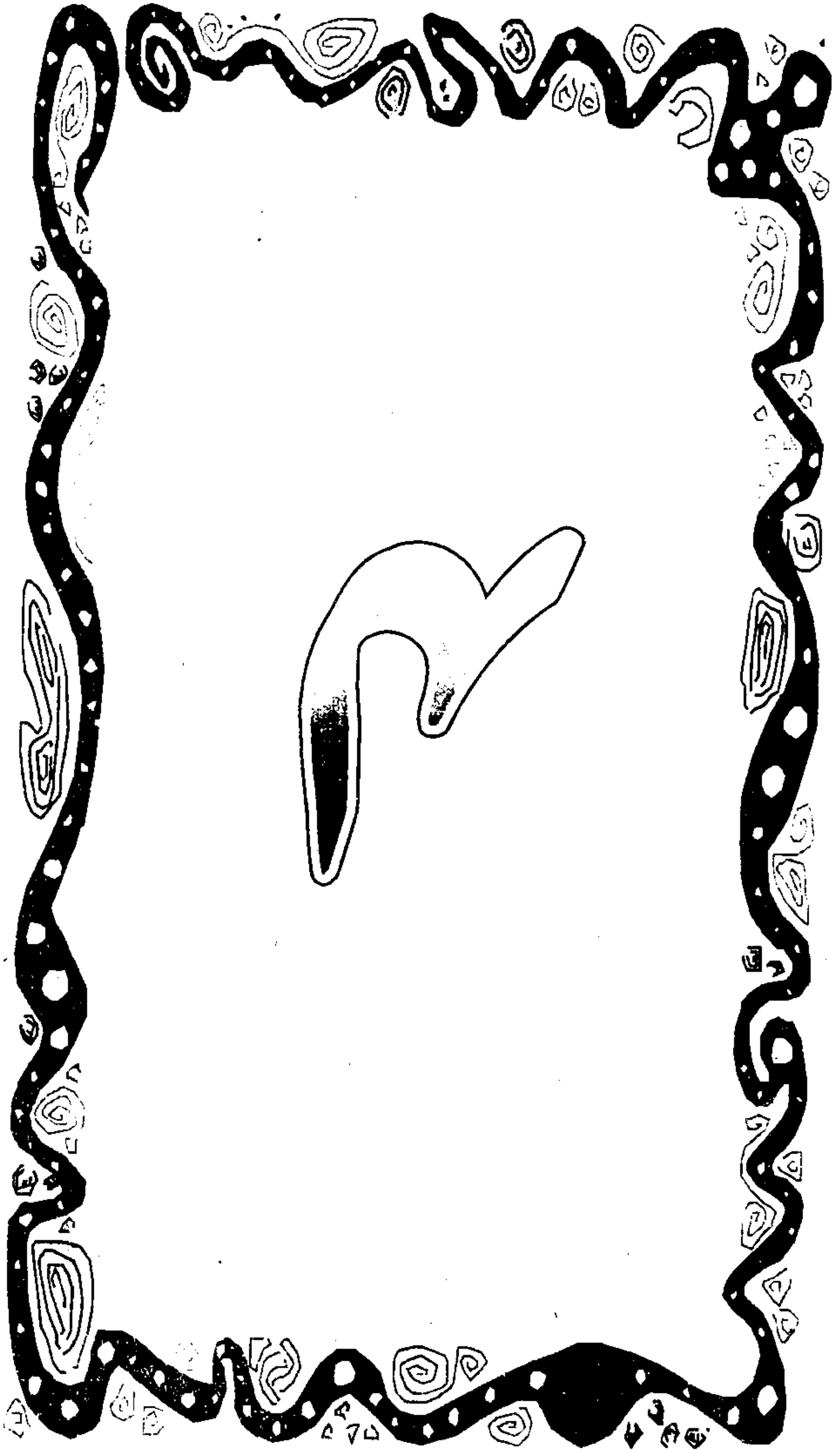
(۴)

۱ کہتے ہیں کہ ہر عروج کو زوال ہے لیکن مجھے سمجھ نہیں آتی کہ عروج کسے کہتے ہیں اور زوال کسے؟

۲ میرا خیال ہے کہ انسان کی خوشیوں کی انتہا یہ ہے کہ اس کے بعد غم شروع ہو جاتے ہیں----

۳ یہ فرمان سمجھا دیں۔

پاک پلید نہ ہوندے ہرگز بھانویں رہندے وچ پلیتی ہو

۴ سیئات کو حسنات میں بدلنا کیسے سمجھا جا سکتا ہے؟

۵ بعض اوقات خیال آتا ہے کہ ابھی کافی زندگی موجود ہے تو پھر کیوں شور مچائیں اور عمل کریں----

۶ انسان نیک اور بد سب کو راضی نہیں کر سکتا۔

۷ کیا ہم لوگوں کو تبلیغ شروع کر دیں؟

سوال :۔

کہتے ہیں کہ ہر عروج کو زوال ہے لیکن مجھے سمجھ نہیں آتی کہ عروج کسے کہتے ہیں اور زوال کسے؟

جواب :۔

عروج کا معنی یہ ہے کہ جس سے آگے انسان نہ جا سکے۔ تو اسے عروج کہتے ہیں۔ عروج سے پہلے کا سفر بلندی کا سفر ہے اور عروج کے بعد کا سفر جو ہے کیونکہ وہاں تو ٹھہرنا نہیں ہے' وہ تو Height ہے' بلندی ہے' اور وہ آپ نے صرف چھوئی ہے اور اس کے بعد واپسی کا سفر ہے۔ تو عروج کی تعریف یہ ہے۔

سوال :۔

میرا خیال ہے کہ انسان کی خوشیوں کی انتہا یہ ہے کہ اس کے بعد غم شروع ہو جاتے ہیں؟

جواب :۔

اور غم کی انتہا یہ ہے کہ پھر خوشی شروع ہو جائے گی اور یہ یوں نہیں ہے۔ یہ مشکل بات ہے' لیکن میں آپ کو سمجھاتا ہوں۔ ممکن ہے کہ زندگی میں انسان کو بہت سارے عروج ملیں اور سارے ایک دوسرے سے الگ الگ ہوں اور یہ Curve چلتی ہے Wavelength

کی طرح اور ایک Wave لہر کی طرح چلتی ہے اور ہر Wave لہر کا اوپر والا حصہ عروج کہلاتا ہے اور اس کی تعریف یہی ہے جسے آپ کہیں گے کہ Maximum جو Height ہے اس کے بعد وہ Curve نیچے کو آتی ہے' پھر کچھ عرصے کے بعد اور بلندی آ سکتی ہے اور پھر نیچے کا سفر شروع ہو جاتا ہے تو یہ سارے Climax عروج کہلائیں گے۔ تو Climax کی عروج کی تعریف یہ ہے کہ جس کے بعد پھر Curve جو ہے وہ Descend کرے' نیچے کو جائے۔ عروج کی تعریف یہ ہے کہ جو اس کے عروج کا زمانہ تھا تو اس عروج کے بعد کے زمانے کا آپ خود اندازہ لگائیں کہ وہ کیا ہو گا۔ تو بعد کا زمانہ عروج کا زمانہ نہیں ہو گا۔ تو کسی کی زندگی کے عروج کے زمانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد وہ عروج نہیں رہا۔ تو عروج اس مقام کو کہتے ہیں جس کے بعد زوال شروع ہو جاتا ہے' ہر کمال کے بعد زوال آتا ہے۔ اب زوال کے بارے میں ہماری بات مذہب اور پیغمبروں کے بارے میں نہیں ہو رہی ہے بلکہ زندگی کے بارے میں بات ہو رہی ہے۔ اس بات کو آپ یوں سمجھ لیں کہ میلہ جب عروج کو پہنچ گیا تو اب دکانیں سمیٹنے کا وقت آ گیا یعنی اپنے گھر جانے کا وقت آ گیا۔ تو آپ یوں سمجھو کہ زندگی کا میلہ ختم ہونے والا ہے۔ آپ کوئی بھی زندگی کا شعبہ لے لیں تو جہاں انتہا کی رونق آ جائے گی تو اس کے بعد پھر ویرانیاں شروع ہو جائیں گی۔ آپ اس کو اس طرح سمجھو کہ میلہ بھرا ہوا ہے' پھر آہستہ آہستہ سب رت جگے ختم ہو جائیں گے یا آپ اس کو یوں سمجھ لو کہ دن کو Climax' عروج ہے' بازار بھرے ہوئے ہیں' شام کو آہستہ آہستہ گاہک بھی چلے گئے' دکاندار بھی چلے گئے اور دکانیں بھی چلی گئیں۔ پھر شہر سنسان' ویران اور

خاموش ہو گیا' یہ وہی جگہ ہے جو بازار کہلاتی تھی لیکن اب بازار نہیں ہے۔ یعنی دن کو یہاں سے گزرنا مشکل تھا' دن کو ڈر لگتا ہے کہ رش زیادہ ہے اور رات کو ڈر لگتا ہے کہ یہ جگہ ہولناک ہے۔ یہی زندگی کا عالم ہے اور یہی دنیا کا عالم ہے کہ یہاں پر دنیا میں رونقیں ہوتی ہیں لیکن کچھ عرصہ کے بعد آپ دیکھتے ہو کہ ویرانیاں ہوتی ہیں' جتنے بھی صاحبان دنیا میں آئے' ایک کام کیا اور پھر اس کے بعد گئے۔ تو عروج کے بعد رخصت کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ یہ پیغمبروں کی بات نہیں ہو رہی ہے' پیغمبروں کے بارے میں میں نے یہ کہا ہے کہ ان کا تو پھر دلوں کا سفر شروع ہو جاتا ہے' یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ زندگی کے مقام سے نکال کر ان کا دلوں کے اندر داخلہ شروع ہو جاتا ہے اور یہ اور مقام ہے! باقی جو بھی شخصیت آپ لے لو' ایک اس کی انتہا کا زمانہ ہوتا ہے اور اس کے بعد پھر وہ انتہا ختم ہو جاتی ہے۔ ہمیشہ سے یہ اصول چلا آ رہا ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب آپ کے پاس کبھی اچھا زمانہ آئے تو بڑے ادب سے اس کو گزارو کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر یہ زمانہ چھن جائے۔ جس زمانے میں آپ کو فخر محسوس ہونے لگ جائے' غرور محسوس ہونے لگ جائے تو وہی زمانہ زوال کی ابتدا کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس لیے بڑے ادب کے ساتھ خوشیوں کا زمانہ گزارو' کامیابیوں کا زمانہ گزارو' لوگوں کی Reception کا' استقبال کا زمانہ گزارو کیونکہ ایک ایک کر کے سب ستارے ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لیے جب کبھی آپ کا استقبال ہو' جب کبھی آپ کے ہاں اچھا ماحول ہو یعنی خوشیاں ہوں اور خواہشات پوری ہونے لگ جائیں تو آپ یہ سمجھ لو زوال قریب آ گیا ہے۔ جب آپ کو طاقت کا احساس ہونے لگ جائے تو سمجھ لو کہ کمزوری قریب آنے لگی

ہے۔ کیونکہ طاقت کے احساس کے بعد کمزوری کا احساس شروع ہو جائے گا۔ تو جوانی کے احساس کے بعد بڑھاپے کے آنے کا وقت آ گیا۔ زندگی کے احساس کے ساتھ پھر موت کا احساس ساتھ ہی ہے۔ غالباً" زندگی کے احساس کا نام ہی موت کا احساس ہے۔ جب تک زندگی کا احساس نہ ہو موت سمجھ نہیں آ سکتی۔ ایک دفعہ ایک شخص نے مراقبہ کیا کشف القبور کے لیے اور روحوں سے ملے' اس سے کہا "کیا تو زندگی کے بارے میں جانتا ہے؟ تو زندہ ہے زندگی کے بارے میں نہیں جانتا' ہم مر گئے ہیں" تو موت کا پتہ نہیں"۔ تو روح موت سے اتنی بے خبر ہے جتنی زندگی زندگی سے بے خبر ہے۔ تو زندہ آدمی زندگی سے بے خبر ہے' مرنے والا موت سے بے خبر ہے۔ تو یہ ضروری نہیں ہے کہ مرنے کے بعد آپ کو موت سمجھ آ جائے گی۔ کیونکہ زندہ ہیں تو زندگی سمجھ نہیں آئی۔ جن لوگوں کو موت کی سمجھ آ گئی یہ وہی تھے جن کو زندگی سمجھ آئی۔ تو اگر زندگی سمجھ آ جائے تو موت سمجھ آ جاتی ہے۔ اگر آپ کو نعمتیں سمجھ آ جائیں تو پھر منعم کی سمجھ آ جائے گی۔ اگر آپ نعمت کو اپنی محنت سے وابستہ کرتے ہیں تو سمجھ لیں کہ پھر زوال آئے گا۔ کیوں آئے گا؟ کیونکہ نعمت ہمیشہ نہیں رہے گی اور اگر نعمت کو منعم کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں تو پھر یہ دیکھیں کہ وہ نعمت دینے والا واپس بھی لے لیتا ہے۔ یہ سب اس کے اختیار میں ہے' وہ زندگی عطا فرماتا ہے اور پھر زندگی کو واپس بلا لیتا ہے۔ اس لیے اس بات کو بڑے دھیان سے دیکھو کہ آپ کا حاصل ہی لا حاصل ہو جاتا ہے' آپ کا قبضہ ہی غیر مقبوضہ ہو جائے گا' آپ کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے قبضے کی چابیاں ہاتھ سے گر جائیں گی اور آپ یہ کہیں گے کہ اس ڈیپازٹ کی چابیاں ہیں جو آپ کے قبضے میں ہیں۔ یہ سب

آپ کے قبضے میں تھا' اختیار میں تھا' اقتدار میں تھا' سب پر آپ کی حکومت چلتی تھی۔ تو آہستہ آہستہ ان سب کی چابیاں ختم ہو جاتی ہیں اور بچے بڑے ہو جاتے ہیں' پھر آپ ان لوگوں سے ڈرتے ہیں جن کو آپ ڈرایا کرتے تھے۔ کبھی آپ نے یہ دیکھا کہ کالجوں میں اور سکولوں میں کسی زمانے میں استادوں سے شاگرد ڈرتے تھے اور اب استاد شاگردوں سے ڈرتے ہیں کہ یہ شرارتی بچے ہیں کہیں جلوس ہی نہ نکال دیں۔ تو مقصد یہ ہے کہ جس چیز کا آپ کے پاس اختیار موجود ہے تو اختیار کا احساس ہوتے ہی وہ چیز اختیار سے باہر ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ یہ زندگی کا نظام ہے کہ جہاں آپ کو اپنے بس کا احساس ہوا تو وہاں بے بسی شروع ہو گئی۔ یہ دونوں رنگ برابر چلتے ہیں۔ عروج کے ساتھ زوال کا راستہ چلتا جاتا ہے۔ کسی نے پوچھا "زندگی کی عمر کیا ہوتی ہے؟" تو اس نے کہا "جتنی عمر زندگی کی ہے اتنا ہی عرصہ موت کا ہے"۔ موت کسی ایک سانس کا نام نہیں بلکہ جتنا عرصہ زندگی کو لگا ہے تو اتنا عرصہ موت کا عمل جاری ہے' پہلے بچپن مرے گا' پھر باقی عرصہ گزر جائے گا۔ تو موت ہوتی کیا ہے؟ موت آپ کی اپنی موت نہیں ہے بلکہ موت آپ کے اپنوں کی موت ہے۔ بچپن کے وہ Faces' وہ چہرے' شاندار چہرے The Glorious old faces وہ چہرے جو آپ کی نگاہ میں تھے اور وہی تو زندگی تھی یعنی والدین' بزرگ' دادی اماں' نانی اماں' وہ سارے لوگ' پھر ایک ایک کر کے نظارے آپ کی نگاہ سے ہٹتے گئے' ہٹتے گئے' آپ کا مرنا شروع ہو گیا کیونکہ وہ نہیں مرے بلکہ آپ مرتے گئے۔ کبھی بازاروں میں رونق تھی اور آپ بازاروں میں بیٹھتے تھے' پھر آہستہ آہستہ بازاروں کی رونق ختم ہو گئی' آپ کے ہاں بیٹھک ہو گی مہمان آتے ہوں گے' پھر ایک

ایک کر کے طوطے اڑ گئے' مہمان بھی اور گھر والے بھی۔ آپ نے بہت سارے لوگوں سے انتخاب کر کے کچھ دوست بنائے ہوں گے' کچھ تو ناراض ہو گئے' کچھ کو آپ نے ناراض کر دیا اور کچھ ویسے چلے گئے' کچھ ادھر ادھر ہو گئے' کچھ مرنا شروع ہو گئے۔ تو جوانی مر گئی' جوانی کے واقعات مر گئے' احساس مر گیا' خواہش اور آرزو مر گئی' سفر کا جذبہ مر گیا' مسافرت کی خواہش مر گئی' پردیس بھی مر گیا' دیس بھی مر گیا' اب ایک سانس باقی رہ گیا ہے' وہ کسی وقت ختم ہو جائے گا۔ سانس ختم ہونے کا نام موت نہیں ہے بلکہ موت کا عمل پوری زندگی میں آپ کر کے آئے ہیں۔ موت ایک دن کا نام نہیں ہے بلکہ موت کا عرصہ اتنا ہی ہے جتنا زندگی کا عرصہ ہے' زندگی کا طویل ترین عرصہ موت کا عرصہ ہے۔ مثلاً" آپ نے کہا "وہ آج مر گیا ہے"۔ مگر نہیں' وہ تو کل کا مرا ہوا ہے' جب سے وہ پیدا ہوا وہ مرا ہوا ہے' کیونکہ پیدا ہونے کا نام موت ہے۔ اور جس کی پیدائش نہیں ہے اس کی موت نہیں ہے۔ ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلٰل والاکرام تو جو پیدائش سے آزاد ہے وہ موت سے آزاد ہے' وہ اس لیے موت سے آزاد ہے کیونکہ اس کی پیدائش نہیں ہے۔ جو آغاز سے آزاد ہے وہ انجام سے آزاد ہے۔ اس لیے اللہ ہر اول سے پہلے ہے' ہر آخر کے بعد ہے' ہر آغاز سے پہلے ہے' ہر انجام کے بعد ہے' اسی کو موت نہیں آتی اور باقی سب کو موت آ جائے گی۔ تو موت کو کتنا عرصہ لگتا ہے؟ پوری زندگی۔ آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ آپ کی اپنی موت جو ہے یہ موت ہے' دراصل یہ موت نہیں ہے بلکہ آپ کے اپنوں کی موت' موت ہے' آپ کے خیال کی موت ہو جاتی ہے' عادتوں کی موت ہو جاتی ہے تعجب کی بات تو یہ ہے' کھانے کی عادتوں میں موت ہو جاتی

ہے' اب آپ وہ چیز نہیں کھاتے جو کسی زمانے میں بڑی مرغوب غذا تھی مثلاً" انڈہ آج کل نہیں کھاتے کیونکہ اس میں کولیسٹرول ہے۔ تو اس طرح پسند کی غذا ناپسند ہو گئی' پسند کے بندے رخصت ہو گئے' ناپسند واقعات آنے شروع ہو گئے' دوڑنے کا جذبہ بیٹھنے کی خواہش میں بدل گیا' کوئی کہتا ہے وہاں چلو گے تو وہ کہتا ہے کہ نہیں' بس بیٹھے رہو' دوست نے خط لکھا کہ میرے خط کا جواب کیوں نہیں دیا تو وہ کہتا ہے کہ تجھے یاد کروں کہ تیرے خط کا جواب دوں۔ اتنی سستی اور کوتاہی ہو جاتی ہے کہ خط کا جواب کیا دیتا بلکہ یاد ہی کر لیتا ہے۔ تو انسان کے اعضاء اور جوارح جو ہیں وہ مضمحل ہو جاتے ہیں۔ پھر انسان خیال کا سفر کرتا ہے اور پھر وہ کہتا ہے کہ خیال میں بڑی طاقت ہے جیسے کہ ؂

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا میرے آگے

تو پھر انسان خیال کا عمل کرتا ہے۔ ایک آدمی اگر مرتا ہے تو اس کو ہم فزیکل موت کہتے ہیں اور اس Process ' عمل تک اس کی باقی اموات ہوتی جا رہی ہیں۔ جس آدمی کی بھوک ختم ہو جائے اور وہ بیمار ہو جائے' اس کی پسند کا کھانا لوگ کھا رہے ہوں' تب بھی اسے لطف آتا ہے حالانکہ وہ کھا نہیں سکتا کیونکہ کھانا اس کی کیفیت نہیں ہے۔ تو پسند کا کھانا پڑا ہو اور کھاتا بھی نہیں لیکن اس کو لطف آ جاتا ہے' جس طرح کوئی اچھی تصویر دیوار پر ہو تو پسند آ جاتی ہے۔ تو جب کبھی آپ مرنے والوں کی ارواح کے لیے ان کی پسند کا کھانا پکاتے ہیں تو کھانا روح نے کھانا نہیں بلکہ صرف کھانے کا Flavour' خوشبو روح کی پسندیدہ چیز ہے۔ تو مرنے والوں کی پسند کا کھانا پکا کے کھانا آپ ہی نے ہے یعنی جسم

والوں نے اور روحانیات والے صرف کھانے کے Flavour سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہ آپ کے ساتھ کچھ عرصہ بعد خود بخود ہو جانا شروع ہو جاتا ہے۔ مثلاً" آپ نے وہ کھانا نہیں کھانا تو پھر یہ چیز کیوں پکائی ہے تو وہ کہتا ہے کہ کم از کم اس کا Flavour تو ہے اور مجھے یہ چیز پسند ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہتے ہیں کہ "وہ دوست نہ سہی پاس تو رہتا ہے اور پاس سے تو گزر جاتا ہے" تو انسان جو ہے وہ اس طرح محسوس کرتا ہے۔ تو یہ عروج اور زوال ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ یہ برابر کی لائنیں ہیں۔ زندگی اور موت ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس سے بڑی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ کسی نے پوچھا کہ موت کی شکل کیا ہے؟ کہتا ہے کہ تیری اپنی شکل! تو جو تیری شکل ہے یہی موت کی شکل ہے۔ تو اسی انسان نے' طاقتور انسان نے' جابر انسان نے کچھ عرصہ کے بعد' خاموشی کے ساتھ میت کہلانا ہے۔ اب نہ اس کو کوئی باپ کہتا ہے' نہ بیٹا کہتا ہے اور نہ کوئی خاوند کہتا ہے بلکہ سب اس کو میت کہتے ہیں۔ یعنی کہ اس کا نام ختم ہو گیا۔ زندگی کے تمام زیورات آخری سانس کے بعد' زندگی والوں نے اتار لیے اور اس کو بغیر نام کے رخصت کر دیا اور کہا کہ یا اللہ اس میت پر رحم کر' وہ یہ نہیں کہتے کہ اس آدمی پر رحم کر' نام نہیں لیتے گویا کہ وہ بے نام آیا اور بے نام گیا' بے لباس آیا اور بے لباس گیا' بے حاصل آیا اور بے حاصل گیا۔ یہ سارا عمل زندگی کا ہے اور یہ سارا عمل ہی موت کا ہے۔ ہر زندگی عروج کے حوالے سے ہے۔ حالی نے کہا تھا کہ ؎

چند خطوط اک دانا نے کھینچ کے یاروں سے کہا
ہے کوئی جو بن ہاتھ لگائے دے یوں چھوٹے خط کو بڑھا

ایک نے جتنے خط تھے بڑے اس نے دیا اک اک کو مٹا
جب نہ رہا واں پیش نظر خط کوئی چھوٹے خط کے سوا
آنکھ اٹھا کر دیکھو جدھر تھا وہی چھوٹا وہی بڑا
کل کی ہے یارو بات یہ، تھی قوم میں باقی جان ذرا

حالیؔ نے لائینیں کھینچی اور کہا کہ کوئی ہے جو ہاتھ لگائے بغیر چھوٹی لائن کو بڑا کر دے۔ آج یہ جو آپ حالی بنے پڑے ہیں تو اس لیے کہ بزرگ مر گئے ہیں۔ کبرنا موت الکبریٰ: بڑے کی موت چھوٹے کو بڑا کر دیتی ہے۔ تو بڑا ہونے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بڑے مر جائیں یعنی آپ کو بیٹا کہنے والا کوئی نہ ہو تو آپ بالغ ہو گئے' ابا کہنے والا ہو تو آپ اور بڑے ہو گئے' "بابا جی" کہنے لگے تو پھر آپ ذرا اور بڑے ہو گئے' پھر ابا حضور سے آپ دادا حضور ہو گئے۔ تو یہ آپ ہی کے نام بدلتے جا رہے ہیں۔ اگر دوسرے چھوٹے ہو جائیں تب بھی کلائیمکس آ جاتا ہے اور آپ بڑے ہو جائیں تب بھی کلائیمکس ہو جاتا ہے۔ یہاں کلائیمکس کا معنی نسبتاً" Comparatively لوگوں سے تھوڑا سا مقام بلند ہو جانا۔ تو یہ عروج اور زوال ہمیشہ برابر برابر چلتا ہے۔ اس لیے دھیان سے سفر ہونا چاہیے۔ ساری کہانی یہ ہے کہ انسان یوں بلندی پر گیا اور خلاؤں میں چلا گیا اور اب دور ہی دور جا رہا ہے۔

ایک آدمی کی چوری ہو گئی' چور نہیں ملا۔ وہ آدمی قبرستان میں جا کے بیٹھ گیا۔ "یہاں کیوں بیٹھ گیا" تو وہ کہتا ہے کہ چور آخر تو یہاں ہی آئے گا ------تو آپ پہاڑوں پر جاؤ' آسمانوں پر جاؤ' آخر تو آپ نے یہیں آنا ہے کیونکہ ہر عروج کا فائنل اور منطقی جواز اور زوال یہاں پر ہے۔ بس یہ آپ کی Destination ' منزل ہے۔ اس راستے سے

جاؤ' آسمانوں سے آؤ' زمین سے آؤ' بیمار ہو کے جاؤ' چاہے صحت مند ہو کے جاؤ' ہارٹ کو تکلیف دے کے جاؤ' ذہن کو تکلیف دے کے جاؤ' آپ نے کشاں کشاں چلتے جانا ہے' آرام سے چلے جاؤ یعنی کلمہ پڑھتے پڑھتے خود ہی چلے جاؤ۔ کئی لوگوں نے ایسے کیا ہے۔ حضرت فریدالدین عطارؒ کا بڑا مشہور واقعہ ہے۔ فرید الدین عطار جو تھے وہ رحمۃ اللہ علیہ تو بعد میں بنے پہلے تو صرف عطار ہی تھے۔ ایک روز دوکان میں اپنا کام کر رہے تھے تو ایک درویش آیا اور کہنے لگا "دے اللہ کے نام پر" کہتا ہے "ٹھہر جا' دیتا ہوں" اس نے پھر سوال کیا۔ کہا ٹھہر جاؤ۔ آدھا گھنٹہ گزر گیا درویش کو' پھر کہا تو کہتا ہے کہ ٹھہر جا' دیتا ہوں۔ درویش نے کہا کہ تو کیا کر رہا ہے؟ کہتا ہے ٹھہر جا' میں ابھی مصروف ہوں' تجھے دیتا ہوں' تو وہ فقیر غصے میں آ گیا اور اس نے کہا کہ تو اتنا مصروف ہے تو پھر مرے گا کیسے؟ فریدالدین نے کہا جس طرح تو مرے گا۔ فقیر نے کہا ہمارا کیا ہے' اس نے چادر بچھائی' کلمہ پڑھا اور مر گیا! اب اس بات کا ایسا اثر ہوا کہ فریدالدین عطار پھر رحمۃ اللہ علیہ ہو گئے' پھر نکلے اور عرفان کی منزلیں طے کیں اور کہا کہ اگر یہ موت ہے تو پھر ہم موت سے محروم ہو گئے' ہمیں نہ زندگی ملی نہ موت ملی۔ تو موت بھی سسک سسک کے ملی۔ زندگی بھی کراہ کراہ کے گزری۔ اس لیے آپ اگر زندگی میں اور شعبہ درست نہیں کر سکتے تو کم از کم موت تو خوشگوار سی اور آسان سی بنا لو۔ آپ سے وہ بھی نہیں بنتی۔ تو اسے موت کے وقت بھی زندگی کی تمنا ہوئی پڑی ہے اور جب زندہ تھا تو مرنے کی آرزو تھی۔ تو اس نے نہ زندگی کے وقت زندگی کی خواہش کی اور نہ موت کے وقت موت کو درست کیا۔ تو یہ ہے Odd انسان اور یہ ہمیشہ رہتا ہے یعنی ہر چیز کو غلط

ٹائم پر کر رہا ہے۔ تو زندگی کے اندر زندگی کی بات کرو' بازار گئے ہو تو کچھ خریدو یا نہ خریدو لیکن بازار میں سے آرام سے گزر جاؤ' خاموشی کے وقت خاموش ہو جاؤ' دیکھو کہ موت آ رہی ہے' بادشاہ نے چٹھی بھیجی ہے تو پھر وہ تو آ کے رہے گی' اب گھبرانا نہیں ہے' شور نہیں مچانا کہ میرا سانس تنگ ہوتا جا رہا ہے' یہ تنگ تو ہونا ہی ہے' اب اس میں بھی ڈرنے والی کوئی بات نہیں۔ تو اپنی موت کو خوشگوار بناؤ اور زندگی کو بھی خوشگوار بناؤ۔ خوشگوار زندگی کا میں نے بتایا ہے کہ کیسے گزرتی ہے یعنی آرزو کم کر دو تو آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ آرزو جو ہے یہ بعض اوقات ہلاکت کا باعث ہے کہ انسان پھیلتا جائے' پھیلتا جائے لیکن انسان کہاں تک پھیلتا جائے گا ---------- پوچھو اس سے کہ کہاں تک پھیلے گا۔ دوسروں کے علاقے فتح کرنے والا انسان بے علاقہ مرا۔ کئی بار ایسا ہوا ہے کہ فاتحین جو ہیں ایسی بے بسی کی حالت میں مرے ہیں' اِدھر فتح کرتے گئے اور اُدھر بغاوت ہوتی گئی۔ ایک آدمی گھاس کی رسی بُن رہا تھا پاس ایک گدھا کھڑا ہوا تھا اور وہ گدھا کھاتا جا رہا تھا' وہ رسی بُنتا جائے اور گدھا کھاتا جائے' کہتا ہے کہ میں نے میلوں میل رسی بنائی ہے حساب لگاؤ کہ میں نے کتنے میل رسی بنائی ہو گی تو گدھا کہتا ہے کہ اتنی جتنی تیرے ہاتھ میں ہے' باقی تو میں کھا گیا۔ تو یہ انسان کا عالم ہے۔ اس کا حاصل کیا ہے؟ وہی جو اس نے استعمال کیا' باقی کسی کی امانت ہے جو وہ رکھ رہا ہے اور وہ اس کے وارث لے لیں گے۔ تو اس نے جو کچھ استعمال کیا صرف وہی اس کا تھا اور جو کچھ اللہ کی راہ میں دیا وہ آگے استقبال کرے گا' اور جو چھوڑ گیا یہ اس کا نہیں تھا اور وارثوں کو ان کی امانت مل جائے گی اِس لیے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ زندگی کیا

ہے اور موت کیا ہے' عروج کیا ہے اور زوال کیا ہے۔ تو یہ عروج و زوال کی کہانی تھی۔ انسان بہت غافل ہے' ایک چیز آپ دیکھیں کہ اگر آپ کوئی عظیم کتاب پڑھتے ہیں تو پھر ساتھ ساتھ یہ بھی سوچا کرو کہ جن لوگوں کا کتاب میں ذکر ہے وہ بھی مر گئے' کتاب لکھنے والی شخصیت بھی نہ رہی اور پڑھنے والا بھی نہیں رہے گا۔ اب آپ پڑھ لو جتنا پڑھنا ہے' تم پڑھتے وقت بھول جاتے ہو اور کہتے ہو کہ کیا کہہ رہا ہے۔ وہ کہہ نہیں رہا بلکہ اس نے کہا تھا' اس کو مرے ہوئے کئی سو سال ہو گئے۔ تو اپنی مصروفیت کے زمانے میں یہ نہ بھول جاؤ کہ یہ مصروفیت بھی عارضی ہے' یہ علم بھی عارضی ہے' یہ بات بھی عارضی ہے' یہاں کا Stay' قیام بھی عارضی ہے اور ایک چیز جو Permanent ہے اور اس نے Permanent رہنا ہے آپ دیکھیں کہ اس کائنات میں کوئی ایسی چیز ضرور ہے جو آپ کے باپ دادا کے وقت بھی تھی' اب بھی ہے اور وہ ضرور رہے گی۔ وہ چیز آپ سے زیادہ Permanent ہے۔ چاند' سورج' ستارے اور پہاڑ آپ سے زیادہ دیر تک ٹھہرتے ہیں اور آپ سے پہلے بھی اللہ کا ذکر ہے اور آپ کے بعد بھی اللہ کا ذکر ہو گا' اور وہ ہمیشہ رہنے والی ذات ہے۔ آپ کم از کم اس ذات سے تو وابستہ ہو جائیں جس کو زوال نہیں ہے۔ اس طرح آپ بھی بچ جاؤ گے۔ فانی چیز سے وابستگی' فانی شے سے محبت اور فانی چیز کا ساتھ آپ کو فنا کر دے گا۔ آپ اپنی محبت کو دریافت کرو کہ آپ کی محبت کس بات سے ہے' اگر مال سے ہے تو فانی' اشیاء سے ہے تو فانی' آسائشوں سے ہے تو فانی اور اگر اللہؐ سے ہے تو یہ باقی ہے اور پھر آپ کا نام ہمیشہ رہے گا' اگر اللہ والوں سے محبت ہے تب بھی باقی۔ اس میں بحث کی بات ہی کوئی نہیں ہے۔ اللہ والے

کون ہوتے ہیں؟ تم ہوتے ہو تو سارے ہی ہوتے ہیں اگر تم نہیں ہوتے ہو تو کوئی بھی نہیں ہوتا ہے۔ گویا کہ اللہ والے ہوں' سو ہوں' اگر تم نہیں تو پھر اللہ والوں کا کیا ذکر کر رہے ہو۔ اگر بہار کا موسم ہے اور آپ کی گائے بھوکی مرتی جا رہی ہے' اسے گھاس نہیں ملا تو پھر بہار کا کیا ذکر کرنا۔ یہ دیکھنا ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کیا رشتہ قائم کر رہے ہو' اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو گے تو پھر اللہ والوں کا ذکر ہوتا ہے ورنہ اللہ والوں کا ذکر کرنے کا تمہیں کوئی حق ہی نہیں پہنچتا۔ خالی کسی کا ذکر کرنے سے تمہیں بات سمجھ ہی نہیں آئے گی۔ اس لیے اپنے سفر کا رجوع دیکھو اور مدعا دیکھو کہ تم نے کہاں جانا ہے' کہاں سے چلے ہو' مقصدِ سفر کیا ہے' اور اس کا انجام کیا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حاصل کی تمنا آپ کو ہمیشہ کے لیے لا حاصل کر دے۔ اس لیے مقصد کو بڑے غور سے پہچاننا چاہیے پھر یہ بات سمجھ آتی ہے۔

اب آپ سوال پوچھو۔ جب میں کہوں کہ بولو تو بولا کرو۔ جب آپ سے کہا جائے کہ سوال کرو تو آپ ضرور سوال کرو۔ جو سامعین کی خواہش ہے وہ تقریر بن جاتی ہے۔ تو جب سوال کا کہا جائے تو آپ غور کرو کہ آپ کے پاس کیا سوال ہے۔

سوال :۔

یہ فرمان سمجھا دیں ۔

پاک پلید نہ ہوندے ہرگز بھانویں رہندے وچ پلیتی ہو

جواب :۔

غور کرو اس کا مطلب آسان ہے' یہ فرمایا گیا ہے کہ پاک جو ہے وہ

پلید نہیں ہو سکتا چاہے وہ پلیدی میں رہے۔ یہ تو آپ کی پیدائش کا ذکر ہے' انسان بنانے والے اعضاء ناپاک ہوتے ہیں اور پاکیزہ انسان پیدا ہوتا ہے' جس طرح کہ انسان کی زندگی کا آغاز ہے۔ یہ تو بار بار کہا گیا ہے کہ کبھی اپنی پیدائش پر غور کرو کہ تمہیں کس پانی سے ہم نے تخلیق فرمایا اور کیسے خون سے تخلیق فرمایا' تو وہ دونوں غیرپاکیزہ چیزیں ہوتی ہیں اور پاکیزہ انسان پیدا ہو گیا۔ ناپاکی سے بنا ہوا' پاکیزہ انسان' احسنِ تقویم بن کر پیدا ہو گیا۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ یہ سمجھنے والی بات ہے اور ذکر والی بات نہیں ہے۔ کبھی پاکیزہ جو ہے وہ ناپاک نہیں ہوتا' ورنہ اگر اس کو ناپاک مان لیا جائے تو اس کو زندگی گزارنا مشکل ہو جائے کیونکہ انسان کی تخلیق کی دونوں چیزیں ناپاک گنی جاتی ہیں اور نتیجہ انسان ہے' امرِ ربی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے روح پھونکی ہے۔ یہ ایک عجیب راز ہے کہ پاکیزہ جو ہے وہ غیرپاکیزہ میں کیسے رہا۔ یہ سلطان العارفینؒ اللہ کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ ہمارا وجود تو ناپاک تھا تو آپ نے کیسے اس میں اپنی پاکیزہ روح پھونکی ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ پاک' پاک ہی ہے' وہ پاک ہی ہے' ہم چاہے کچھ بھی ہوں' اس کے دم سے ہم بھی پاکیزہ ہو جاتے ہیں۔ فقیروں کی دوسری شرح یہ ہے کہ آپ کے اندر جسم میں تقریباً" ہر وقت ناپاکیاں موجود رہتی ہیں لیکن آپ Covered ہیں' ڈھانپے گئے ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا پابند بنایا ہوا ہے کہ آپ پاکیزہ ہو جاتے ہیں' حتیٰ کہ ناپاک ہونے کے بعد پھر سے پاکیزہ ہو جاتے ہیں۔ تو آپ ناپاک بھی ہو گئے' پھر پاکیزہ بھی ہو گئے' گویا کہ ناپاکی کے باوجود آپ کے اندر پاکیزگی موجود ہے' صرف غسل کرنے سے پاکیزگی نہیں آ جاتی بلکہ پاکیزگی اندر موجود ہے۔ اصل میں ناپاکی جو ہے وہ ناپاکی نہیں ہوتی' اگر

ظاہر ہو جائے تو ناپاکی ہے۔ لیکن اگر اندر رہے تو پاکیزگی ہے۔ تو جب آپ سے آلائش باہر نکلے تو آپ ناپاک ہو گئے۔ آلائشیں اندر موجود رہیں تو آپ پاکیزہ ہیں' راز پاکیزہ ہوتا ہے' آپ اظہار سے بچو' تو راز کا اظہار جو ہے یہ دقت والا کام ہے۔ تو اسی "ناپاک انسان" نے پھر نماز پڑھنی ہے' اسی کو عرفان ہونا ہے' اسی کو گیان ہونا ہے' اسی نے عروج حاصل کرنا ہے' اسی سے والدین بننے ہیں اور اسی سے بڑے واقعات ہونے ہیں گویا کہ پاکیزہ اس کی یاد ہے' اس کا عمل ہے اور وہ روح پاکیزہ ہے جو اللہ نے اس میں پھونکی ہے۔ یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ انسان کبھی ناپاک نہیں ہوتا اور کبھی پاکیزہ نہیں ہوتا۔ بس یہ ایسا راز ہے کہ جس کو فقیروں نے دریافت کیا ہے مثلاً" انسان کا وضو ہمیشہ قائم رہتا ہے اور وضو کبھی قائم نہیں رہتا یعنی کہ اگر خیال پاک رہے تو انسان پاک رہتا ہے۔ آپ کے اندر جو بینائی ہے یہ نور ہے' یہ پاکیزہ ہے لیکن نظارے اگر پاکیزہ نہ ہوں تو پھر بینائی پاکیزہ نہیں رہتی' حالانکہ یہ پاکیزہ ہے' نور ہے لیکن اگر آپ کا خیال پاکیزہ ہے تو آپ پاکیزہ رہیں گے۔ اگر ایک پاکیزہ خیال انسان کسی ناپاک گلی سے گزر گیا تب بھی پاکیزہ کا پاکیزہ ہے۔ تو اس مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ ناپاکی سے گزر جائے تو بھی پاک رہتا ہے' چاہے وہ جن حالات سے گزرے اور جن واقعات سے گزرے۔ ناپاک آدمی اگر مسجد سے گزر جائے تو پھر مصلیٰ چوری کر کے آ جائے گا۔ تو ناپاک آدمی مسجد میں جائے تب بھی ناپاک ہے اور پاکیزہ آدمی جو ہے مندر میں چلا جائے تب بھی پاکیزہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ پاکیزگی جو ہے اسے ہم کہتے ہیں "تطہیر"۔ تطہیر جو ہے یہ ایک مقام ہے اور بڑا مقام ہے اور سمجھنے والا مقام ہے۔ تطہیر ہمیشہ مطہر رہتی ہے۔

That's all بس یہ یاد رکھو۔

سوال :۔

سیئات کا حسنات میں بدلنا کیسے سمجھا جا سکتا ہے؟

جواب :۔

دیکھو! سیئات کا حسنات میں بدلنا جو ہے یہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان میں بیان فرمایا ہے کہ میں ان لوگوں کو ظلمات سے نکال کر نور میں داخل کر دوں گا.اور میں ان کے گناہ معاف کر دوں گا۔ یغفر الذنوب جمیعا یعنی میں ان کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہوں اور اگر اور کروں تو ان کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو جائے تو انسان کا ماضی بھی حال میں پاکیزہ ہو جاتا ہے اور ماضی کی غلطی حال کے پلیٹ فارم سے درست ہو جاتی ہے۔ حالانکہ ماضی کی غلطی کو ماضی میں درست ہونا چاہیے تھا کیونکہ گناہ کل کا ہے اور آج کیسے درست ہو سکتا ہے۔ "آج" درست ہونے کا ایک مقام تو یہ ہے کہ اس وقت اَسّی سال کا کافر کلمہ پڑھنے کے بعد صحابہ کرامؓ کی لسٹ میں شامل ہو گیا' اب دیکھو کہ اس کی شان میں اضافہ ہو رہا ہے کہ اَسّی سال زندگی مخالفت میں گزری ہے اور جب کلمہ نصیب ہو گیا تو اُس صف میں وہ شامل ہو گئے۔ گویا کہ وہ پچھلے کئی سال بھی Accommodate ہو گئے' درست ہو گئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ پچھلی غلطیاں جو ہیں ان کی آج کیسے اصلاح ہوتی ہے' آدمی دراصل اپنی منزل سے ملایا جاتا ہے اور پہچانا جاتا ہے۔ اگر سارا سفر نیکی میں گزرے اور انجام نامرادی کی منزل ہو تو وہ ساری نیکیاں گنی نہیں جائیں گی بلکہ ضائع ہو جائیں گی۔ ایک

وقت تھا جب آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے شیطان عبادت میں تھا۔
اب ابلیس کی کروڑوں سال کی عبادت کا ذکر کوئی نہیں کر سکتا کیونکہ ایک
مقام پر آ کر وہ ابلیس باغی ہو گیا۔ اب بغاوت کے بعد پرانی اطاعت کا
تذکرہ ہی ختم ہو گیا۔ تو تسلیم کے بعد پرانی بغاوت کا ذکر بھی ختم ہو گیا۔
توبہ کے بعد انسان نیکیوں میں شامل ہو گیا اور بدی جو ہے وہ ساری کی
ساری بدل گئی۔ تو اللہ تعالیٰ یہ بتاتے ہیں کہ اگر آپ کو ایسی ایک نیکی
نصیب ہو جائے تو پھر بدی کا تذکرہ ہی کیا یعنی عطا کے باب میں خطا کا ذکر
ہی کیا۔ عطا حاصل ہو جائے تو پھر خطا ختم ہو جاتی ہے کیونکہ قبول جو ہو
گئے۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ لوگوں میں کوئی آدمی بہت نا اہل سمجھا جائے
اور قبول کرنے والا اسے قبول کر لے تو پھر ساری نا اہلی ختم ہو جائے گی۔
ایسا ہوتا ہے کہ سونے والوں کو بعض اوقات اس نے جگا کے عطا فرمایا اور
جاگنے والوں کو بعض اوقات اس نے محروم رکھا۔ تو ایسا ہو سکتا ہے کہ ۔

جاگنے والے کو محرومِ عنایت رکھا
سونے والے سے کہا ساری خدائی تیری

تو یہ اس کے کام ہیں اور وہ دے سکتا ہے۔ وہ تو جو چاہے کرے۔
وہ جیسے کرے کیونکہ وہ خالق کل ہے۔ یہ اس کی مرضی ہے۔ اس کے
کھیل بڑے عجیب ہیں۔ دریا کے کنارے اپنے محبوب کو پیاسا رکھنا' یہ
وہی کر سکتا ہے' ایسا اللہ ہی کر سکتا ہے' اور کوئی نہیں کر سکتا۔ دریا کے
کنارے' گرمی کا موسم ہو' کوئی غیر بھی نہ ہو بلکہ ہو بھی محبوب' محبت
بھی جاری ہے اور دریا بھی جاری ہے اور وہ واقعہ بھی ہو رہا ہے' تو یہ
اللہ ہی برداشت کر سکتا ہے' یہ کسی بندے کے بس کی بات نہیں ہے۔ تو
یہ اللہ کے باب میں اور ہی واقعات ہیں۔ وہاں وہ ظلم نہیں ہے بلکہ اس

کی عنایات کا رنگ ہی ایسا ہے کہ سننے والوں کے لیے غم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے لیکن یہ عنایات ہی ہوتی ہیں۔ سر قلم کرنا بھی اس کی عنایت ہے۔ وہ جیسے بھی چاہے قریب کر لے' کسی کو کچھ دے کر قریب کر لے اور کسی سے کچھ لے کے قریب کر لے۔

اے خالقِ کونین تیرے کام عجب ہیں
دیتا ہے کبھی اور کبھی مانگ رہا ہے

وہ پہلے دیتا ہے اور پھر کہتا ہے اڑھائی فی صد دو' ہمیں بہت ضرورت ہو گئی ہے۔ کبھی مسجد کے لیے خیرات مانگ لی' مسجد خدا کی' اور چندہ آپ کا' یہ عجب راز ہے۔ زکوٰۃ اللہ کے نام پر ہے' خیرات اللہ کے نام پر ہے' قرضِ حسنہ اللہ کے نام پر' واقرض اللّٰہ قرضا حسنہ اللہ کو دو قرضِ حسنہ۔ تو اللہ کو قرض کی کیا ضرورت ہے' اس نے نہ کھانا نہ پینا مگر اللہ کے باب میں کچھ سمجھنے کی جلدی نہ کرنا۔ وہ آپ کے سیئات کو حسنات میں بدل سکتا ہے۔ جس نے اللہ کو مانا' وہ پھر اللہ کے ساتھ مل گیا بلکہ وہ اللہ کا مہمان ہو گیا۔ ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا جنہوں نے کہہ دیا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر استقامت کر دی' انہی پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ اللہ کہہ رہا ہے سلام ان لوگوں پر' وسلام علٰی نوح اور وسلام علٰی ابراھیم اللہ کی طرف سے سلام آنا' یہ عجب بات ہے۔ اللہ کریم فرماتا ہے کہ میرے بندے جو ہیں ان کو نہ خوف ہے اور نہ ملال ہے۔ یہ میرے بندے ہیں' ہم ان کے لیے یہ کرتے ہیں' وہ کرتے ہیں اور ہم نے ایک جنت بنائی ہوئی ہے یعنی بڑا اچھا مقام بنایا ہوا ہے کافروں کے لیے دوزخ کا مقام ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے باب میں یہ سب ٹھیک ہے۔ آپ صرف اتنی بات کرو

کہ آپ عملی شکل میں اپنے ماضی کی اتنی عزت افزائی نہ کرو بلکہ ماضی کو یک لخت توبہ کے ساتھ منسوخ کر دو۔ ماضی کے لیے آسان نسخہ یہی ہے کہ اس کو توبہ کے ساتھ گزارو تاکہ ماضی بھی مومن ہو جائے۔ یہ کہو کہ یا اللہ ہماری غلطیوں کو تو معاف ہی کر دے۔ اور پھر جب معافی ہو گئی تو ہم اس کی رضا میں داخل ہو گئے' اور یہ داخل ہونا جو ہے یہ ساری نیکی ہی نیکی ہے' پھر کیا سیئات رہ گئے بلکہ سیئات تو ختم ہو گئے' سیئات توبہ تک ہی ہیں۔ تو گناہ کی عمر توبہ تک ہے۔ معاف کرنے والے کو معاف کرنا کوئی بوجھ نہیں ہے۔ اس نے تو معاف کرنا ہے اور یہ اس کا اپنا کام ہے۔ گناہ گار اگر تھک جائے تو تھک جائے لیکن معاف کرنے والا تو نہیں تھکتا کیونکہ اس کے لیے معاف کرنا Feasible ہے' آسان ہے اس کی شان ہے۔ پھر یہ کہ انسان اللہ کی اپنی تخلیق ہے' اور اللہ کو پتہ ہے کہ یہ کمزور ہے' غریب ہے' بے چارہ جلد الجھ جاتا ہے' یہ دو چیزوں کے اندر پھنس جاتا ہے' ایک تو رنگ کے اندر پھنس جاتا ہے اور دوسرا یہ مال کی محبت میں پھنس جاتا ہے۔ اس کے اندر نفس نہ ہو تو پھر تو یہ فرشتہ ہی تھا۔ اور اس کے اندر سے یہ بات نکال دی جائے تو یہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اللہ کا فضل ہو جائے تو انسان ان باتوں سے نکل جاتا ہے۔ تو آپ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا کرو اور اپنے اعمال کے لیے توبہ کا مقام ضرور ڈھونڈنا چاہیے۔ اللہ معاف فرما دیتا ہے اور پھر سارے گناہ ختم ہو جاتے ہیں اور گناہ' نیکی میں بدل جاتے ہیں۔ جس آدمی کو پہاڑ پر جانا تھا اس کو راستے میں تکلیف ضرور ہوتی ہے' وہ ادھر گیا' ادھر گیا' اور انجام کار پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ اس کا کیا ذکر کرنا کہ راستے میں طوفان تھے' اور سیدھے راستے پر چلنے والے کئی دفعہ راستے میں گم ہو گئے۔ تو

پھر بات یہ ہے کہ ۔

بھر لے پانی ہاریئے' رنگا رنگ گھڑے
بھریا اس دا جانئے جس دا توڑ چڑھے

تو ساری کہانی اتنی ساری ہے کہ انجام جس کا اچھا ہے اس کا سفر اچھا ہے۔ یہ سفر انجام کا نام ہے۔ انجام کسی وقت بھی آ سکتا ہے۔ اس لیے آپ دعا کیا کرو کہ آپ کا احتساب نہ ہو' اور آپ کا حساب کتاب نہ ہو۔ اور آپ توبہ کر کے ساری بات صاف کر لو' یا اللہ ہمیں تو معاف ہی کر دے' اور ہمیں اپنی عنایات میں رکھ۔ تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

سوال :۔

بعض اوقات خیال آتا ہے کہ ابھی کافی زندگی موجود ہے تو پھر کیوں شور مچائیں اور عمل کریں ——————

جواب :۔

تین لوگوں کا کہتے ہیں کہ ان کا شور مچانا جائز ہے' ایک وہ جس کے پاس مچھلی ہے اور وہ بیچنے کے لیے شور مچائے گا کیونکہ اس مچھلی میں بد بو ہو جاتی ہے اور وہ آرام سے نہیں بیٹھے گا۔ ایک وہ جس کے پاس پھول ہیں وہ بیچنے کے لیے شور مچائے گا کہ کہیں پھول مرجھا نہ جائیں اور تیسرا وہ جس کے ہاتھ میں برف ہے اور پگھلی جا رہی ہے' وہ شور مچائے گا تاکہ جلدی جلدی وہ فارغ ہو جائے۔ اب جوانی جو ہے وہ جلدی جلدی فارغ ہو جائے گی۔ تو اس کا پتہ ہونا چاہیے' لیکن ان سب باتوں سے جو اہم بات ہے وہ یہ ہے کہ جب پتہ چل جائے کہ زندگی پگھلی جا

رہی ہے بلکہ ہاتھ سے نکلی چلی جا رہی ہے' سے گزرتا چلا جا رہا ہے تو شور مچانے کا وقت ہے کہ یا اللہ میرے ہاتھ سے میرا اپنا آپ نکل گیا' جب میرے ہاتھ سے میرا اپنا آپ نکل گیا تو پھر تو میں مکمل بے بس ہو گیا۔ اور جو کچھ اس نے حاصل کیا یہ ساری کی ساری چیزیں کسی اچھے سے یا برے سے Auction mart ' نیلام گھر میں موجود ہیں' Available ہیں' تو اس انسان نے کیا کیا کباڑ خانہ اکٹھا کیا۔ کبھی آپ جمعے کو سڑک کے کنارے جاؤ تو کتابیں عام پڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ آپ کی لائبریریوں کا یہ حشر ہے۔ پڑھنے والے لوگ' جن کے گھر میں کم پڑھنے والے ہوں' کتابوں سے وہ محبت نہ ہو تو اس کا جو وارث ہو جاتا ہے' وہ وارث ساری کی ساری لائبریری اٹھا کے بیچ دیتا ہے' بالکل سستی۔ وہ کتابیں مارکیٹ میں جا کے پھر بک جاتی ہیں۔ تو کتابوں کا اجتماع بھی کوئی اجتماع نہ ہوا۔ سامان پرانا ہو گیا تو انہوں نے دے دیا۔ مکان محلّہ بدل لیا' اندرون شہر تھا' پھر بیرون شہر آ گیا۔ وہ مقام بھی چلے گئے۔ آپ کا سارا حاصل آپ کی نظروں کے سامنے غائب ہو تا گیا۔ جب ایسا وقت آ جائے تو سمجھو کہ کوئی شے ہو رہی ہے۔ تو جو ہو رہا ہے وہ آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ کیا ہو رہا ہے؟ یعنی آپ کے جانے کے انتظامات ہو رہے ہیں۔ اگر جانے کے انتظامات ہو رہے ہیں تو تھوڑا سا شور مچا لو کہ یا اللہ تو معاف کر دے۔ یہ نہیں کہو کہ دیکھا جائے گا۔ سب کچھ یہیں سے دیکھ کے جانا ہے۔ اس نے صاف فرما دیا ہے کہ جو یہاں اندھا ہے وہ آگے بھی اندھا ہی ہو گا۔ جس نے یہاں نہیں دیکھا اس نے وہاں کیا دیکھنا ہے۔ تو یہاں سے ہی دیکھ کے جاؤ۔ ایک چیز ضرور کر کے جانا' اپنی توبہ کو منظور کرا کے جانا۔ اسے یہاں نہ چھوڑ کے جانا۔ کبھی بیٹھ کے اکیلے میں

یہ ضرور کر لیا کرو کہ "یا اللہ میری غلطیوں کی توبہ"! بعض اوقات غلطی ہم نہیں سمجھتے تو غلطی کیا ہوتی ہے؟ یہ بھی غلطی ہے کہ کسی ایسی خواہش پر اصرار جو اس کی مرضی کے علاوہ ہو' ہم نے جو بھی خواہش تیری رضا کے خلاف کی وہ ہی ہمارا گناہ تھا اور ہم نے ساری خواہشات ایسی کیں کہ ہم یہاں ٹھہرنا چاہتے ہیں' وہ کہتا ہے کہ یہاں سے نکلنا چاہیے۔ اس لیے ٹھہرنے کی آرزو جو ہے وہ نکلنے والوں کے لیے گناہ بھی کہلا سکتی ہے۔ لہذا یہ ٹھہرنے کا مقام نہیں ہے اور یہ دنیا بسنے کی نہیں ہے بلکہ اس میں کوچ ہی کا نقارہ بجے گا۔ تو یہ شور مچانے کا مقام ہے کہ کوچ کا منظر تیار ہے اور کوچ اجتماعی بھی ہو سکتی ہے لیکن انفرادی کوچ تو ہو رہی ہے۔ یہ ایک دن کا نام نہیں ہے بلکہ لگاتار ہر روز کا نام ہے۔ کہتے ہیں سورج جب غروب ہوتا ہے تو ساری فضا میں ایک اعلان ہوتا ہے کہ لو آج کا دن بھی مر گیا' ایک دن اور رخصت ہو گیا' اب تو ایک دن اور قریب آ گیا' اسی طرح کچھ سورج تیرے اور باقی رہ گئے ہیں' اس کے بعد پھر سورج نہ ڈوبے گا' نہ طلوع ہو گا۔ جتنے سورج باقی رہ گئے ہیں ان کو ذرا گن کے حساب کے ساتھ چلانا اور بعد میں یہ نہ کہنا کہ اچانک پھول دو دن کھلے' مرجھا گئے ہیں' پھول نہیں مرجھاتے' وقت پورا ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس بات کا بڑا دھیان کرنا اور ایسا نہ کہنا کہ ابھی تو ہمیں پتہ نہ تھا۔ اللہ نے کہا ہے خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا ہم نے موت اور زندگی کو پیدا فرمایا یہ دیکھنے کے لیے کہ کون اچھا عمل کرتا ہے ——— یہ انسان ہے تو ایک میت مگر زندگی بن کے چل رہا ہے اور اس کا ایک نام رکھا گیا اور پیدا اس لیے کیا گیا کہ دیکھیں کہ اس کے اعمال کیا ہیں تو اپنے اعمال کا حساب رکھنا چاہیے۔

سوال :۔

یکسوئی حاصل کرنے کا کوئی نسخہ بتا دیں۔

جواب :۔

ایک شعر سے یہ نسخہ سمجھ آ سکتا ہے۔

یکسوئی کی بات پنہارن سے سیکھ
سب سکھیوں سے بات کرے پر دھیان گگر کے بیچ

یعنی پانی بھرنے والی لڑکی سے یکسوئی کی بات سیکھ کہ وہ کس طرح اپنی سہیلیوں سے باتیں کرتی رہتی ہے مگر اس کا دھیان اپنے پانی والے برتن پر رہتا ہے۔ یہ یکسوئی ہے کہ وہ باتیں کرتی جا رہی ہے ہر ایک کے ساتھ، مگر گھڑا نہ چھلکے، نہ ٹوٹے۔ بس یہ یکسوئی ہے۔ کبھی آپ نے دیکھا ہو گا کہ وہ پنگھٹ سے پانی بھر کر لاتی ہیں، اور وہ باتیں کرتی ہیں، گانا گاتی ہیں، چلتی جاتی ہیں، لیکن مجال ہے کہ گھڑا اِدھر اُدھر ہو جائے۔ تو یکسوئی کا مطلب یہ ہے کہ اس کا خیال رہے جو تیرا حاصل ہے۔ ایسا نہ ہو کہ حاصل ہی ضائع کر دو اور ایسا نہ ہو کہ دنیا حاصل کرنے کے لیے ایمان ہی بیچ آؤ کہتا ہے کہ آج کیا بیچا ہے؟ کہتا ہے آج تو صرف ایمان ہی بیچا ہے۔ تو یکسوئی کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اپنے آپ میں دھیان رہے اور آپ کو مقصد اور مدعا نہ بھولنے پائے، مدعا یاد رہے ورنہ عام طور پر لوگ اپنا مدعا بھول جاتے ہیں۔ ایک آدمی کہتا ہے دعا کریں کہ حالات بہتر ہو جائیں، مدت سے ایک کارخانہ چلا رہا ہوں کہ کچھ پیسے آ جائیں، حج کرنے کی دعا کریں۔ جب حج کرنے کا وقت آیا تو کہتا ہے کہ ٹائم نہیں ملتا کیونکہ اب کارخانہ چل رہا ہے۔ بے شمار لوگ جن کے پاس وسائل نہیں، لیکن ان کے پاس حج کی آرزو ہے اور بے شمار لوگ ہیں جن کے پاس وسائل

ہیں اور حج کی آرزو نہیں ہے۔ آپ بات کو سمجھ رہے ہیں؟ کہ بے شمار لوگ ہیں جن کو بات سمجھ نہیں آتی' ان کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ اللہ کا گھر زمین پر اللہ کے نام سے وابستہ تو ہے ناں! ہر چند کہ ہر مقام اس کا اپنا ہے۔

ہے زمیں پہ کعبہ میرا مکاں گو فلک پہ رکھتا ہوں لامکاں
تیرے دل میں رہتا ہوں ہر زماں ہے نشاں یہی میرا جاوداں

رہتا دل میں ہی ہے لیکن وہ گھر اس کے نام سے وابستہ ہے۔ اس گھر کی آرزو کا پیدا ہونا اللہ کے قرب کی دلیل ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ یہ کہہ دیں کہ یہ گھر مٹی کا ہے۔ گھر تو مٹی کا ہی ہے لیکن یہ تو ایک نسبت ہے اور آپ کو اس نسبت کا احترام کرنا ہے۔ یکسوئی کا معنی یہ ہے کہ اپنے اندر اللہ کی ذات کا جو جلوۂ مخفی ہے اس کو اس کے Grand جلوے سے ہمکنار کرنا۔ یعنی ذرے کو آفتاب کی نسبت سے تابدار بنانا۔ تو آپ کے اندر جو اللہ کا احساس ہے اس کو گرینڈ جلوے کے ساتھ وابستہ کرنا ہے۔ تو جب آپ اس کے پاس جا کر محو ہو جاتے ہیں تو اسے یکسوئی کہتے ہیں۔

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں
محو کھڑا ہوا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں
اب نہ زماں نہ وہ مکاں اب نہ زمیں نہ وہ زماں اب نہ مکاں نہ لامکاں
تو نے جہاں بدل دیا آ کے میری نگاہ میں

یکسوئی کا مطلب یہ ہے کہ ایسا خیال جو باقی خیالوں سے بے نیاز کرے اور ماسوا سے بے نیاز ہونا۔ اگر آپ عبادت کر رہے ہیں تو عبادت کے علاوہ چیزوں سے بے نیاز ہو جانا حتیٰ کہ کسی بات کا سوال ہی نہ کریں۔

تو یہ یکسوئی ہے۔ یکسوئی کا معنی اس اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ تو سب سے اچھی بات یہی ہے جیسے پنہارن کرتی ہے کہ گھڑے بھر کر لاتی ہے' گھڑا نہیں ٹوٹتا حالانکہ باتیں کرتی جا رہی ہے۔ تو آپ دنیا کی باتیں کرتے جاؤ اور آپ کا خیال ادھر رہے۔ کسی وقت بھی آواز آ سکتی ہے کہ چلو کیونکہ آپ کا کام تمام ہو گیا ہے۔ آپ اس وقت یہ نہ کہنا کہ ابھی میں نے خط لکھنا ہے' چابیاں دینی ہیں اور میں نے بہت سارے چارج دینے ہیں۔ ایسا کبھی نہ کہنا۔ چلو پھر بات کو دہرا دیتے ہیں۔ پہلی بات تو آپ یہ کرو کہ جو چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں آپ لوگ ان پر غصہ نہ کیا کرو۔ یہ آسان بات ہے اور اس میں دقت والی بات کوئی نہیں ہے۔ آپ لوگ شہرت کی اور پیسے کی بہت تمنا چھوڑ دو۔ یہ بات بھی آسان ہو گئی۔ آپ لوگ زندگی میں اپنے اعمال کے حوالے سے توبہ کا عمل جاری رکھو' اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔ آپ لوگ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا عمل جاری رکھو۔ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا۔ آپ کی ذات لوگوں کے لیے منفعت والی بن جائے۔ لوگوں کو ضرور کوئی نہ کوئی فائدہ پہنچاؤ' فائدہ ہونا چاہیے۔ کم از کم آپ کی ذات سے کسی کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ اگر کسی نے غلطی کی ہے تب بھی سزا نہ دو۔ اس دنیا میں انسان نے کچھ بھی نہیں کرنا' میں آپ کو ایک خاص بات بتا رہا ہوں کہ ہم کچھ کر کے نہیں جاتے یہاں کوئی انقلاب نہیں آیا مگر دنیا میں صرف ایک انقلاب آیا ہے جو حضور اکرم ﷺ والا ہے کہ دشمن آپس میں دوست ہو گئے۔ وہ تھا دلوں کا انقلاب' محبت کا انقلاب اور یہ بڑا انقلاب ہے اور یہ انقلاب آج تک چلا آ رہا ہے۔ اس زمانے کے لوگوں کے ایمان بڑے قوی تھے' وہ ایمان کے سابقون اور اول زمانے تھے۔ میں ایک لحاظ سے کہتا ہوں کہ

آج کے لوگوں کے ایمان بڑے قوی ہیں' کیونکہ وہ تو حضور اکرم ﷺ کے پاس رہتے تھے لیکن ہم چودہ صدیاں دور ہیں اور پھر اس تذکرے میں رہتے ہیں۔ یہ بھی خاص کرم اور عنایت ہے' یہ بڑی عنایت ہے انؐ کی کہ ہم جغرافیائی طور پر بھی دور ہیں اور تاریخ کے طور پر بھی ہم دور ہیں' تاریخ کے چودہ سو سال گزر گئے ہیں اور جغرافیے کے حساب سے اس علاقے سے کتنے ہزار میل ہم دور ہیں۔ تو پھر اس علاقے میں اگر حضور پاک ﷺ کی محبت ہے تو یہ ان کا خاص کرم اور عنایت ہے اور یہ بغیر انؐ کی توجہ کے ہو نہیں سکتا۔ اور آپ کو اس بات کی بہت مبارک ہو۔ یہ خاص واقعہ ہے اور یہ خاص علاقہ ہے' درویش بھی یہاں اس لیے آئے ہیں کہ شاید اس زمیں میں کوئی نہ کوئی واقعہ کرنا ہو ۔

میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا یہاں سے

تو بزرگ بھی اگر یہاں آئے ہیں تو کوئی خاص بات ہے۔ لہٰذا آپ لوگوں کو اپنے ایمان کی قدر کرنی چاہیے' یہ آپ نے کمائی نہیں کی بلکہ یہ ایمان آپ کو عنایت ہوا ہے' خاص عنایت ہوا ہے اور اس کی بہت قدر کرو' یہ اتنے عرصے کے بعد ہوا ہے۔ اور آج بھی آپ ایسے محسوس کر رہے ہیں جیسے اس زمانے میں ہوں۔ یہ بڑی خاص بات ہے۔ حالات اتنے Pressure میں ہیں' دباؤ میں ہیں' ہزار واقعات ہیں۔ اندازہ لگاؤ کہ ایسا سماج بنا پڑا ہے کہ پیسے نہ ہوں تو شادی نہیں ہوتی اور اس سماج میں جائز کام کرنے کے لیے بھی' ناجائز ذریعہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ یہ ہمارے ساتھ بڑی Tradgedy ہوئی پڑی ہے۔ پھر بھی آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور دعا یہ کرو کہ یا اللہ تعالیٰ آپ اچھے حالات پیدا فرمائیں

تاکہ ایک بار وہ وقت آ جائے جب ہم دیکھیں کہ دودھ دودھ ہو جائے اور پانی پانی ہو جائے' حق والوں کو حق مل جائے' محنت والے کی محنت رائیگاں نہ ہو' اور نیکوں کے لیے کشائشِ رزق عطا فرما' یا اللہ نیکی کو تو کم از کم آسودہ فرما' یہ نہ ہو کہ رزق پر بدی غالب رہے۔ رزق آج کل اُدھر زیادہ ہے' دعا کرو کہ سچے لوگوں کے پاس رزق ہو اور دل والوں کے پاس ہو' ان کی دنیا بہتر ہو جائے' پھر یہ واقعہ ٹھیک ہو جائے گا' درست ہو جائے گا۔

آپ اور سوال کرو ---------

سوال :۔

انسان نیک اور بد سب کو تو راضی نہیں کر سکتا۔

جواب :۔

سب کو راضی کرنے کا تو میں نہیں کہہ رہا بلکہ میں یہ کہہ رہا تھا کہ آپ نے کسی کے ساتھ ناراض نہیں ہونا ہے۔ سب کو راضی کرنے کی بات میں نہیں کر رہا۔ بس آپ ناراض نہ ہونا' آپ بدی کو بے شک برا سمجھو لیکن بد کو برا نہ سمجھنا۔ بد آدمی بیمار ہے' جس طرح ڈاکٹر بیمار آدمی کو دیکھتا ہے تو یہ نہیں دیکھتا کہ اس کا ایمان کیا ہے۔ ڈاکٹر کا کام ہے چاہے مریض عیسائی ہو' سکھ ہو' مسلمان ہو' کوئی ہو' اس کا علاج کرتا ہے۔ ڈاکٹر نے اس کا علاج کرنا ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ بدی بھی ایک بیماری ہے۔ بدی اس کا پسندیدہ عمل نہیں ہے بلکہ اس کی بیماری ہے' وہ مجبور ہو گیا' بیمار ہو گیا' Fall کر گیا' گر گیا بندہ' وہ بدی کے Trap میں آ گیا اور آپ کو اچھا راستہ مل گیا' خوشگوار بندے مل گئے' اس کو وہ راستہ مل گیا اور ناخوشگوار بندے مل گئے' اب اس بے چارے کو

ہمدردی سے وہاں سے نکالو' اس لیے اس سے نفرت نہیں کرنی کہ یہ آدمی گناہ گار ہے۔ شاید نفرت نے ہی اس کو گناہ گار بنایا ہو اور ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ کی محبت ہی اس کو گناہ سے واپس لے آئے۔ اس لیے آپ اس کے ساتھ محبت کرو' اس کے پاس آنا جانا رکھو' شاید وہ اپنا راستہ بدل دے۔ اس سے نفرت نہیں کرنی بلکہ اس کے ساتھ ہمدردی کرنی چاہیے۔ اس غریب کی بیمار پُرسی کرو جو بد ہو گیا' جو گناہگار ہو گیا وہ تو خود عذاب میں ہے' لہٰذا اس کے ساتھ ہمدردی کرو' اس کے لیے دعا کرو' نفرت نہ کرنا اس کے ساتھ۔ اب آپ لوگ اور سوال پوچھیں

——— بولیں ———

سوال :۔

کیا ہم لوگوں کو تبلیغ کرنا شروع کر دیں؟

جواب :۔

آپ احتیاط ضرور کرو۔ تبلیغ تو ہے ہی کافر کے لیے۔ ہمارے ہاں ٹریجڈی یہ ہو گئی ہے کہ ہم تبلیغ مسلمان کو ہی کرتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں یہ لوگ کون ہیں' مسلمان ہیں' تو تبلیغ کرو ان کو۔ اب وہ مسلمان ہو گیا ہے' مسلمان کا کام خراب نہ کرنا' تو اس کو کام کرنے دو' مسلمان جائے اور اپنا کاروبار کرے۔ بس آپ کسی مسلمان کو دھوکہ نہ دینا' زیادہ نفع نہ لیا کرو' اسے تنگ نہ کیا کرو' رشتے داروں کا خیال کیا کرو' پیسوں سے بہت محبت نہ کیا کرو' اب تبلیغ کس بات کی؟ مسلمانوں کو جب تک آپ Offend کریں گے' تنگ کریں گے' تبلیغ جاری رہے گی' انہیں محفل میں یقین دلائیں گے کہ تمہیں دوزخ میں جانا ہے ابھی سے انتظام کر لو۔

ہماری تبلیغ کا یہ منشا ہو چکا ہے کہ مسلمانوں کو کبھی یقین کے ساتھ اسلام میں نہیں رہنے دینا۔ ایک مبلغ جو بیان کر رہا ہے وہ یہ بتائے گا کہ اگر ایک نماز آپ کی قضا ہو گئی تو ستر ہزار سال آپ کو الٹا لٹکایا جائے گا۔ اور ہم یہ کہہ رہے ہیں اگر ایک بار آپ نے کلمہ پڑھ لیا تو ستر سال کے گناہ معاف ہو گئے۔ تو ہم اور بات کر رہے ہیں۔ اسّی سال کا کافر کلمہ پڑھنے سے مومن ہو سکتا ہے۔ آپ روز کلمہ پڑھتے رہتے ہو' تو کیا ہم نے آپ کو ہی کافر بنانا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اس بات کا خیال رہے۔ آپ مسلمانوں کو زندگی کا عمل سکھاؤ' تبلیغ کی کیا بات ہے۔ تبلیغ ہوتی ہے اسلام تک اور اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس کے ساتھ حسن سلوک کرو' کچھ پیسے اپنے پاس سے اس کو دو بلکہ تم تو اس کو علم سکھاتے جا رہے ہو۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میرے پاس دوائی کے پیسے نہیں ہیں اور میرا بچہ بیمار ہے۔ کہتا ہے پھر تو کلمہ پڑھ' نماز پڑھا کر' خیر سے تیرا بچہ دعا سے ٹھیک ہو جائے گا' اور اس کا اپنا بچہ ہسپتال میں داخل کروا دیا جاتا ہے۔ پھر اگر دوسرے کے بچے نے تعلیم حاصل کرنی ہے تو وہ کہتا ہے کہ تو اپنے بچے کو درس نظامی' جامعہ نعیمیہ میں داخل کروا دے اور خود اپنا بچہ کدھر ہوتا ہے؟ ایچی سن کالج میں! پھر وہ کہتا ہے کہ "بچے کو بڑی مشکل سے داخل کروایا ہے' وہاں بڑا خرچ ہوتا ہے اور آپ کا بچہ بڑا مبارک ہے کہ جامعہ نعیمیہ میں داخل ہو گیا ہے' اگر وہاں نہیں تو پھر جامعہ استفہامیہ میں کروا دو' جامعہ اشرفیہ میں کروا دو' بڑی اچھی پڑھائی ہوتی ہے وہاں بڑی اچھی تعلیم ہوتی ہے' صرف و نحو بھی پڑھائی جاتی ہے' درسِ نظامی ہوتا ہے' بڑا شاندار علم ہوتا ہے' بس اس کی عاقبت بن جائے گی اور وہ کسی مسجد کا امام بن جائے گا"۔ اور اس کا اپنا بچہ؟ کہتا ہے وہ تو

ایسے ہی ہے، کہیں ڈی سی وغیرہ لگ جائے گا' بے چارہ ساری عمر ہی نوکری کرے گا۔ آپ کو میں ایک پیر صاحب کی بات بتاتا ہوں۔ پیر صاحب لوگوں کو دین کی تعلیم دیتے ہیں لیکن ان کے اپنے بچے باہر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ اس بات کا خیال رہے کہ اگر درس نظامی اچھی تعلیم ہے تو سب سے پہلے تم اپنے بچوں کو داخل کراؤ خصوصاً" جو کہ قوم کے لیڈر ہیں' یا پھر تمام مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم ایک جیسی ہونی چاہیے۔ وہ آپ کرتے نہیں ہیں اور مسلمانوں کو تبلیغ سکھاتے رہتے ہیں۔ بچہ کہتا ہے طبیعت خراب ہے' دوائی لا دو' کہتا ہے کلمہ تیرا ٹھیک نہیں ہے' کلمہ صحیح سنا۔ ایک آدمی ڈوب رہا ہے تو وہ کہتا ہے پہلے تو کلمہ سنا۔ پرانے زمانے میں جادو گرنیوں کو چڑیلیں کہتے تھے' انگلینڈ میں لوگوں نے اس وقت قانون بنایا تھا کہ یہ جو ہوتی ہیں جادو گرنیاں' ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو زندہ جلا دو۔ اب یہ کیسے پتہ چلے کہ یہ جادو گرنی ہے کہ نہیں! اب ان کی یہ سزا تھی کہ ان کو پانی میں پھینکو' اگر تو وہ ڈوب گئی تو جادوگرنی نہیں ہے' اگر نہ ڈوبی تو جادو گرنی ہے' اس کو پھر زندہ جلاؤ۔ یعنی مارنا ہر طرح سے ہے۔ تو یہ ہیں احمقوں کے زمانے کی باتیں کہ جادو گر کہہ کے زندہ جلا دیا۔ انسان' انسان ہے' آپ پر کوئی جادو نہیں آ سکتا۔ ما اصاب من مصیبه الا باذن اللّٰہ نہیں آتی تم پر کوئی مصیبت مگر اللہ کے حکم سے۔ تو آپ اللہ کی طرف رجوع کرو تو کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔ تو آپ اپنا رجوع صحیح رکھو۔ اس لیے اسلام کی تعلیم بڑی سادہ سی ہے اور بڑی مشکل ہے کہ جو بھائی کے لیے پسند کرتے ہو وہی اپنے لیے پسند کرو۔ کتنی آسان بات ہے' کر کے دیکھو' ہر روز سنتے رہتے ہو' زندگی گزر جائے گی لیکن یہ عمل نہ کر سکو گے'

اس کو پورا کرنا بڑا ہی مشکل ہے۔ صحیح انقلاب یہی ہے کہ اسلام نے اور جو باتیں بتائی ہیں ان پر عمل کرو۔ جب آپ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہو تو اللہ کی طرف سے بہتری ہو جاتی ہے۔ تو آپ اپنے آپ کو درست رکھو اور میں یہ کہہ رہا ہوں کہ کسی گناہ گار آدمی کے ساتھ آپ کا تعلق جو ہے اسے گناہ سے نکال سکتا ہے اور آپ کی نفرت اسے گناہ میں مبتلا کر دے گی۔ آپ کی مدد اس کے بہت سے اعمال ترک کرا دے گی۔ کتنے لوگ ہیں جو غریبی میں مجبور ہو کے گناہ گار ہوئے ہیں۔ گناہ ان کے شعبہ اختیار میں نہیں تھا بلکہ شعبہ مجبوری بنا ہوا ہے اس لیے آپ لوگ خیال رکھو کہ تعلیم اور تبلیغ جو ہے یہ مسلمان کو کرنے سے گریز ہی ہونا چاہیے۔ مسلمان تو پہلے ہی مسلمان ہو گئے ہیں۔ جو پہلے کافر تھا' کلمہ پڑھ لیا' مسلمان ہو گیا تو دوسرے مسلمان اسے کہتے ہیں کہ پتہ تو اب چلے گا' چھڑیاں تو اب پڑیں گی کیونکہ کافر تو جنت دوزخ کو مانتا نہیں' اس لیے وہ تو آزاد ہے۔ اب تو مسلمان ہونے کے بعد آپ نے اسے ڈرا ڈرا کے مارنا ہے۔ وہ مسلمان امید کے لیے ہوا تھا' Hope کے لیے' فلاح کے لیے' ترقی کے لیے' دین کی فلاح' دنیا کی فلاح' آخرت کی فلاح' مگر مسلمان ہونے کے بعد آپ نے اس پر بوجھ ڈال دیا' عذاب میں مبتلا کر دیا اور مرنے کا منظر اس کے اوپر لگا دیا' موت کا منظر کیا ہو گا' پریشانی کیا ہو گی' تیرے اوپر کیا عذاب آنے والا ہے۔ کیا اس پر کبھی رحمت بھی آئے گی؟ حالانکہ آپؐ کا Title یہ ہے کہ آپؐ رحمت اللعالمینؐ ہیں ساری کائنات کے لیے۔ عین ممکن ہے کہ کافروں پر بھی رحمت ہو جائے۔ کیا آپ نے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ جو ہندوؤں سے مسلمان ہوئے ہیں یا کافروں سے مسلمان ہوئے ہیں' ان کے لیے فلاح ہے۔ وہ کہتے ہیں آپ

ہمیں بتاؤ ناں ہم کیا کریں۔ ان کو خوشخبری دو کیونکہ وہ مسلمان جو ہو گئے ہیں۔ مگر آپ ان کو ڈرائیں گے۔ آپ کے ہاں یہ ہوتا ہے کہ اگر مسجد میں گئے' عید پڑھنے گئے' مولوی صاحب نے کہا اب عیدیں پڑھنے آ گئے ہو مگر تراویح تو کبھی پڑھنے نہیں آئے' عید کی نماز تمہیں کیا فائدہ دے گی' جاؤ بھاگ جاؤ' تو وہ بندہ بھاگ ہی گیا کیونکہ مولوی کہتا ہے کہ اب کس منہ سے آ گئے ہو۔ تو اسے عید بھی نہیں پڑھنے دی۔

ٹھکرا کے دو جہاں کو جو آئے تھے بزم میں
ساقی کی بے رخی نے وہ انسان بھی کھو دیے

اب آپ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو آسانیاں دے' اولاد کے حوالے سے' ماں باپ کے حوالے سے' آپ کی زندگی کے حوالے سے' اور کشائش رزق ہو جائے' معائل کے اعتبار سے ہو جائے۔ عافیت کے ساتھ زندگی بسر ہو اور خیریت کے ساتھ موت ہو' ڈرنا نہیں چاہیے سب خیریت کے ساتھ ہو۔ اللہ کریم سب کو سلامت رکھے۔

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا لرحم الرّٰحمین۔
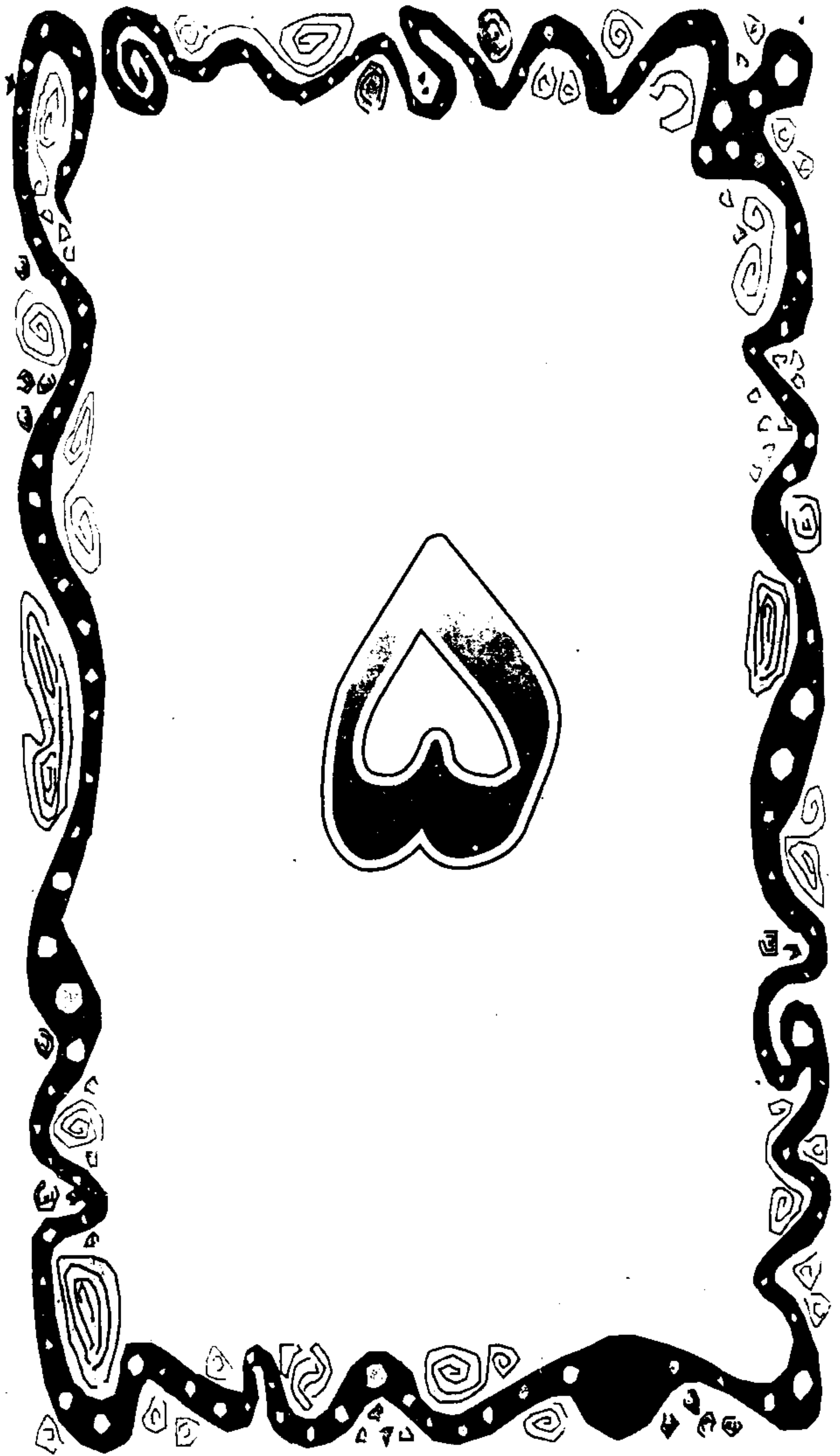
(۵)

۱ ''حرام'' ممنوعہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور محترم کے معنی میں بھی، عربی کی اتنی وسیع لغت ہے، اس سلسلے میں روشنی ڈالیں۔

۲ جانوروں اور پرندوں کی جو زبانیں ہیں ان کا علم حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا ہوا، ہم تک یہ علوم نہیں آئے؟

۳ پیغمبر تو اللہ کی مرضی سے بنتے ہیں مگر اولیاء اللہ سے بھی معمول کے خلاف کافی واقعات ہوتے ہیں تو یہ کس ذیل میں آتے ہیں؟

۴ کیا بہت نیک کام کرنے سے ولی کے درجے کا مقام مل سکتا ہے؟

۵ ولی کی پہچان کیا ہوتی ہے؟

۶ کائنات اور انسان کے حوالے سے ولی کا منصب کیا ہے؟

۷ آپ نے فرمایا ہے ولی کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا مگر یہ انکار ایمان کی کمزوری ہے کیونکہ ولیوں کا قرآن پاک میں ذکر ہیں----

۸ انسان ولی کی صحبت میں بیٹھتا ہے لیکن وہ اسے پہچانتا نہیں ہے----

سوال :۔

یہ کیوں ہوتا ہے کہ کچھ لوگ تو بغیر دیکھے مان لیتے ہیں اور کچھ جلوہ دیکھنے کے بعد بھی نہیں مانتے۔

جواب :۔

ماننا اور نہ ماننا' یہ دونوں چیزیں شروع سے ہی چلی آ رہی ہیں اور خالق نے خود ہی تخلیق کے حسن میں یہ شعبہ پیدا فرمایا۔ ایک تو یہ ہوتا ہے کہ شیطان نے انسان کو گمراہ کر دیا مثلاً" یہ کہ کچھ آدمی مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے ہیں یعنی کہ دیکھنے کے باوجود بھی تسلیم نہیں کرتے' مثلاً" مسجد کے پاس مکان ہے بلکہ آج کل تو ہر مکان کے پاس مسجد ہے لیکن ہر مکین جو ہے وہ مسجد میں نہیں دیکھا جاتا' چوبیس گھنٹے وہاں ذکر' فکر اور نماز ہو رہی ہے لیکن کچھ لوگ ہوتے ہیں جن کا یقین جو ہے وہ قائم نہیں ہوتا اور وہ دیکھ کر بھی نہیں مانتے۔ اور کچھ لوگ ہوتے ہیں جو سن کر مان لیتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہی اندازہ کر کے اپنے ایمان کو تسلیم میں لاتے ہیں۔ یہ بات ان بہت سارے اسرار میں سے ایک ہے جن کو دریافت کرنے کی مہلت تو نہیں ہے لیکن جنہیں سمجھنے کا یا ایک بار نشان دہی کا موقع ضرور ملنا چاہیے تاکہ انسان کا ایمان جو ہے وہ اس موڑ سے آسانی سے گزر جائے۔ تو تسلیم اور انکار ازل سے چلے آرہے ہیں اور

اللہ تعالیٰ نے یہ حسن جو ہے ایک سرِّ تخلیق کے طور پر پیدا فرمایا ہے یعنی تخلیق کے راز کے طور پر' اور راز یہ ہے کہ اللہ نے تخلیق کے پہلے دن سے ہی انکاری کھڑا کر دیا' پیدا کر دیا۔ اب اپنے حکم کے سامنے' اپنی مخلوق میں سے ایک مخلوق کو' مرتبے کے بعد' مرتبہ تسلیم ہی کا تھا' انکاری کے مقام پر کھڑا کیا گیا یا وہ کھڑا ہو گیا' تو یہ تخلیق کا حسن ہے اور یہ ایمان اور کفر کے درمیاں ایک راز ہے' ایک پردہ ہے' کہ شیطان کو تو گمراہ کرنے والا کوئی نہیں تھا' چلو انسان کو تو شیطان گمراہ کرتا ہے لیکن شیطان سے پہلے شیطان کوئی نہیں ہے' اسے وسوسہ کہاں سے آ سکتا ہے؟ اسے کفر کا یا انکار کا کہاں چارہ ہے یا یارہ ہے کیونکہ اس سے پہلے تو انکار کا واقعہ ہی کوئی نہیں ہے۔ تو پہلا انکار' جو ہے یہ تخلیق کا راز ہے اور خالق نے ایک راز کے طور پر پیدا فرمایا اور یہ چیز چلتی آ رہی ہے۔ باقی جو ہیں وہ اس کے نتیجے ہو سکتے ہیں' اس کے ذریعے ہو سکتے ہیں' شیطان کی گمراہی میں آ کر انسان انکار کر سکتا ہے لیکن یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اسے کوئی گمراہ کرے' عین ممکن ہے کہ انسان پیدائشی طور پر باغیانہ سرشت لے کر آئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انسان پیدائشی طور پر تسلیم لے کر پیدا ہوا ہو۔ گویا کہ تسلیم اور انکار' پیدائشی ہو سکتا ہے' ماحولیاتی ہو سکتا ہے' واقعاتی ہو سکتا ہے' اپنے ذہن کا عمل ہو سکتا ہے یا اپنی ضرورت کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ تو انکار کب پیدا ہوتا ہے؟ انکار سے پہلے ضرورت پیدا ہوتی ہے۔ ضرورتیں جب پیدا ہو جائیں اور پیدا ہونے والی ضرورتوں کو آپ ضرورت تسلیم کر لیں کہ یہ لازمی ہے تو آپ سمجھ لیں کہ یا تو یہ آپ کے یقین میں اضافہ کرے گی یا پھر یہ ضرورت آپ کو نقصان پہنچائے گی۔ ضرورت جب والہانہ ہو جائے تو اس سے نکلنا

ضرورت ہے' مثلاً" بیماری' تو بیماری سے نکلنا ضرورت ہے۔ اگر تو اللہ بیماری سے نہ نکالے اور آدمی کمزور ہو تو وہ ایمان سے نکل جائے گا۔ یعنی اگر انسان کی فطرت کمزور ہو اور وہ بیمار ہو' کمزور دل کا یا کمزور یقین کا آدمی ذرا بیمار ہو جائے اور اس نے دعا بھی کی اور بیماری سے نکلا بھی نہیں تو پھر عین ممکن ہے کہ وہ ایمان سے نکل جائے۔ اس لیے کمزور اعتقاد والوں کے لیے یہ بڑی نصیحت کی بات ہے کہ وہ دعاؤں کی منظوری پر اصرار نہ کریں کیونکہ یہ عین ممکن ہے کہ اللہ منظور ہی نہ کرے' اور پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان اعتقاد اور ایمان سے نکل جائے۔ تو میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ انکار اور تسلیم' یہ ازلی تقسیم ہے' جس طرح عشق اور مطلب پرستی ازلی ہے اور کچھ لوگ پیدائشی طور پر یہ مزاج رکھتے ہیں۔

سوزِ دلِ پروانہ مگس را نہ دہند

یعنی پروانے کا سوز مگس کو نہیں ملتا۔ یہ ازلی بات ہے کہ پروانے کا مزاج اور ہے' مگس کا مزاج اور ہے' دونوں کی پروڈکشن اور ہے' دونوں کے طرزِ حیات اور ہیں' گلاب اور چیز ہے' کانٹا اور چیز ہے' پرندہ اور چیز ہے' مچھلی اور چیز ہے۔ تو سب کی فطرتیں اور سرشتیں الگ الگ ہیں۔ اسی طرح تسلیم والوں کی سرشت تسلیم ہے اور انکار والوں کی سرشت انکار ہے۔ اب سزا کیوں ہے جب کہ یہ سرشت ہے؟ تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ سوال یوں پیدا نہیں ہوتا کہ یہ اس کا سوال ہی نہیں ہے جس کے ہاں انکار ہے اور جس کے ہاں تسلیم ہے اس کا یہ سوال بن نہیں سکتا۔ یہ سوال کوئی اور کرے گا کہ جس میں پیدائشی انکار ہے کہ اگر سرشت ایسی ہے تو اس کو سزا کیوں ہے؟ یہ سوال کون پوچھے گا؟ مومن یہ کبھی نہیں پوچھے گا' مومن یہ سوال پوچھ نہیں سکتا کیونکہ

اس میں تو اللہ نے انکار نہیں رکھا اور یہ اس کا گلہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس کے اندر تو اللہ نے ایمان رکھا ہے لہٰذا وہ تو یہ سوال' نہ کرے۔ اور جس میں انکار ہے اس کا یہ سوال نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ کو مانتا نہیں ہے۔ تو یہ سوال کن لوگوں کا ہے؟ وہ لوگ جن میں کبھی ایمان ہے اور کبھی کفر ہے۔ تو یہ ان لوگوں کا سوال ہے اور اس مقام پر منافق ہے۔ لہٰذا اس مقام سے بچنا چاہیے کہ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ تو اس "کیوں" کو نکالنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر یہ راز رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے یہ بڑا راز ہے کہ تسلیم کیوں ہے اور انکار کیوں ہے؟ اللہ کے راز کی بات تو اللہ ہی جانے' اس کا قرب اور اس کا اپنی فہم کے مطابق ادراک صرف انسانوں کے لیے ہے۔ اور آپ یہ بات جانتے ہیں کہ جانوروں کے لیے اس کا ادراک نہیں ہے' درندوں کے لیے بھی نہیں ہے' پرندوں کے لیے نہیں ہے' جمادات کے لیے نہیں ہے' نباتات کے لیے نہیں ہے' حیوانات کے لیے نہیں ہے لیکن اشرف المخلوقات کے لیے ہو سکتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تقرّب کا احساس یا واردات یا جلوہ اگر ممکن ہے تو انسان کے لیے ہے ورنہ دوسری مخلوق کے لیے یہ نہیں ہے۔ دوسری مخلوق کے لیے تقرب ہو تب بھی احساس نہیں ہے۔ تو یہ احساس اور شعور جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہے' کس کے لیے ہے؟ صرف انسان کے لیے ہے۔ اب انسان کے لیے ہی یہ سارا سفر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دوری یا اللہ تعالیٰ سے قرب جو ہے یہ انسان کے سوالات ہیں اور یہ انسان ہی کا عمل سمجھو' ایمان سمجھو یا کام سمجھو۔ اللہ تعالیٰ نے اگر تو انسان کو انسان کے حال پر چھوڑ دیا ہوتا تو پھر تو بڑی آسان بات تھی کہ ہم کسی نہ کسی Concrete' مجسّم اللہ کو

دریافت کر چکے ہوتے' اس کی Dimensions 'حدیں بنا چکے ہوتے اور اس کا کوئی نہ کوئی Mathematical فارمولا نکل آتا کہ یہ اللہ ہے یا اس مقام کا نام اللہ ہے یا اس بات کا نام اللہ ہے یا اس شہر کا نام اللہ ہے لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا' بلکہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی باتوں کے ذریعے مانا ہے۔ گویا کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مداخلت فرمائی ہے' اپنے بارے میں خود بیانات فرمائے ہیں اور ان بیانات کے اندر اتنی ورائٹی ہے کہ بظاہر تضاد بھی لگتا ہے' اور یہاں آ کر انسان کنفیوز ہوتا ہے' ماننے والا بھی کنفیوز ہوتا ہے۔ مثلاً" اپنے محبوبؐ سے محبت کے دعوے کے بعد محبوبؐ کی طرف تکلیف اور موت کو بھیجنا اللہ ہی کا کام ہو سکتا ہے' یہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ بس یہ اللہ ہے کہ محبوبؐ پر درود بھی بھیجے اور بیماری بھی بھیجے' پتھر بھی بھیجے اور سلام بھی بھیجے' زندگی بھی لازوال کر دے اور موت کا ذائقہ بھی دے دے' یہ اللہ تعالیٰ ہی Afford ' برداشت کر سکتا ہے۔ تو یہ اللہ ہی کر سکتا ہے۔ تو اللہ جو ہے وہ اپنے محبوبوں کو سلام بھی بھیجتا ہے' تکلیف بھی بھیجتا ہے۔ اب یہاں آ کے کسی باہوش انسان کا ذہن سٹپٹا جاتا ہے کہ یہ کیا ہے کہ اللہ کے محبوب ہیں اور اللہ کے حبیب ہیں' اور اللہ کے پیغمبر ہیں' درویش ہیں اور ان پر تکلیف آ گئی ہے اور تکلیف بھی ایسی کہ ہر طرح کی تکلیف ہے آپ نے دیکھا کہ بیماری کی تکلیف بھی پیغمبروں کو ہوئی' صبرِ ایوبؑ میں آپ نے بیماری کی انتہا کو دیکھا' پیغمبروں نے بیٹوں کا غم بھی دیکھا اور والدین کا غم بھی اور یہ پیغمبروں پر آتا رہا' بھائیوں کی جدائی کا غم بھی دیکھا اور بیٹے کی جدائی کا غم بھی دیکھا' الزام بھی دیکھا کہ پیغمبر پر آیا حالانکہ نبوّت معصومیت کا نام ہے' معصومیت پر بھی الزام لگ گیا اور

الزام جو ہے وہ بظاہر دنیاوی فارمولے میں Confirm بھی ہو گیا اور سزا بھی ہو گئی لیکن وہ معصومیت' معصومیت ہی رہی۔ اور پیغمبروں کی موجودگی میں جنگ جو ہے وہ فتح کے علاوہ بھی گزری یعنی شکست کا نام بھی ہوا۔ کمزور ایمان والا کہے گا کہ جو اللہ کے سپاہی ہوں تو ان کو شکست کا کیا سوال ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ سارے واقعات آپ کو معلوم ہیں کہ پیغمبر ہیں' اللہ کے نام کی جنگ لڑ رہے ہیں اور ان کے سپاہیوں کے پاس کھانے کو آٹا نہیں ہے۔ آپ نے یہ سنا ہو گا کہ لشکرِ اسلام کے پاس آٹا نہیں تھا۔ اس حد تک بات تھی۔ کہتے یہ ہیں کہ شروع شروع کے جو لشکر تھے ان کو جب فاقے کی حالت ہو گئی' تو لکھنے والے لکھتے ہیں کہ بعض اوقات حالت یہ ہو گئی کہ چیونٹیوں کے بلوں سے اناج نکالنا پڑ گیا۔ پیٹ پر پتھر باندھنے کا واقعہ تو آپ لوگوں کو معلوم ہی ہے۔ تو مشکل حالت کا ایسا زمانہ بھی گزرا ہے لشکر اسلام پر کہ گھر کا سامان بھی بک گیا اور مجاہدین کے پاس کھانے کا سامان تک نہیں ہے اور وہ اللہ کے لیے جنگ لڑ رہے ہیں۔ تو یہ آج کے ذہین آدمی کے لیے بڑی پرابلم ہے کہ اللہ کے سپاہی ہو کے اتنی بڑی ابتلاء میں کیسے آئے اور پھر دعویٰ یہ ہے کہ ہم ان کے لیے فتح مبین کا حکم دیتے ہیں اور اگر تم ہمارے نام کے ساتھ زندگی گزارو تو پھر تمہارا فوز و فلاح کے ساتھ تعارف کرا دیا جائے گا۔ ایک اور جگہ اللہ نے اعلان کیا کہ تم میری طرف دعائیں مانگو میں تمہاری دعائیں سنتا ہوں اور منظور فرماتا ہوں اور یہ ہم نے دیکھا کہ دعا ہم نے کی ہوئی ہے' اس نے سنی تو ہے لیکن منظور نہیں کی۔ اب یہاں آ کے آج کا ذہن جو ہے وہ الجھتا ہے اور یہیں پر اسرار ہیں' راز یہیں پر ہے کہ کربلا والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا' باقی دنیا نے تو جو کیا سو

کیا' اللہ نے کیا کیا حالانکہ مالک وہ آپ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ محبوبوں کے ساتھ اللہ کی مدد نہیں آئی اور دستِ حق' باطل شکن' ضربِ یداللّٰہی' مشکل کشائی اور تلوار' ذوالفقار یہ سارے واقعات ان کے پاس تھے مگر مدد نہیں آئی۔ تو یہ آج کے ذہن کو Disturb کر سکتا ہے کہ یہ کیا راز ہے؟ اب یہیں پر اس کا جلوہ ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ جہاں الجھن ہے وہیں جلوہ ہے۔ حضرت یوسفؑ کو جلوۂ حق جیل میں ملے گا' آپ کے لیے ان کی جیل الجھن ہے اور ان کے لیے مقامِ جلوہ ہے۔ حضرت یوسفؑ کو جیل کے اندر اللہ تعالیٰ کے تقرّب اور جلوے کے ساتھ آشنائی ہوئی ہے' اس لیے وہ ابتلاء جو ہے ابتلاء نہیں ہے۔ بس آپ کے ذہن کو بلاوجہ پریشانی ہے۔ حضرت ایوبؑ کو جسم کی اس بیماری کے دوران عین راحتِ جان محسوس ہو رہی ہے اور آپ کے ذہن کو بلا وجہ پریشانی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ کریم نے جس آدمی کو ابتلاء کے سفر سے گزارا وہ ابتلاء نہیں ہے بلکہ وہ راز ہے۔ اگر ابتلاء ہوتی تو ان میں سے کوئی شخص استعفیٰ دیتا یا واپسی کا سفر کر لیتا اور اگر انہوں نے یہ نہیں کیا تو آپ کون ہیں Resent کرنے والے' نہ ماننے والے۔ آپ ناسمجھ ہیں' لاتشعرون والے' یعنی شعور نہیں ہے بل احیاء ولٰکن لا تشعرون وہ تو زندہ ہیں اور تمہیں شعور نہیں ہے۔ یعنی اللہ اور اللہ کے بندے کے درمیان جو راز چل رہا ہے وہ بظاہر تکلیف کا نام ہے۔ تو آپ کو تکلیف ہو رہی ہے اور وہاں راز چل رہا ہے' وہاں جلوہ آ رہا ہے اور آپ اس بات کو سمجھ نہیں پاتے اور آپ الجھ جاتے ہیں۔ گویا کہ اس کا فیصلہ کون کرے گا کہ یہ راز ہے کہ تکلیف ہے؟ جس پر تکلیف آ رہی ہے وہ بتائے گا۔ کیا کسی نے آپ کو بتایا کہ ہم تکلیف میں ہیں' کیا یوسف

علیہ السلام نے جیل سے خبر دی کہ میں تکلیف میں ہوں' کیا کسی پیغمبر نے خبر دی کہ میں تکلیف میں ہوں' کیا کسی اولیاء اللہ نے کہا کہ میں بڑے دکھ میں ہوں۔ ہم نے تو یہ سنا ہے کہ کسی ولی اللہ کو گردے میں ایسی درد ہوتی تھی کہ چیخیں آسمان تک جاتی تھیں اور پوچھا گیا کہ اس کا کوئی علاج کریں تو کہتے ہیں کہ نہیں' بس خیر ہے' وہی ہے جو کچھ ہے۔ یہ تو اب کے واقعات میں سے ہے۔ تو بظاہر جس آدمی پر ابتلاء گزر رہی ہے وہ اس راز کو Enjoy کر رہا ہے' Relish کر رہا ہے' لطف لے رہا ہے کیونکہ اس کو اللہ کا تقرّب مل رہا ہے اور دیکھنے والے کہتے ہیں کہ کیسا اللہ والا ہے کہ اس پر تو تکلیف اتر رہی ہے اور اس کے اللہ تعالیٰ نے کیا کیا؟ تو اللہ تعالیٰ کا راز یہ ہے کہ یہ اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے اور یہ تکلیف کے اندر ہے' اللہ اس کے قریب آ رہا ہوتا ہے اور وہ محسوس کر رہا ہوتا ہے کہ وہ قریب آ رہا ہے حتیٰ کہ موت کے اندر پورا مشاہدہ ہے۔ اللہ نے کتاب میں خود فرمایا ہے کہ جب اس کی جان اس کے حلق میں آ رہی ہوتی ہے تو تجھے نہیں پتہ کہ اس کی اور میری کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ کون سی تکلیف جو ہے وہ تکلیف ہے اور کون سی تکلیف راحت ہے۔ یہ فیصلہ کرنے کے لیے غور کرنا پڑے گا کہ وہ جو صاحبِ تکلیف ہے اس کا تکلیف کے دوران Behaviour' رویّہ کیا ہے؟ اگر تکلیف کے دوران جو تکلیف نظر آ رہی ہے اس کا Behaviour اللہ تعالیٰ کے تقرّب میں گزر رہا ہے تو وہ تکلیف جو ہے وہ اللہ کی طرف سے انعام ہے اور گروہ Resent کر رہا ہے' Reaction کر رہا ہے' ناراضگی کا اظہار کر رہا ہے' بچنے کی فکر کر رہا ہے تو یہ تکلیف جو ہے ابتلاء ہے اور وہ دنیا دار ہے۔ تکلیف جو ہے وہ دنیا

وار کے لیے سزا ہو سکتی ہے لیکن اللہ کے بندوں کے لیے وہی تکلیف جو ہے وہ راحت ہے۔ گویا کہ یہ سارا واقعہ Reaction کا نام ہے' ردِ عمل کا نام ہے۔ کہ اگر آپ تسلیم کرنے والے ہیں تو اللہ کی طرف سے آنے والی چیز چاہے وہ مشکل ہی ہو' اس کو آپ تسلیم کرنے والے پیدائشی طور پر بنائے گئے ہیں۔ جس طرح فرمایا گیا ہے کہ جب لوگوں کو تکلیف سے' دکھ سے آزمایا جاتا ہے اور موت سے گزارا جاتا ہے تو جو اللہ تعالیٰ کے قریب ہیں وہ کہتے ہیں کہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہ ہم اللہ کی طرف سے آئے ہیں اور اس کی طرف واپس لوٹا دیئے جائیں گے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ وہ جو کچھ بھیجتا ہے یہ سارا اس کا کام ہے اور ہم ہر حال میں رضا مند ہیں ——— اور وہ دوسرا آدمی جو ہے وہ قدم قدم پر Reaction کرتا جا رہا ہے' احتجاج کرتا جا رہا ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ جو چھوٹی موت برداشت نہیں کر سکتا وہ پوری موت کیسے برداشت کرے گا۔ وہ تو بڑی تکلیف میں ہو گا۔ آپ کو پتہ ہے کہ چھوٹی موت کیا ہوتی ہے؟ جیسے انگلی کا جوڑ ٹوٹ گیا اور ابھی گردن کا جوڑ نہیں ٹوٹا' صرف انگلی کا جوڑ ٹوٹا ہے' اب وہ گھبرا گیا۔ یعنی کہ موت کی آمد سے پہلے اس کو موت کا ایک ذائقہ چکھایا گیا اور وہ گھبرا گیا' پریشان ہو گیا۔ تو یہ شخص پوری موت نہیں چکھ پائے گا۔ اور جو تسلیم والے ہیں وہ موت کے مکمل عمل تک شانتی اور سکون میں ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون وہ آخری دم تک تسلیم میں رہتے ہیں' آخری دم تک سجدے میں رہتے ہیں' ان لوگوں کے لیے وہ ابتلاء جو ہے یہ بلندی کا ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے جلوے کا ذریعہ ہے اور اس کے تقرّب کا ذریعہ ہے۔ اس لیے اللہ نے اپنے بندوں کو دو طرح سے تقرّب کی راہ

دکھائی ہے' ایک تو انعامات ' فضل کہ تمہیں غریبی میں سے نکالا اور پھر تمہیں کشادگی عطا کر دی' تو اللہ تعالیٰ کے انعام پھیلتے گئے' بڑھتے گئے اور کشادگی آتی گئی۔ تو اللہ تعالیٰ کے تقرّب کا ایک طریقہ تو یہ ہے۔ اور ایک راہ یہ ہے کہ تم گھبرانے والے تھے' تمہیں اللہ نے مستقل مزاج بنایا اور اتنی بڑی ہمت والا بنایا کہ تم نے اپنے ہاتھ سے ہر چیز با امن و امان واپس لوٹا دی۔ یہ اللہ کی خاص مہربانیوں میں سے ایک مہربانی ہے کہ اس کے بندے اس کے عمل کو اپنی زندگی میں اتنا آسان بناتے ہیں کہ اس میں اپنا دخل دیتے ہی نہیں ہیں۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کا راز یوں دریافت کرتے ہیں' اللہ کا جلوہ یوں دریافت کرتے ہیں کہ اللہ اپنا عمل کر رہا ہے اور بظاہر دیکھنے والے کو ظلم نظر آ رہا ہے لیکن جس پر ہو رہا ہے اس کو احسان نظر آ رہا ہے۔ تو یہ ہیں مزاج جو اللہ تعالیٰ نے رکھے ہوئے ہیں۔ اور آپ بلاوجہ پریشان ہوتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر مہربانی کی زیادہ راہیں کھولتا ہے تو اس پر بظاہر ابتلاء آتی ہے اور وہ ابتلاء نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ ان کے لیے اللہ کے تقرّب کی راہ ہوتی ہے۔ تو قریب کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ تو ایک طریقہ ہے احسان کے ساتھ قریب کرنا اور دوسرا ہے ابتلاء کے ساتھ قریب کرنا۔ اللہ کریم ابتلاء کے ساتھ اپنے اولیاؤں کو قریب کرتا ہے۔ اپنے ولیوں کو' اپنے بزرگوں کو ابتلاء کے ذریعے اور Common man ' عام آدمی کو کھلا کے قریب کرتا ہے' ان پر فضل کر کے قریب کرتا ہے کہ جاؤ آپ کا راستہ ٹھیک کر دیا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ پر چلنے والے ہوں' طالبینِ حق ہوں انہیں ابتلاء کے ذریعے سفر کرایا جاتا ہے۔ تو ابتلاء کا سفر جو ہے یہ راہِ حق میں بڑے دور کے مسافروں کا ہے اور بڑے قوی مسافروں کا ہے'

شاہسواروں کا ہے۔ اور جو عام آدمی ہے ان کے لیے وہی ہے کہ کلوا واشربوا ولا تسرفوا کھاؤ پیو لیکن اسراف نہ کرو' اللہ کا شکر ادا کرو کہ زندگی بچ گئی ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ مریض بچ گیا ہے شکر کرو' تو دوسرا کہتا ہے کہ کہاں بچ گیا ہے' دس سال بعد پھر مرجائے گا۔ تو مرتو اس نے جانا ہے۔ اس سے پہلے کہ مرجاؤ' کسی مقصد کے ساتھ مرو کیونکہ اس کا سورج غروب تو ہو گا ہی' تو اس طرح وہ بلا مقصد ہی مر جائے گا' کیونکہ جو آج بچ گیا ہے وہ کل نہیں بچے گا اور وہ ڈاکٹر بھی نہیں بچے گا جس نے اس کو بچایا تھا' آخر کھیل تو ختم ہو ہی جاتا ہے ——— اس لیے اللہ تعالیٰ کا راز کیا ہے؟ اگر وہ اپنے بندے کو اپنا جلوہ دکھائے تو پھر تکلیف جو ہے وہ تکلیف نہیں ہے۔ لوگ کئی کہانیاں بیان کرتے ہیں مثلاً" کسی کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ روز اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا دیدار کرے' یہ ناممکن ہے۔ کہتا ہے کہ ہم نے اس کو دیکھا ہے۔ کہتا ہے کہ کیسے دیکھا ہے؟ کہتا ہے کہ ہم نے اس آدمی کو دیکھا کہ اس کا سر بھی الگ تھا' دھڑ بھی الگ تھا' جسم ٹکڑے ٹکڑے تھا اور کچھ دیر کے بعد وہ ٹھیک ہو گیا۔ یہ باتیں فقراء بیان کرتے رہتے ہیں کہ ایک آدمی ہے جو شام کو اپنے جسم کے حصے الگ الگ کر دیتا ہے۔ تو کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو زندگی میں ہی اپنے اعضاء الگ الگ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ ایک اور کہانی یہ ہے کہ دو درویش ایک دوسرے کو تلاش کرنے کے لیے نکلے' ایک نے کہا کہ میں چھپتا ہوں آپ تلاش کرو' دوسرے نے کہا کہ میں چھپتا ہوں آپ تلاش کرو۔ ایک درویش چھپ گیا اور کہیں دور بہشت میں جا کر چھپا۔ دوسرا درویش اُسے ڈھونڈ لایا۔ دوسرے نے کہا کہ

اب میں چھپتا ہوں آپ تلاش کرو' وہ چھپ گئے اور دوسرے درویش کو نہیں ملے۔ تو پھر انہوں نے آواز دی کہ میں ہار گیا' اب تو واپس آ جا۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے پوچھا کہ آپ چھپے کیسے تھے جب کہ میں بہشت میں بھی گیا' دوزخ میں بھی' زمین میں گیا' آسمان میں گیا مگر آپ نہیں ملے۔ انہوں نے کہا کہ تو مجھے ڈھونڈ نہیں سکتا کیونکہ میں تو ایسی جگہ چھپا تھا۔ آخر آپ چھپے کہاں تھے؟ تو اس نے کہا کہ آسان سی بات ہے کہ میں نے اپنے جسم کا مٹی کا حصہ مٹی میں ملا دیا' آگ کا حصہ آگ میں ملا دیا' پانی کا حصہ پانی میں ملا دیا اور ہوا کا حصہ ہوا میں ملا دیا' تو پھر ایسی حالت میں تم مجھے کیسے ڈھونڈ سکتے ہو۔ تو یہ ایک طریقہ ہے چھپنے کا کہ مٹی' مٹی میں مل جائے' آگ' آگ میں مل جائے' پانی' پانی میں مل جائے اور اس نے یہ بات کر دکھائی۔ تو ایسے لوگ ہوتے ہیں' وہ بہت بڑے جلوے کو قریب سے دیکھتے ہیں۔ اس لیے وہ لوگ جو ہوتے ہیں وہ اپنے اعضاء اور اپنے عناصر الگ کر لیتے ہیں' کبھی مٹی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں' کبھی آگ ہو کر دیدار کر لیتے ہیں اور کبھی ہوا بن کر دیدار کر لیتے ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کو یہ قدرت ہوتی ہے۔ چلو آپ اس کو ان کی قدرت کا امکان کہہ لیں' میں یہ نہیں کہتا کہ ہر ایک کو ایسی قدرت ہوئی لیکن ان کو قدرت کا امکان ہو سکتا ہے اور جہاں ممکن نہیں وہاں ممکن ہو سکتا ہے۔ تو جن راہوں پر ممکنات نہیں ہیں فقیر کے لیے وہی ممکنات کا راستہ ہے۔ تو فقیر کے لیے ناممکنات کا راستہ ہی ممکنات کا راستہ ہے ——— تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ماننے والی فطرت بنائی ہے اور انکاری فطرت بنائی ہے اور یہ ازل سے تا امروز چلا آ رہا ہے۔

چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بو لہبی

تو یہ شروع سے چلا آ رہا ہے یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دن سے نہ ماننے والے اور انکاری کو اپنے پاس کھڑا کیا۔ جب بھی اللہ کا ذکر شروع ہوا' اللہ کی بات شروع ہوئی' ایک انکاری ساتھ ضرور کھڑا ہوا اور ہر دور میں ایسا ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون کھڑا ہوا۔ تو ہر دور میں ایسا ہوا کہ ماننے والے کے ساتھ انکاری۔ سامری کا ایک واقعہ ہے' اسی طرح بو لہبی کا ایک واقعہ ہو گیا اور یہ واقعہ ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ اس طرح شیطان یعنی ابلیس والا واقعہ ہر دور میں Repeat ہوتا رہتا ہے' دہرایا جاتا رہا' اس درجے کا' Level کا نہیں ہوتا تو بھی اس ابلیس کے سائے میں ہوتا ہے۔ یہ اس لیے ہوتا ہے' تاکہ آپ کو عرفانِ حق ہو۔ اس جیسا کھیل ہوتا رہتا ہے' تب جا کر انسان کو بات سمجھ آتی ہے کہ موت کیا چیز ہوتی ہے اور وہ واقعہ کس طرح ہو گا۔ تو یہ ساری انسان کے عرفان کی بات ہے اور یہ پردے انسان پر کھلتے ہیں اور اس کو جلوے کے راستے ملتے ہیں۔ اگر ابتلاء کے اندر مقامِ شکر محفوظ ہو جائے تو سمجھو کہ ابتلاء احسان ہے ورنہ یہ سزا ہے اور اس سے بچنا چاہیے۔ تو تکلیف جو ہے یہ آپ کی بداعمالی کی سزا ہے اگر تکلیف کے اندر آپ میں تسلیم نہیں ہے اور گلہ پیدا ہو گیا ہے۔ اگر دعا منظور نہ ہو اور اللہ سے محبت کم ہو جائے تو سمجھو کہ آپ اللہ کے قریب نہیں ہو اور قریب وہ ہے جو دعا منظور ہو یا نہ ہو' یہ کہے کہ ہم ہر حال میں راضی ہیں ۔

رہنا ہے ہر حال میں راضی مالک سنگ ہے جیون بازی

تو یہ اصل بات ہے۔ یہاں آ کر جھوٹے اور سچے کا فرق نکل آتا ہے ورنہ لوگ تو سارے فقراء کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ

والے ہیں اور اللہ والے کے ساتھ پھر سارے چل پڑتے ہیں۔ کہتا ہے کہ اب طوفان آنے والا ہے' تو کچھ چھوٹے Level والے' درجے والے گھر چلے گئے اور جو کچھ بچے تھے وہ آگے چلے گئے۔ کہتا ہے کہ اب ایک اور طوفان آنے والا ہے۔ پھر کسی کی ٹانگ کٹ گئی' کسی کا سر کٹ گیا۔ جو بچ گیا اس سے وہ کہتا ہے کہ کیا تو تیار ہے؟ کہتا ہے کہ تیار ہوں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ آپ چلتے جاؤ' چلتے جاؤ۔ پھر آخر میں چند صادق لوگ رہ گئے۔ تو یہ کہانی لوگوں نے اس طرح بنائی ہے۔ آپ نے پرندوں کی دنیا میں یہ کہانی پڑھی ہو گی کہ پرندوں سے کسی نے کہا کہ تمہارا جو گرو پرندہ ہے' پیر پرندہ ہے وہ اس پہاڑ کی چوٹی پر رہتا ہے اور آپ اس کو جا کر ملو اور اس سے اس کا نام پوچھو' اس کا نام ہے "سیمرغ"۔ یعنی سیمرغ پہاڑ کی چوٹی پر رہتا ہے اور سب پرندوں کا استاد ہے' گرو ہے' آپ اس کو ملو۔ تو جتنے بھی اس کے علاقے میں پرندے تھے سب چل پڑے۔ پہلے طوفان آیا' کچھ گر گئے' ہوائیں آئیں کچھ مر گئے' برف آئی کچھ تباہ ہو گئے' وہ چلتے گئے' چلتے گئے' آہستہ آہستہ' کسی کے پر ٹوٹے' کسی کو کچھ ہو گیا' کسی کو بچوں کی بیماری کی خبر آئی اور وہ واپس چلے گئے' تو چلتے چلتے کچھ پرندے پہاڑ پر پہنچے۔ جب چوٹی پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں کوئی تھا ہی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ آواز دینے والے نے غلط آواز دی ہے' اِدھر اُدھر دیکھا تو وہاں گرو نہیں ہے صرف وہ خود ہی تھے۔ انہوں نے دعا کی کہ یا اللہ یہ آواز کدھر سے آئی تھی۔ تو آواز پھر آئی کہ آپ کا گرو ادھر ہی ہے اور اس کا نام سیمرغ ہے۔ انہوں نے پوچھا کدھر ہے تو اس نے کہا کہ گنتی کرو کہ تم کتنے ہو۔ انہوں نے گنا تو تیس پرندے تھے۔ تو اس نے کہا کہ تیس پرندوں کو "سیمرغ" بولتے ہیں۔ "سی" کے معنی فارسی

میں تمیں ہیں۔ تو جو لوگ ان مشکلات سے گزرتے جائیں ان کا گرو وہی ہے۔ اور گرو وہ جو آپ کے ساتھ تھا' جس نے عشق کا سفر طے کرایا' گرو آگے کسی چیز کا نام نہیں ہے' گرو اس عشق کا نام ہے جو آپ کو سفر کراتا ہے۔ اگر یقین کا سفر طے ہوتا جائے تو یہی گرو ہے اور اگر یقین نہ ہو تو گرو کسی انسان کا نام نہیں ہے۔ اگر آپ کے اندر یقین نہ ہو' اور آپ کہیں کہ پیر صاحب آپ دعا کریں' تو پیر صاحب کیا دعا کریں اور دعا کیا ہونی چاہیے۔ ایک شخص نے پیر صاحب سے کہا ہے کہ آپ دعا کرو' پیر صاحب نے کہا ہاں میں نے دعا کی تھی تو آواز آئی کہ یہ بندہ تو تجھے مانتا نہیں ہے تو پھر تم دعا کس لیے کر رہے ہو۔ اس نے کہا کہ میں تو آپ کو مانتا ہوں۔ پیر صاحب کو بتایا گیا کہ یہ مانتا ہے کہ اگر میں انعام دوں تو یہ شکر ادا کرتا ہے اور اگر میں تکلیف دوں تو یہ گلہ کرتا ہے --------

تو ماننے والا کون ہے؟ جو تکلیف کو بھی مانے اور راحت کو بھی مانے' یہ نہ ہو کہ تھوڑی سی تکلیف آ گئی' Dent پڑ گیا' تو پھر چیخیں مارنے لگ گیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے سفر میں' گلہ نہیں ہے' اور اگر آپ نے اللہ کا سفر کرنا ہے تو گلے کا سفر نہیں ہونا چاہیے اور اگر گلہ کرنا ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ کا سفر نہیں ہونا چاہیے۔ تو پھر چپ چاپ ڈاکٹر کا سفر کرو' دنیاوی کسی امیر آدمی کو دوست بناؤ' اور جب کوئی تکلیف ہو تو پھر اس سے پیسے کا سوال کرو تاکہ آپ کے حالات درست ہو جائیں۔ تو اللہ کا سفر جو ہے اس میں اگر اللہ قریب کرے گا تب بھی تکلیف دے گا اور دور رکھے گا تب بھی تکلیف دے گا' اللہ تو Unpredictable ہے' اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا' اللہ ہے ناں' چاہے تو کیا کر دے' کبھی وہ پیسے دیتا ہے اور کبھی وہ مانگنے آ جاتا ہے' خالقِ کونین کے کام عجب ہیں'

کبھی زندگی دے جاتا ہے اور کبھی تھوڑی دیر کے بعد کہتا ہے کہ واپس زندگی دے دو' ابھی بچہ پیدا ہی ہوا تھا اور واپس مانگ لیا۔ انسان کہتا ہے کہ جی ابھی تو پیدا ہوا تھا۔ وہ کہتا ہے پیدا ہوا کہ نہ ہوا بس ہمیں تو بچہ واپس چاہیے۔ تو پھر دینے کی تکلیف ہی کیا کرنی تھی۔ بس یہ اس کے کام ہیں کہ عین اس وقت کہ جب اس چیز کی بہت ضرورت ہو گی وہ لے جائے گا اور جب سورج کی روشنی کی بہت ضرورت تھی تو پھر سورج کے چھپنے کا وقت آ گیا۔ اب یہ اللہ کی مرضی ہے۔ تو کچھ ایسے لوگ ہیں جو بچوں کی تکمیل نہیں دیکھتے اور کچھ لوگ بچوں کی تکمیل دیکھتے ہیں۔ لوگ دعا مانگتے ہیں یا اللہ اتنی مہلت دے کہ بچوں کی شادی دیکھ لوں۔ تو اس کی مرضی ہے بچوں کی شادی دکھائے' مرضی ہے نہ دکھائے۔ اس کی مرضی پر اپنے آپ کو چھوڑ دو کیونکہ اس نے اپنی مرضی کر کے رہنا ہے اور اگر آپ اپنی مرضی کو اس کی مرضی کے تابع کر لو تو پھر سفر بڑا آسان ہو جائے گا۔ اس لیے یہ بات قدرتی ہے کہ تسلیم اس نے سکھائی ہے اور انکار بھی تخلیق کا حصہ ہے اور اس میں آپ اپنے آپ کو دریافت کر لو۔ نقلی بات نہیں چل سکتی۔ اگر آپ یہ کہیں کہ ہم ماننے والے ہیں جب کہ آپ ماننے والے نہ ہوں تو دقت پیدا ہو جائے گی۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنے آپ کی شناخت کر لی جائے۔ تسلیم کرنے والوں کے اور مقام ہیں۔ تسلیم کرنے والا کبھی بھی گلہ نہیں کرتا اور لوگ تسلیم کرنے والے کی طرف سے' اس کے Behalf پر گلہ کر رہے ہیں کہ دیکھو جی امام عالی مقامؑ کے ساتھ کیا ہو گیا' یزید کو مارو' پکڑو' یزید کی اولاد کو مارو۔ تو جھگڑا یہاں پر ہو گا۔ نہ یہ لوگ امام عالی مقامؑ کے قافلے میں تھے اور نہ یزید کے قافلے میں وہ تھے' دونوں ہی گھر بیٹھے ہوئے ہیں' بعد میں یہ

سب لوگ پیدا ہوئے ہیں اور دونوں نے تحریر پڑھ کر جھگڑا شروع کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ واقعہ کربلا جو ہے یہ چھوٹے ایمان والوں کا جھگڑا ہے' بڑے ایمان والے جھگڑا نہیں کرتے' وہ انسان کا انسان کے درمیان جھگڑا نہیں سمجھ رہے' وہ اللہ کی نوازشات کا سفر سمجھتے ہیں کہ اللہ نے اپنے بندوں کو کن حالات میں گزارا ہے' اس لیے اللہ نے ان کو انعامات سے نوازا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں اور اللہ کے بندوں کے واقعات ہیں۔ وہ اسے تسلیم و رضا کا شعبہ سمجھتے ہیں۔ اللہ والے نہ شیعہ ہوتے ہیں' نہ سنی ہوتے ہیں' وہ اللہ والے ہوتے ہیں۔ اللہ ہمارا شیعہ ہے؟ اللہ ہمارا سنی ہے؟ اللہ تو اللہ ہے۔ آسان سی بات ہے کہ بس اللہ اللہ ہی ہے۔ تو اللہ کو ماننے والے بس اللہ کو ماننے والے ہوتے ہیں اور اللہ کے کام کو ماننے والے ہوتے ہیں اور جو صاحبان' بصیرت والے ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ جس کو ہم تکلیف کہہ رہے ہیں یہ ان کو تکلیف نہیں تھی جن کے لیے آپ تکلیف سمجھ رہے ہیں کہ ان کو تکلیف ہوئی ہو گی' ان کے لیے یہ اور مقامات ہیں۔ اللہ کہہ رہا ہے کہ جن لوگوں نے میری راہ میں جان نثار کی ہے آپ انہیں مردہ نہ کہو۔ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ہمیں کہہ رہا ہے کہ مردہ نہ کہو اور یہ نہیں کیا کہ آپ انہیں مارے ہی ناں' اے اللہ جن لوگوں نے آپ کی راہ میں جان دی ہے آپ ان کی جان ہی نہ لو۔ جان اس نے لینی ہے اور وہ آپ سے کہتا ہے کہ آپ اسے مردہ نہ کہو بل احیاء و لٰکن لا تشعرون وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں ہے۔ تو خبر اللہ دے رہا ہے اور ہمیں یہ پتہ ہے کہ اللہ نے ان کی جان لے لی ہے اور اللہ کہتا ہے کہ جان نہیں لی ہے۔ بس آپ یہ راز دریافت کرو کہ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ اللہ نے ان کی جان لے لی ہے'

ان کو تکلیف ہو گئی ہے اور اللہ کہتا ہے کہ ان کی جان ہم نے نہیں لی ہے بلکہ یہ زندہ ہیں۔ تو گویا کہ اس وقت جب ابتلاء ہو رہی تھی وہ کسی خفیہ دروازے سے لازوال زندگی میں داخل ہو رہے تھے' حیاتِ جاوداں میں داخل ہو رہے تھے۔ جس کا تم گلہ کر رہے ہو وہ عین راحت کا مقام ہے' وہ کبھی کبھی کسی کو نصیب ہوتا ہے کہ انسان ابدی زندگی میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی زندگی کے اندر ابتلاء کا پردہ پہن کے' لباس پہن کے داخل ہو گیا' کہاں پر؟ اس زندگی میں جو کبھی موت میں داخل نہیں ہوتی اور اس کے اندر لباس کون سا ہے؟ ابتلاء کا لباس ہے۔ دیکھنے والے ہائے ہائے کرتے رہے اور وہ پار ہو گئے' لازوال ہو گئے۔ تو وہ لازوال ہو گئے اور دیکھنے والا پریشان ہو گیا کہ یہ کیا ہو گیا۔ تو دیکھنے والے کو شعور ہی نہیں ہے کہ وہ کہاں چلا گیا۔ اس لیئے اس تکلیف میں راحت ہے جس تکلیف کے اندر مالک یہ کہے کہ یہ زندہ ہیں' وہ جس نے زندگی پیدا فرمائی ہے وہ کہتا ہے بل احیاء و لکن لا تشعرون یعنی کہ وہ زندہ ہیں اور تمہیں شعور نہیں ہے۔ تو یہ وہ زندگی ہے۔ تو اس راز کو' اللہ کے راز کو' اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا بڑا ضروری ہے کہ جہاں ابتلاء ہے وہاں جلوہ ہے۔ اگر یقین ہو تو ٹھیک ہے اور اگر یقین نہ ہو تو بس پھر اس سے بڑی کوئی سزا کی بات نہیں ہے۔ اور وہ غریب جس کا ایمان کمزور ہو' بیچارہ بڑے دکھ میں ہے۔ دعا کرنی چاہیے کیونکہ اس کا ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔ تو جس کا ایمان کمزور ہو اور وہ خود غریب ہو' اس کا ایمان تو ختم ہو گیا۔ اگر ایمان قوی ہو تو غریبی جو ہے یہ اللہ کے قریب ہے اور اگر ایمان کمزور ہو تو غریبی جو ہے یہ عذاب ہے' اس میں انسان کافر ہو جاتا ہے۔ اس لیے آپ لوگ اپنے آپ کو ایمان پر قوی کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو

اور یقین کرو۔ بعض اوقات ابتلاء جو ہے وہ آپ کو لازوال راستے کی طرف لے کر جاتی ہے جہاں ہمیشہ کی زندگی ہے۔ اس لیے ایمان کو قائم رکھو۔ اسی زندگی میں وہ لازوال زندگی کا دروازہ نکل آتا ہے۔ تو جتنے لوگ آج تک تاریخِ انسان میں آئے ہیں اور اللہ کی راہ پر مستقل مزاجی سے چلے تو ان کا نام آج تک روشن ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا جنھوں نے یہ کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اس پر انہوں نے استقامت اختیار کی ہے' تو ان کا نام آج تک روشن ہے' انہیں وہ دروازہ عطا ہو گیا جس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان کو روشنی ملی اور ان کو لازوال زندگی مل گئی۔ آپ لاہور میں داتا صاحبؒ کو دیکھیں' ان کا جو مزار شریف ہے وہاں جانے والوں میں اکثر کو عرفان کا بھی پتہ نہیں ہوتا کہ یہ کیا ہے۔ بس یہ کہتے ہیں کہ وہاں کچھ نہ کچھ ہے' تو یہ کچھ نہ کچھ بڑا کچھ ہے' یعنی صرف قبر ہے لیکن کچھ نہ کچھ ہے اور بڑا ہی کچھ ہے' وہ مزار ہے' پتہ نہیں کیا کچھ ہے لیکن بڑا کچھ ہے۔ خالی مزار دیکھنا ہے تو جہانگیر کا مقبرہ ہے لیکن وہاں تو کچھ بھی نہیں ہے اور یہاں بڑا کچھ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کچھ نہ کچھ کے اندر بڑا کچھ ہے اور یہ پتہ کرنا چاہیے کہ یہ راز کیا ہے؟ یہ ضرور معلوم ہونا چاہیے کہ جہانگیر کا مقبرہ لاہور کے اندر ہے اور میاں میر صاحبؒ کا مقبرہ بھی لاہور کے اندر ہے لیکن دونوں کے اندر فرق بڑا ہے تو آخر قصہ کیا ہے۔ جہانگیر کے مقبرے پر مینا کاری زیادہ ہے اور یہاں کچھ اور مقام ہے۔ ان میں تو فرق ہے اور یہ فرق کیا ہے؟ آپ لوگ یہ Try کرو' معلوم کرو' اگر اس فرق کو آپ دریافت کر لو گے تو پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی کہ قصہ ہے کیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے تقرب سے یہ بات حاصل ہوتی ہے اور اگر یہ نہ سمجھ آئے تب بھی یہ

بات قائم ہے اور چل رہی ہے۔ اس لیے اگر آپ کو یقین کی راہ سمجھ نہ آئے تو بھی یقین میں رہو اور اگر بعض دفعہ یہ پتہ چلے کہ یہ بظاہر کمزوری کی بات ہے تب بھی یقین میں رہو۔ یقین کا معنی ہے کہ دل مضبوط کر کے' حوصلہ کر کے تکلیف کو گلے کے بغیر گزارو۔ آپ کو میں یہ راز بتا رہا ہوں۔ اگر بہت سخت تکلیف آئی ہے تو آپ کے گلہ سے یہ تکلیف دور نہیں ہو گی۔ تو راز یہ ہے۔ اور راز یہ ہے کہ یہ تکلیف تیرے علاج سے بھی دور نہیں ہونی۔ تو آپ تکلیف کو میلہ بنا دیں اور گلہ کرنا چھوڑ دیں' آپ کہیں کہ اگر اللہ کی مرضی ہے تو یہی سہی' اگر وہ یہی چاہتا ہے تو یہی سہی۔ ایک مرتبہ لوگ ایک درویش کے پاس گئے کہ سرکار دریا میں سیلاب آ رہا ہے' آپ دعا کریں کہ جو سیلاب آ رہا ہے اس سے کہیں شہر تباہ نہ ہو جائے۔ وہ درویش کہنے لگے کہ اچھا دعا کرتا ہوں' پھر وہ درویش سب کے ساتھ دریا کنارے گئے اور ان کو کہا کہ بیلچہ دو' پھر بیلچہ لے کر وہ کنارے کو اور کاٹنے لگ گئے اور کہا کہ اگر تیری مرضی سیلاب ہے تو میری مرضی بھی سیلاب ہے۔ سب نے دیکھا کہ پھر دریا واپس چلا گیا تو ------- تو ایسے ایسے لوگ دیکھنے میں آئے ہیں کہ اللہ کی رضا پر کھڑے ہو کر دعا کا سفر پورا کرا دیا۔ ایک اور بزرگ دلی میں تھے' وہ ہمیشہ اپنے سر پر دوپٹہ رکھتے تھے جیسے کچھ لوگ ہوتے ہیں جو نسوانیت کے لباس میں رہتے ہیں' لوگ انہیں مائی صاحبہ کہتے تھے حالانکہ وہ تھے مرد ہی لیکن سہیلی بنے ہوئے تھے۔ لوگ ان کے پاس گئے کہ دعا کریں کہ مدت ہو گئی ہے بارش نہیں ہو رہی۔ انہوں نے کہا کہ میرے ساتھ تو اللہ کی لڑائی ہے' جھگڑا ہے' وہ آج کل میری بات مانتا نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا کہ پھر بھی آپ دعا کریں تو انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ

میرا آج کل اس کے ساتھ بہت جھگڑا ہے اگر اعتبار نہیں تو دیکھ لو' دوپٹہ دھو کر میں دھوپ میں خشک کرنے کے لیے رکھتا ہوں لیکن وہ خشک نہیں ہونے دے گا۔ انہوں نے دوپٹہ دھو کر دھوپ میں خشک ہونے کے لیے رکھا تو بارش ہو گئی۔ تب انہوں نے کہا میں نے تو آپ کو کہا تھا کہ اس کی اور میری لڑائی ہے' اس نے میرا کوئی کام کرنا ہی نہیں۔ تو ایسے ایسے لوگ ہوتے ہیں اور یہ ان کے راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں۔ یہ یقین والوں کے سارے چراغ ہیں اور بے یقینوں کے پاس صرف جھگڑا ہے' آج کا شیعہ بھی بے یقین ہے اور سنی بھی بے یقین ہے اور یقین والے وہی تھے۔

تھے لاکھوں میں بہتر(۷۲) تن تسلیم و رضا والے
وہی لا سیف والے ہیں وہی لا فتیٰ والے

تو وہ اور تھے اور آج کل یہ سب بے یقینی کے جھگڑے ہیں۔ اور اگر یقین پیدا ہو جائے تو ہر شے آپ کے سامنے کھلی ہوئی موجود ہے' سارا ماضی' یقین کا ماضی آپ کا ماضی ہے جسے Glorious Islam کہتے ہیں' شان والا اسلام کہتے ہیں۔ یہ سب یقین کی کہانی ہے۔ تو جہاں پر ڈپریشن والا اسلام ہے وہ بے یقینی والا اسلام ہے' ایسے لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کے پہلے سال ہی جنگ ہو گئی' پہلے خلیفہ کو کیا ہو گیا' چوتھے خلیفہ کو کیا ہو گیا' کربلا کتنے سال بعد ہو گئی' اس کے بعد بنو امیہ کو کیا ہو گیا' اس کے بعد دوسری خلافت کیا ہو گئی اور یہ سارا سلسلہ کیا ہے' اور اب پاکستان میں اسلام کو کیا ہو گیا ---------- اور یقین والا کہتا ہے کہ مٹتے مٹتے بھی اسلام روشن ہوتا جا رہا ہے' یہ مٹتا نہیں ہے' اس کی کہیں حفاظت کی جا رہی ہے اور چلتے چلتے یہ آج آپ کے پاس آیا ہے تو آپ

اسے سرخرو کرو' اپنے لہو سے سرخرو کرو۔ تو اپنا ایمان اور اپنا ہی شک' بڑے افسوس کی بات ہے۔ تو کیا آپ نے اپنے ایمان کو مانا ہے؟ اگر مانا ہے تو پھر شک کیا ہے' یعنی اپنے ایمان پر بھی شک کر رہے ہیں۔ آپ کی چھوٹی چھوٹی ذاتیں ہیں' اس پر آپ کو بڑا فخر ہے اور بھروسہ ہے کہ ہم شیخ ہیں' برہمن ہیں' راجپوت ہیں' ہم یہ ہیں' ہم وہ ہیں اور پتہ نہیں ہے کہ آپ مسلمان ہیں بھی کہ نہیں ہیں' اپنے راجپوت ہونے پر بڑا فخر ہے اور مسلمان ہونے پر ندامت ہے۔ یہیں ایمان میں کمزوری آتی ہے۔ ہم آپ کو بے ایمان تو نہیں کہتے' بس آپ کے ایمان میں کمزوری ہے۔ تو آپ اپنے ایمان میں اپنی قوت پیدا کرو' اپنے اللہ پر آپ بھروسہ کرو اور اپنے آپ ایمان کے اندر اور مومن ہو جاؤ یا ایھا الذین اٰمَنوا اٰمِنوا اے ایمان والو ایمان لاؤ۔ ایمان تو لے آئے ہو اب ایمان لاؤ یعنی اب اپنے ایمان پر اور ایمان لے آؤ۔ تو جب آپ ایمان میں داخل ہو گئے ہو تو پوری طرح داخل ہو جاؤ' یا پوری طرح باہر نکل جاؤ۔ لیکن باہر نکلنا آپ Afford نہیں کر سکتے۔ تو آپ اسلام کے اندر داخل ہونے کی جرأت پیدا کریں۔ داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ گلہ نکال دو' شکوہ نکال دو' شکایت نکال دو' اپنا پروگرام نکال دو' تبصرہ نکال دو' اپنے نصیب کا کسی کے نصیب کے ساتھ مقابلہ نکال دو۔ یہ نہ کہنا کہ لوگ بڑے آرام میں ہیں' ہم بڑی تکلیف میں ہیں' ہم دونوں ایک جیسے ہیں' قد ہمارا برابر ہے لیکن حد بڑی مختلف ہے۔ اگر قد برابر رہتے ہیں اور حد مختلف رہتی ہے تو یہ اللہ کی مرضی ہے۔ یہ نہ کہنا کہ یہ کیا بات ہوئی کہ اس کا رنگ اور ہے' ہمارا رنگ اور ہے' رنگ کا فرق ہمیشہ رہتا ہے' نصیب کا فرق رہتا ہے' اس کو اس کا نصیب ہے اور دوسرے کو اس کا اپنا نصیب ہے۔ یہ پہاڑ

اور گلہری کا جھگڑا ہے اور اقبالؒ نے اس کا فیصلہ کیا تھا کہ پہاڑ نے گلہری سے کہا کہ تو چھوٹا سا جانور ہے اور اِدھر سے اُدھر دوڑتا رہتا ہے نکل جا' ہٹ جا میرے راستے سے' میں پہاڑ ہوں۔ گلہری نے کہا کہ پہاڑ صاحب تو پہاڑ تو ہے لیکن ایک قدم نہیں چل سکتا اور میں اِدھر سے اُدھر بھاگا دوڑا پھرتا ہوں' تو میرے سامنے کیا شے ہے' تُو بڑا ضرور ہے لیکن اندر سے بے حرکت ہے' گلہری چھوٹا ہے لیکن حرکت کرے گا------- تو ہر چیز اپنے مقام پر بہتر ہے اور جو ذرہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے۔ آپ اپنے آپ کو' اپنے حالات کے آئینے میں غور سے دیکھو' تمہارے جیسا کوئی اور نہیں ہے۔ صرف یہ ہے کہ اپنے آپ پر بھروسہ کرنے کی بات ہے۔ ایسا شخص کہتا ہے کہ میں تیری طرح نہیں ہوں تو تُو بھی میری طرح نہیں ہے' میں تیری طرح بڑا نہیں ہوں تو تُو بھی میری طرح چھوٹا نہیں ہے' میں تو شرمندہ ہوں' تُو بھی تو شرمندہ ہو۔ تو بات اتنی ساری ہے کہ غریب آدمی اپنی غریبی پر شرمندہ ہے تو امیر آدمی اپنی امیری پر شرمندہ ہو گا۔ اسے پتہ نہیں ہے کہ غریبی میں کیا مزے ہوتے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کے کتنے جلوے ہیں' یہ الگ کہانی ہے۔ تو آپ نے شکوہ نہیں کرنا' شکایت نہیں کرنی' پروگرام نہیں بنانا اور نصیب کا مقابلہ نہیں کرنا۔ دوسروں کے نصیب کو ان کے ہاں چھوڑو اور اپنا نصیب آپ لو' اپنے ایمان پر مکمل بھروسہ کرو۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ اس جگہ پر جہاں اللہ تعالیٰ سے آپ بحث کر رہے تھے' وہیں جلوہ تھا۔ تو جلوہ کہاں ہوتا ہے؟ جہاں عام طور پر بحث ہوتی ہے۔ تو جلوہ لینے والے امام عالی مقامؑ جلوہ لے گئے اور شیعہ سنی دونوں جھگڑا کرتے جا رہے ہیں۔ وہ جلوے سرخرو ہو گئے اور آپ کیا کر رہے ہیں؟ جھگڑا کر رہے ہیں۔

تمہارے جھگڑے ختم نہیں ہوئے اور ان کے جلوے جاری ہیں۔ تو غور کرو کہ یہ قصہ کیا ہے۔

سوال :-

کیا کربلا کے ذکر پر یا مرثیہ سننے پر آنسو آ جانا جائز ہے؟

جواب :-

جو آ جائے ٹھیک ہے' بے شک آ جائے۔ جو چیز آ جاتی ہے ٹھیک ہے' آنسو کا آ جانا ٹھیک ہے' آپ خود بخود نہ کرو۔ بس آنے دو۔

سوال :-

امام حسینؑ کی کامیابی پر آنسو آ جانا۔ یہ کس طرح ہے؟

جواب :-

وہ اللہ تعالیٰ کے تقرب کی ایک راہ ہے۔ اگر آپ کسی بزرگ کے آستانے پر جائیں' نہ وہاں غم ہے نہ وہاں خوشی ہے۔ بس صرف آنسو ہیں۔ تو یہ رقت اور شے ہے' یہ غم نہیں ہوتا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانے پر جائیں تو آنسو آ جاتے ہیں۔ کس بات کے؟ وہاں کوئی غم تو نہیں ہے اور یہ آنسو خوشی کے بھی نہیں ہیں۔ یہ رقت ہے۔ رِقّت ایک الگ داستان ہے۔ آپ سجدہ کرتے ہیں تو بعض اوقات آنسو آ جاتے ہیں' یہ رِقّت ہے۔ رِقّت آپ کے وجود کی ریت کے اندر سونے کے ذرات ہیں اور وہ سونا پھر خود بخود نکلتا ہے۔ اس لحاظ سے انسان بڑی شاندار مخلوق ہے۔ رِقّت جو ہے وہ الٰہیات کا ایک حصہ ہے' خدا کو اپنے وجود میں دیکھنا ہو تو ان آنسوؤں میں دیکھو جو رقت کی شکل میں آتے ہیں۔ وہ ایک خاص وقت ہوتا ہے جب رِقّت طاری ہو

جاتی ہے۔

اللہ کی رحمت کے جلوے اس وقت نظر آ جاتے ہیں
سجدے میں ہوں جب آنکھیں پُرنم اور نام محمدؐ آہوں میں

تو یہ ایک خاص مقام ہے۔ اس لیے یہ آنسو جو ہیں یہ غم کی بات نہیں ہوتی۔ آپ میں سے کتنے آدمی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کو ایسی کربلا نہیں ملنی چاہیے تھی۔ اس بات کا آج فیصلہ کر لیتے ہیں۔ تو کون آدمی ایسا ہے جو یہ کہے کہ کربلا نہیں ہونی چاہیے تھی یعنی امام حسینؑ سے کربلا کا مقام جدا کرنے والا کون ہے۔ کسی شیعہ سے پوچھو یا کسی سنی سے پوچھو جو امام عالی مقام سے مقام کربلا جدا کرنے کا خیال کرے۔ تو جب آپ امام عالی مقام سے کربلا کا مقام جدا نہیں کرتے ہیں تو پھر روتے کس بات پر ہیں اور جھگڑا کس بات کا ہے۔ مقام کربلا امام عالی مقام کی شان ہے تو پھر یہ شان قائم رہے گی یا یہ کہو کہ مقام کربلا جدا کر دو یا وادی طائف حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت سے جدا کر دو۔ تو آپ نہیں کرو گے۔ یہ کوئی شیعہ عالم کر دے، کوئی سنی عالم کر دے، کوئی مولوی صاحب کر دے، کہنے کا مقصد ہے کہ یہ کوئی نہیں کر سکتا۔ درویش اس لیے سرخرو رہتا ہے کہ وہ مقام کربلا کا تحیر پہچانتا ہے کہ یہ مقام کیا ہے۔ ورنہ تو یہ ہوتا کہ آپ دعا کرتے کہ یا اللہ اگر دوبارہ موقع ہو تو کسی اور امام حسینؑ کے ساتھ یہ نہ کرنا۔ تو آپ یہ کبھی نہیں کہیں گے۔ یہ کوئی نہیں کہے گا کہ امام حسین علیہ السلام کو کربلا نہ ملتی تو اچھا تھا۔ تو پھر آپ نے یہ کیا بات کی ہے بلکہ آپ نے تو دین کے بالکل خلاف بات کر دی ہے، امام پاک کی مرضی کے بغیر آپ ان کی Achievement کو،

ان کے حاصل کو نکال رہے ہیں' امام پاکؑ سے پوچھو کہ اے امام عالی مقامؑ کیا آپ کو کربلا کا مقام پسند نہیں ہے؟ یہ امام پاکؑ کے والدین سے پوچھو یا امام پاکؑ کے اور بزرگوں سے پوچھو ------ تو مقامِ کربلا جو ہے یہ امام عالی مقامؑ کی سرفرازی کی دلیل ہے' یہ سرخوشی کی دلیل ہے۔ یہ اسلام کی زندگی نو کی بات ہے۔

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

یہ وہ مقام ہے کہ وہ پیغمبر تو نہیں ہیں لیکن مقام پیغمبری جیسا ہے۔ بس اتنی سی بات ہے۔ تو آپ یہ مقام ان سے جدا کیسے کر سکتے ہو۔ تو غم وہ ہوتا ہے کہ اگر وہ واقعہ دوبارہ ہو تو ایسا نہ ہو۔ جس طرح رستم سہراب کا واقعہ ہے' اگر دوبارہ ایسا واقعہ ہو تو اسے پتہ ہونا چاہیے کہ بیٹے کو نہ مارے لیکن آپ یہ تو کبھی نہیں کہو گے کہ ایسا واقعہ نہ ہو ------ یہ تو مقام بھی Achieve ہو گیا' حاصل ہو گیا عجیب مقام ہے' اس کائنات کا کوئی انسان اس مقام کو صاحبِ مقام سے جدا کرنے کی تمنا اور جرأت نہیں کر سکتا۔ جو اس مقام کو جدا کرنے کی کوشش کرے' وہ کر کے دیکھے' نہ ہو سکتا ہے اور نہ ہونا چاہیے۔ اب بھی یہ کسی کے دل میں نہیں ہونا چاہیے' کوئی آدمی اس کائنات میں ایسا نہیں ہونا چاہیے جو یہ کہے کہ یہ مقام ان کو نہیں ملنا چاہیے تھا۔ پھر یہ مقام کیا ہے؟ بس یہ مقام ہی اصل مقام ہے! پھر یہ ابتلاء کیا ہے' یہ ابتلاء روشنی ہے' نور ہے' خاص بات ہے اور اس کے اندر بڑا راز ہے۔

سوال :-

اللہ چاہے تو ابتلا کے بغیر بھی درجات بلند کر سکتا ہے؟

جواب :۔

وہ بلند کر سکتا ہے لیکن آپ یہ دیکھیں کہ یہ مقام یہی مقام ہے' شہید کا مقام شہید کا مقام ہے' کیا وہ شہید کیے بغیر شہید کا مقام دیتا ہے؟ نہیں دیتا ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی کہ اللہ کا فرمان ہے کہ جو لوگ میری راہ میں مارے گئے انہیں آپ مردہ نہ کہو بل احیاء بلکہ وہ زندہ ہیں' تو اس کی راہ میں مرنا شرط ہے' زندہ کو شہید کا مقام نہیں ملتا۔ شہید ہونے کے لیے جان کا نذرانہ دینا پڑتا ہے اور آج کے انسان کی یہ پرابلم ہے کہ وہ روزے کے بغیر عید مناتا ہے اور مرے بغیر شہید ہونا چاہتا ہے اور یہ ممکن نہیں ہے۔ شہید کا مقام اللہ کی راہ میں مرنے سے ہے مگر یہ آج کے انسان کا خیال ہے کہ مرے بغیر مل جائے۔ انسان کہتا ہے اللہ جو چاہے کر دے' تو وہ جو اللہ نے کیا ہے وہی اس نے چاہا ہے۔ اللہ نے کیا کیا ہے؟ جو چاہا ہے' تو اس نے جو چاہا ہے وہ کر دیا ہے۔ اور اس نے جو کیا ہے بہتر کیا ہے۔ تو اس لیے آپ ان باتوں کے اندر زیر زبر نہ لگایا کرو۔ جو مقام ہے وہ صحیح ہے' جو عطا ہے وہ صحیح ہے' جو درجے ہیں وہ مکمل ہیں' جو واقعہ ہے وہ درست ہے۔ آپ کبھی اپنے کسی اور بزرگ کو دیکھیں کہ جن کے ساتھ آپ کی عقیدت ہے۔ مثلاً" آپ مانتے ہیں کہ داتا صاحبؒ بڑے بزرگ ہیں۔ آپ کو اس بزرگی کی خواہش ہو سکتی ہے لیکن جس طرح وہ گھر سے کئی سو میل باہر آئے ہیں' آپ یہ بات نہیں کریں گے۔ آپ چاہتے ہیں کہ داتا صاحبؒ جیسا مقام بھی مل جائے اور گھر سے باہر بھی نہ جانا پڑے۔ تو یہ تو ممکن نہیں ہے۔ گھر سے باہر تو جانا پڑتا ہے اور اپنے گاؤں کو چھوڑنا پڑتا ہے اور بعض اوقات پیدل جانا پڑتا ہے۔ داتا صاحبؒ یہاں پر پیدل چل کر آئے ہیں' یہاں پر ٹھہرے

ہیں اور شہر سے باہر ٹھہرے ہیں' بڑی تکلیف میں آئے ہیں' زبانیں سیکھی ہیں' عمر گزاری ہے' دوستوں کو چھوڑ کر پردیس میں آئے ہیں' اپنے پیر سے جدائی برداشت کی ہے' پھر آ کر انہوں نے یہاں زندگی بسر کی ہے اور وہ ڈیوٹی کی ہے جو ان کے ذمہ تھی۔ لیکن آپ تو اپنے گھر سے شام تک جدا نہیں ہوتے اور وہ اپنے گھر سے ہمیشہ کے لیے آئے ہیں۔ تو اس میں بڑا فرق ہے۔ داتا صاحبؒ کا بڑا مقام ہے اور یہ آپ جیسے لوگوں کو کیسے مل سکتا ہے۔ اسی طرح خواجہ صاحبؒ افغانستان سے آئے ہیں اور وہ جنگل میں آ کر بیٹھے ہیں' رائے پتھورا کے مقابلے میں آ کر بیٹھے ہیں' وہاں ہر دم خطرہ رہا ہے' اس وقت سارا جنگل تھا' وہاں شیر بھی آ سکتے تھے' انسان بھوکا بھی ہے اور پردیس بھی' ہے اور اللہ سچا ہے۔ آپ اگر کہیں کہ یا اللہ ہمارا بھی خواجہ صاحبؒ جیسا مقام بنا دے تو آپ گھر بیٹھے اپنا مقام تو نہیں بنا سکتے' تو یہ تو بات نہیں ہے۔ بابا صاحبؒ جو ہیں یعنی بابا فریدؒ' تو ان کے بڑے مقام ہیں۔ اب یہ نہ کہنا کہ یہ ہر ایک کو مل سکتا ہے تو ہمیں کیوں نہیں مل سکتا۔ بابا صاحبؒ نے زندگی میں اتنا اناج کھایا ہے کہ کہتے ہیں کہ آپ نے کچھ کلوگرام اناج ہے جو ساری زندگی میں کھایا ہے۔ ایک روز فرمایا میں نے ایک سیر زیادہ کھایا تاکہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے برابر نہ آ جاؤں۔ تو یہ ریاضت کے درجے ہیں اور کھائے بغیر کا سفر ہے۔ تو پھر ایسی ریاضتوں اور عبادتوں کے بعد پھر جا کر فریدؒ کا مقام بنتا ہے اور آپ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں فریدؒ کا مقام اس حال میں مل جائے تو آپ تو کوئی غلط کام کر لو گے۔ اگر اس حالت میں آپ کو فریدؒ کا مقام مل جاتا ہے تو آپ تو اپنی اولاد کو دے جاؤ گے اور انہوں نے اپنی اولاد کو نزدیک نہیں آنے دیا جب تک ان کو مقام نہیں دیا۔ آپ

لوگوں کو اس راز کا پتہ ہی نہیں ہے کیونکہ آپ لوگوں کی جو سب سے بڑی وارث ہے' وہ اولاد ہے جب کہ وہاں وارث حق دار ہے' تو یہ بڑا فرق ہے۔ اس لیے آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ اصل میں کیا بات ہے۔ یہ خاص بات ہے کہ آپ نے حق والے کو حق دینا ہے چاہے وہ سو سال بعد آئے اور اپنا حق لے کر چلا جائے' اس کے بعد پھر خاموشی کی خاموشی۔ مطلب یہ ہے کہ وہاں وارث یوں نہیں ہوتا جیسے آپ کے ہاں وراثت ہوتی ہے۔ آپ تو بس یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے اور میرا بیٹا ٹھیک ہو جائے' میری بیٹی ٹھیک ہو جائے' میرا بھائی ٹھیک ہو جائے' میری بیوی ٹھیک ہو جائے' ہمارا گھر ٹھیک ہو جائے اور اچانک اللہ پیسے کی بارش کر دے ------- تو یہ اور واقعات ہیں کیونکہ ہماری ٹریننگ اور طرح سے ہے' خواہش اور طرح سے ہے' اور وہاں کے واقعات اور طرح سے ہیں ------- اس لیے آپ یہ دیکھیں کہ مقام حاصل کرنے کی تمنا اس Process ' عمل سے گزرے بغیر ایسے ہے جیسے کسی نااہل کو بادشاہی مل جائے یا بچے کے ہاتھ میں Loaded Pistol آ جائے' بھرا ہوا پستول آ جائے' تو اگر وہ خودکشی نہیں کرے گا تو اپنے باپ کو مار دے گا کیونکہ وہ بچہ ہے' نا سمجھ ہے' پستول اس کے ہاتھ میں آ گیا ہے' یا تو وہ باپ کو مارے گا یا خود کو مارے گا۔ اس لیے نااہل کے پاس عرفان کا آ جانا بھی ایسی ہی طاقت ہے۔ تو اصل بات وہی ہے جو ہے' یہ مقام ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سرفراز مقام ہے اور یہ کربلا کا مقام ہے اور انہی کے سر مناسب ہے' یہ ان کی Achievement ہے' ان کا اعزاز ہے اور ان کو مبارک ہو' ان کے اس عمل کے بغیر یہ مقام ممکن نہیں ہے۔ یہی ہے آخری بات۔ اور آپ لوگ یہ بات یاد رکھیں کہ ایمان کا سب سے

اچھا مقام یہ ہے کہ جہاں گلے کا امکان ہو وہاں گلہ نہ کرو' اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کو تقاضا نہ بناؤ' آپ دعا کو اپیل کی شکل میں مانگو اور شکایت نہ کرو' گلہ نہ کرو' اس کے پروگرام دیکھو کہ وہ کیا چاہ رہا ہے اور اپنی زندگی کو اس کے سامنے بالکل سرِ تسلیم خم کر کے گزار دو۔ غم تو آئے گا' اسی زندگی میں آئے گا اور ہر صورت میں آئے گا' تکلیف آئے گی' ہر صورت میں آئے گی' سفر آئے گا' ہر صورت میں آئے گا اور موت آئے گی' ہر صورت میں آئے گی۔ پہلے آپ کے بزرگوں کی موت آئے گی پھر آپ کی اپنی باری آئے گی۔ اس میں ڈرنے والی کوئی بات نہیں ہے۔ سب ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا اور یہ سب خود بخود چلتا جا رہا ہے' موت ایک دن کا عمل نہیں ہے' موت کی عمر اتنی ہے جتنی زندگی کی عمر ہے' پہلے ہی دن سے موت کا عمل جاری ہے' بچپن چلا گیا' لڑکپن چلا گیا' جوانی چلی گئی' کچھ پیسے چلے گئے' کچھ بھوک چلی گئی' کچھ نیند چلی گئی' کچھ اور واقعات چلے گئے' کہتے ہیں کہ جی عینک لگ گئی ہے نگاہ کمزور ہو گئی ہے' تو یہ عینک کیا چیز ہوتی ہے؟ یہ نگاہ کی کمزوری ہوتی ہے ——— یعنی کہ زندگی میں یہ سارے واقعات ہوتے جا رہے ہیں۔ اور جو دوست تھے وہ بھی چلے گئے' پھر ایک اور دوست جو قریب رہتا تھا وہ بھی چلا گیا' ایک اور دوست بنایا تھا وہ بھی چلا گیا اور آہستہ آہستہ وہ ساری ملاقاتیں چلی گئیں' پرانے زمانے کے لوگ چلے گئے' محلہ چلا گیا' محلے والے چلے گئے' ایک بابا جی تھے وہ بھی چلے گئے' ایک اور بابا جی تھے وہ بھی چلے گئے' تو سارے چلے گئے اور سارے چلے جا رہے ہیں۔ یہ سب لوگ کدھر جا رہے ہیں ؟

تو نے جانا ہے جہاں آباء گئے
جانے والے سب یہی فرما گئے
تو نے دیکھے ہیں جنازے بے شمار
تو نے کیا دیکھا نہیں اپنا مزار

تو اپنا مزار بھی دیکھنا چاہیے۔ بس یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ اور تسلیم و رضا جو ہے یہ بڑا مقام ہے' یہ بڑے لوگوں کا نصیب ہے' جس نے تسلیم و رضا کر لی ہے اس کے لیے تحسین ہے' آفرین ہے اور سلام ہے' اس کے لیے Pity کوئی نہیں ہے' افسوس کوئی نہیں ہے۔ تو یہ خاص مقام ہے تسلیم و رضا کا اور تسلیم و رضا کا انتہائی روشن مقام جو ہے وہ کربلا کا مقام ہے۔ تو کہتے ہیں کہ جو انتہائی قوی مقامِ ولایت ہے وہ ولایتِ امام عالی مقام علیہ السلام ہے کیونکہ یہ عملی ولایت ہے اور ولایت کا منبعِ فیض جو ہیں وہ آپؑ ہی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس میں تسلیم و رضا کے تمام شعبے پورے ہیں۔ یہ ایسا مقام ہے جیسے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کہہ رہے ہوں کہ ہم نے تیرا سارا قرضہ ادا کر دیا۔ بس یہ مقام ہے جیسے وہ اللہ سے کہہ رہے ہوں کہ ہم نے آپ کی ساری امانتیں واپس لوٹا دیں اور ہم نے آپ کے سب قرضے ادا کر دیے ——— اس لیے آپ بھی راضی ہو جاؤ۔ یہ اللہ کو راضی کرنے کا انتہائی فارمولا ہے۔

دعا کرو کہ اللہ سب پر راضی رہے اور کرم فرمائے ———

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلینِ حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

آمین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔
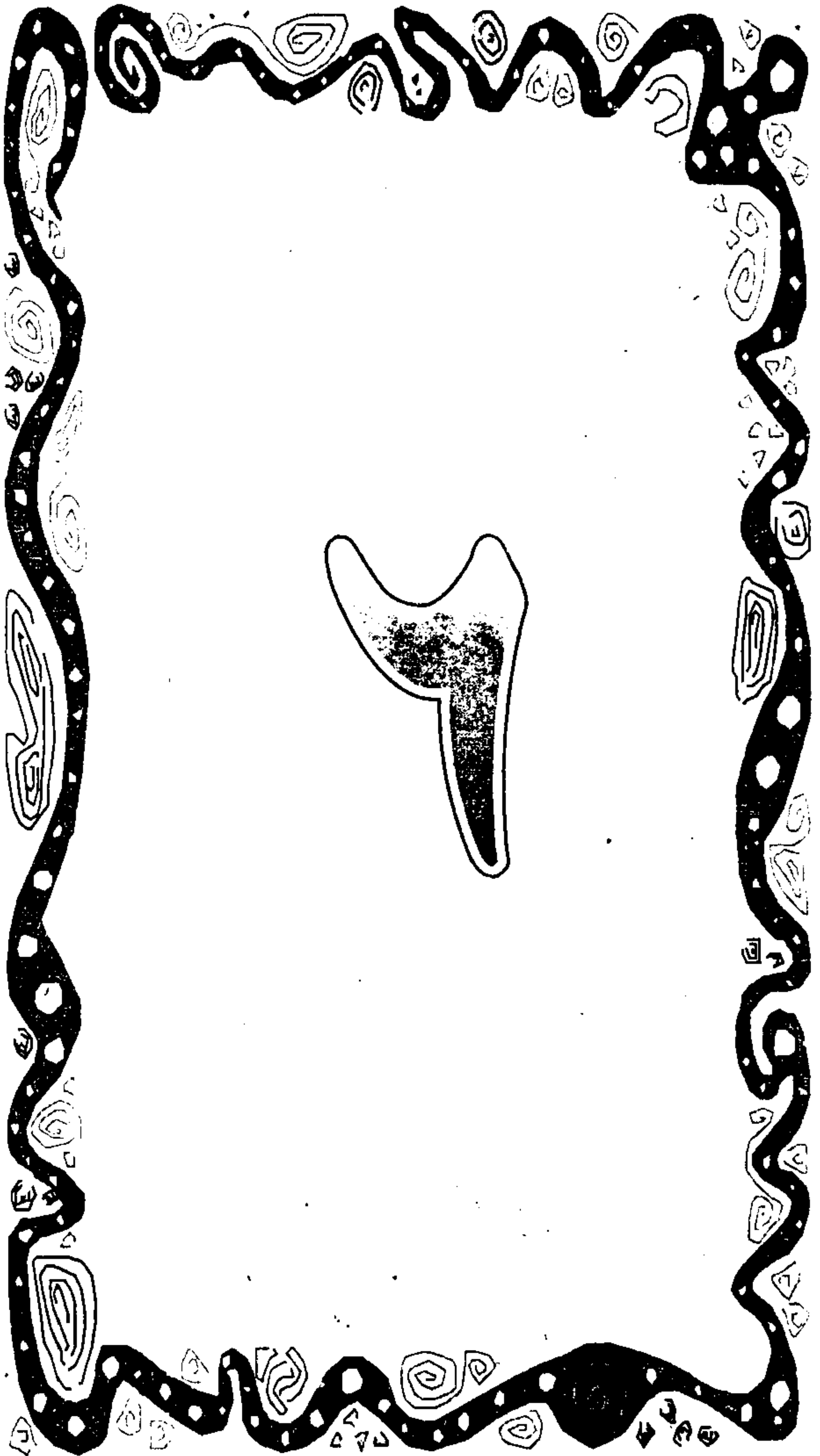
(۶)

۱ یہ کیوں ہوتا ہے کہ کچھ لوگ تو بغیر دیکھے مان لیتے ہیں اور کچھ جلوہ دیکھنے کے بعد بھی نہیں مانتے۔

۲ کیا کربلا کے ذکر پر مرثیہ سننے پر آنسو آ جانا جائز ہے؟

۳ امام حسینؑ کی کامیابی پر آنسو آ جانا۔ یہ کس طرح ہے؟

۴ اللہ چاہے تو ابتلا کے بغیر بھی درجات بلند کر سکتا ہے؟

سوال :۔

"حرام" ممنوعہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور محترم کے معنی میں بھی، عربی کی اتنی وسیع لغت ہے، اس سلسلے میں روشنی ڈالیں۔

سوال :۔

عربی کی لغت وسیع ہے، ایک ایک لفظ کے ستر ستر معنی ہیں۔ یہ اتنی فصیح زبان ہے۔ جیسا استعمال ہو گا ویسا ہی اس کا معنی ہو گا۔ یہ Language ' زبان ہے ہی ایسی، بلکہ عربوں کو تو Language کا، زبان کا اتنا فخر تھا کہ باقی زبان والوں کو تو وہ عجمی کہتے تھے یعنی کہ ان کے پاس زبان نہیں ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن عربی میں نازل کیا انا انزلنٰہ قرآنا عربیا اور سورۃ جن میں ہے کہ انا سمعنا قرآنا عجبا کہ ہم نے سنا ہے عجب قرآن۔ تو یہ زبان ہی عجب ہے۔ "عجب" کا معنی فصیح اور بلیغ بھی ہے۔ اس لیے عربی کے الفاظ کے دو دو معنی، چار چار معنی، چھ چھ معنی، بارہ بارہ معنی ہیں اور یہ اچھی بات ہے اور شکر کی بات ہے ------

لیکن آپ اپنا کوئی ذاتی سوال کرو جس کے جواب سے آپ کا اپنا سفر بہتر ہونے کا امکان ہو اور آسان ہونے کا امکان ہو۔ عربی تو ویسے ہی سب Languages کی، سب زبانوں کی ماسٹر ہے اور قرآن پاک سب کتابوں سے افضل ہے اور ہمارے پیغمبرؐ سب پیغمبروں سے افضل ہیں۔ تو

یہ ہے ہی سب سے Best اور اس پر کیا بات کی جائے۔ اصل میں اسے ہونا ہی اس طرح چاہیے تھا۔ جس طرح قومیں ہوتی ہیں تو پھر ان کی زبانیں ہوتی ہیں۔ اس لیے دنیا میں اتنی زبانیں نازل ہوئی ہیں اور یہ سب زبانیں اللہ کریم کی طرف سے ہیں۔ اور یہ جو زبانیں ہیں اگر ان کے صرف نام لیے جائیں تو اتنی زبانیں ہیں کہ ان کا انت نہیں ہے۔ تمام مخلوقات کے اپنے علاقے ہیں اور ان سب کی الگ الگ زبانیں ہیں۔ یہاں بھی آپ شہروں میں دیکھو اور ملکوں میں دیکھو تو ہر ساٹھ میل کے بعد لہجہ بدل جاتا ہے' زبان بدل جاتی ہے۔ ایک چیز کو ایک علاقے میں کچھ کہتے ہیں اور دوسرے میں کچھ اور کہتے ہیں۔ اب اگر آپ چھوٹی سی بات پر غور کریں کہ جس انسان کو ملکی رہنما ہونے کا دعویٰ ہو وہ کم از کم ملک کی پانچ چھ زبانیں تو جانتا ہو' تبھی تو راہنما ہو گا یا وہ زبان جو ہے وہ اس ملک کی زبان ہو سکتی ہے جو سب زبانوں پر حاوی ہو اور اس میں سب زبانیں Accommodate ہو جائیں' سما جائیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس زبان کے اندر دعویٰ کتنا ہے کیونکہ جتنا دعویٰ ہے اتنے معنی ہوں گے۔ تو دعویٰ یہ ہے کہ یہ عربی زبان کائنات کے لیے ہے یعنی کہ یہ زبان ساری کائنات کے لیے ہے کیونکہ یہ کتاب جو ہے یہ ساری کائنات کے لیے ہے' For all times to come' ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اور یہ کتاب آنے والے زمانوں کے لیے بھی ہے۔ تو اس لیے اس زبان میں اتنی وسعت ہونی چاہیے جتنی کائنات کے زندہ انسانوں میں ہے۔ اس لیے عربی کے اندر اس وسعت کا ہونا بالیقین ہے۔ ابھی اس زبان کا ابلاغ نہیں ہوا' کچھ عرصہ کے بعد آپ دیکھیں گے کہ اس زبان کے اندر زیادہ جہتیں نظر آئیں گی کیونکہ یہ زبان ساری کائنات کے لیے ہے اور اللہ کی

یہ کتاب ساری کائنات کے لیے ہے' ساری کائنات کے مسلمانوں کے لیے ہے۔ پنجاب کے رہنے والے مسلمانوں کے لیے بھی اور باقی جگہ کے لوگوں کے لیے پیغام عربی میں ہے' لہٰذا وسعت تو اس میں ضرور ہو گی۔ حالانکہ آپ قرآن شریف عربی میں پڑھ رہے ہیں لیکن اس کا معنی آپ کی زبان میں اتر رہا ہے۔ لیکن بعض دفعہ پتہ نہیں چلتا کہ کیا بات ہے' مثلاً" اللہ کا گھر جو ہے وہ ساری کائنات کے لیے اللہ کا گھر ہے اور وہ پیغمبر جو رحمت اللعالمینؐ ہیں ان کے ایڈریس کرنے کی زبان بھی وہی ہے' اس لیے عربی زبان کے اندر وسعت کا ہونا ضروری بھی تھا اور یہ حقیقت بھی ہے اور یہ ہونا بھی چاہیے کیونکہ یہ The Best' بہترین زبان ہے The Best' بہترین علاقے کی ہے اور The Best Man نے Best Book The یعنی سب سے اعلیٰ انسان نے سب سے اعلیٰ کتاب پیش کی ہے۔ لہٰذا اس زبان کو ایسے ہونا ہی چاہیے جیسے یہ ہے۔ اس لیے زبان پر بھی سلام ہے' زبان والے پر بھی سلام ہے' کتاب لانے والے پر بھی اور کتاب بھیجنے والے پر بھی سلام ہے ------- اب آپ لوگ اور سوال کریں۔

سوال :۔

جانوروں اور پرندوں کی جو زبانیں ہیں ان کا علم حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا ہوا' ہم تک یہ علوم کیوں نہیں آئے؟

جواب :۔

پیغمبر آپ تک اللہ کا ارشاد Impart کرتے ہیں' پہنچاتے ہیں پر

پیغمبر ہونے کا فارمولا نہیں دیتے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کا یہ حکم ہے کہ آپ خاموش بیٹھیں اور اگر ان سے پوچھا جائے کہ آپ پیغمبر بننے کا کوئی نسخہ بتائیں تو یہ کوئی نہیں بتائے گا۔ لہٰذا وہ چیز جو پیغمبر ہونے تک مخصوص ہے آپ وہ نہ پوچھیں کیونکہ کچھ شعبہ، کچھ Powers، کچھ تاثیریں ایسی ہیں جو پیغمبر ہونے کے ناطے سے ان کو ملی ہیں جیسے اللہ کریم سے ہم کلام ہونا۔ اور امتوں نے یہ پوچھا کہ آپ اللہ سے گفتگو کرتے ہیں کبھی ہماری بھی گفتگو کرا دیں تو ان کو منع کر دیا گیا کہ یہ بات نہیں پوچھنی۔ اس لیے کہ پیغمبری مرتبہ ہے، نسخہ نہیں ہے۔ اور یہ نسخہ ہے کہ کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلٰل والاکرام ہر چیز یہاں کی فانی ہے اور یہ نسخہ ہے اور یہ اٹل ہے اور سب چیز یہاں کی فانی ہو جائے گی اور صرف اللہ کا چہرہ باقی رہ جائے گا اور یہاں سب پیغمبر بھی آ جائیں گے۔ لیکن پیغمبر ہونا جو ہے یہ آپ کو نہیں بتایا گیا کہ پیغمبر کیسے پیغمبر ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کیوں پیغمبر بنا دیا، باقی لوگوں سے ان کی کیا خصوصیت تھی۔ ہاں! پیغمبر اللہ کریم کی مرضی ہے اور یہی وجہ ہے جس سے بہت سارے مسلمانوں کو دقت ہوئی ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ کہاں دقت ہوئی ہے؟ کہ عمل ہمارا عمل کے تابع ہے، لوگوں کا عمل حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کے تابع ہے، ہم بھی عبادت ہی کرتے ہیں لیکن وہ سکون نہیں آ سکتا اور وہ سکون کیسے آ سکے گا۔ اب یہ جو تقلید کرتے ہیں، سنت کی پیروی کرتے ہیں تو سنت کی پیروی کرنے کا نتیجہ وہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ نگاہ جو ہے وہ تو تزکیہ کر دیتی ہے۔ تو یہ فرق سمجھنا چاہیے۔ تو کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کون سا علم ہے جس کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام جو ہے وہ ہمارا ایمان بن گیا۔

ہے کوئی علم؟ مقصد یہ کہ ان کا نام ہے اور آپ کے لیے مکمل ایمان ہے۔ اب آپ یہ بتائیں کہ یہ کسی عمل کی وجہ سے ہے؟ یہ اللہ کریم کی مرضی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ سے مخلوقات پوچھے کہ اے ہمارے رب! تو اس کائنات کا مالک ہے اور سب کو پیدا کیا ہوا ہے اور ہم سب تیری مخلوقات ہیں' آپ یہ بتاؤ کہ وہ کیا خصوصیت ہے کہ آپ ایک پیغمبرؐ پر درود بھیج رہے ہو۔ تو کوئی بات تو ہے۔ تو بات یہ ہے کہ یہ اللہ کریم کی مرضی کی بات ہے۔ یہ بات منشائے خالق کی بات ہے۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ منشائے خالق کو فارمولے میں نہ بدلنا۔ اور یہیں سے آپ سارے فیل ہوتے ہیں۔ مثلاً" لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو جی وہ امیر ہو گیا' اس میں ضرور کوئی فارمولا ہو گا۔ یہاں پر آپ فارمولا استعمال کرتے ہیں اور فیل ہو جاتے ہیں' کیونکہ جہاں منشاء کام کر رہی ہے وہاں فارمولا کام نہیں کر سکتا۔ کسی نے پوچھا کہ ہمارا کاروبار نہیں چل رہا........ اس سے پوچھا جائے کہ کاروبار نہ چلنے کی کیا وجہ ہے؟ وہ کہتا ہے کہ اس کے اندر کوئی نہ کوئی بندش لگ جاتی ہے' کوئی جادو ہو جاتا ہے یا کوئی تعویذ ہو جاتا ہے' ہمارا پریس لگا ہوا ہے لیکن کچھ آگے پیچھے ہو جاتا ہے' کیا ہو گیا ہو گا؟ کوئی بندش ہو گئی ہو گی۔ تو بندش وغیرہ کچھ نہیں ہوتی۔ جس کو بندش ہوئی ہے اس کا اور فارمولا ہے' نااہلی کا اور فارمولا ہے' یہ آپ کے اپنے مزاج کا فارمولا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوقات کے ساتھ ہونے والے واقعات کو فارمولا نہ بنایا جائے تو آپ کو بات زیادہ سمجھ آئے گی۔ جو انسان سکون میں ہے اس کے لیے فارمولا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ فارمولا جو اللہ نے دیا ہے وہ سب کے لیے ہو گا' مثلاً" بغیر اللہ کے ذکر کے اطمینان قلب نہیں ہو گا۔ یہ فارمولا ہے اور

یہ اللہ نے دیا ہے۔ اور باقی تو اپنے نسخے بتاتے رہتے ہیں مثلاً" یہ کہ ایک شخص ہے' وہ گورنمنٹ ملازم ہے' اس لیے اس کے حالات اچھے ہیں۔ ناں ناں ایسی بات نہیں ہے۔ ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے شکل ہی خوب صورت دے دی تو اب دوسرا آدمی کیا فارمولا بنائے گا۔ تو کوئی فارمولا نہیں بنتا۔ اگر کسی کی شکل ہی معصوم ہے تو اس کا بھی فارمولا نہیں بنتا۔ کسی کو دیکھتے ہی ہیبت طاری ہو جاتی ہے تو اس کا بھی فارمولا نہیں بنتا' اور کسی کے لیے سلام درود شروع ہو جاتا ہے تو اس کا بھی کوئی فارمولا نہیں ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے ان پیغمبروں کے ساتھ جو تعلقات موجود ہیں اس کا فارمولا نہ بنانا۔ ان سب پیغمبروں پر سلام ہو۔ پیغمبروں نے آپ کو جو بات بتائی ہے وہ فارمولا ہے۔ لہٰذا اگر پیغمبر پرندوں کی بات سنتے ہیں اور ان سے بات کرتے ہیں تو یہ بات آپ تک انہوں نے نہیں پہنچائی۔ جنات ان کے پاس آتے ہیں' بات سنتے ہیں اور سناتے ہیں اور اپنی بستیوں کو جا کر بتاتے ہیں انا سمعنا قرآنا عجبا کہ ہم نے قرآن سنا ہے۔ تو یہ فارمولا آپ تک نہیں آئے گا۔ تو آپ تک کیا بات آئے گی؟ وہ بات جو آپ نے پیغمبر کی زبان مبارک سے سنی ہے وہ بات آپ تک آئی ہے۔ تو جو پیغمبرؐ اور کائنات کے درمیان ابلاغ ہے وہ ضروری نہیں کہ آپ تک بیان ہو' پیغمبرؐ اور خدا کے درمیان جو بات ہوئی ہے ضروری نہیں کہ وہ ساری آپ کو ابلاغ ہو۔ تو اللہ کریم اس بات کے بارے میں فرماتا ہے کہ "جو ہوا سو ہوا"۔ تو اس کے بعد کیا ہے کہ قاب قوسین او ادنٰی دو ابرو بلکہ اس سے کم فاصلہ رہ گیا۔ اور پھر فاوحٰی الٰی عبدہٖ ما اوحٰی تو اس کے بعد جو ہوا سو ہوا۔ تو وہ آپ سمجھ نہیں سکتے۔ جو اللہ کی راہ میں مارے گئے' قتل ہو گئے' آپ کبھی ان کو

مردہ نہ کہو ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولٰکن لا تشعرون وہ تو زندہ ہیں اور تمہیں شعور نہیں ہے حالانکہ وہ زندہ ہیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ زندہ کا تو ہمیں شعور ہوتا ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس لیے کہ آپ کو شعور نہیں ہے' کیونکہ شعور نہیں ہے لہٰذا شعور نہیں ہو سکتا۔ تو جہاں جہاں آپ کے راستے کی پروردگارِ عالم نے حد بتا دی ہے تو اس حد سے آگے آپ بلا سبب مداخلت نہیں کر سکتے۔ مثلاً" یہ آپ کے اور اس واقعے کے درمیان حد ہے' یہ قوسین ہے' یہ سدرہ ہے' سدرہ ہو یا سدِّ راہ مقصد یہ ہے کہ یہ راستے کی دیوار ہے' That's all! اب اس مقام سے آگے پروازِ جبریلؑ بند ہے۔ فقراء بتاتے ہیں کہ اللہ دل کا ایک مقام ہے' دل اللہ کا عرش ہے۔ قلب المومن عرش اللہ یعنی مومن کا دل اللہ کا عرش ہے۔ تو پھر اس میں سدرہ کا مقام کیا ہوا؟ اور پھر جبرائیلؑ کا مقام کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ تمہارا خیال وہاں نہیں پہنچ سکتا۔ یہاں خیال کو اور تخیل کو اگر جبرائیل کہہ لیں تو جہاں خیال کے پر جل جائیں وہاں سے عشق کی منزل شروع ہوتی ہے' تو جہاں دماغ مفلوج ہو جائے وہاں عشق کی بات چلتی ہے ۔

مجھے عشق کے پر لگا کر اڑا
مری خاک جگنو بنا کے اڑا

اور پھر یہ کہ ۔

نکل جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

تو پھر منزل کیا ہے؟ تو منزل نہیں آئی بلکہ پھر دوسرا مقام آ گیا۔ تو جتنے بھی واقعات بتائے گئے ہیں ان کے اندر ایک راز ہے اور تمثیل ہے

کہ آگے والا مقام دوسرا ہے۔ تو جہاں دوسرا مقام آ جائے اور وہ آپ کی پہچان کے علاوہ آ جائے وہاں آپ سلامتی کے لیے دعا اور عبادت کریں۔ مثلاً" آپ کو یہ پتہ ہے کہ کائنات میں رزق تقسیم ہو رہا ہے اور یہ آپ کا اگر اعتقاد اور ایمان ہے کہ رزق اللہ دے رہا ہے تو یہ دینے کا آزاد فارمولا آپ اس کے پاس رہنے دیں۔ تو اگر اللہ رزق دے رہا ہے اور اگر آپ کا ایمان یہ ہو گیا کہ اللہ ہی یہ رزق دے رہا ہے تو اللہ کو آزادی کے ساتھ دینے دو' اگر آپ کو سمجھ نہیں آ رہی تو بھی اس کو رزق دینے دو اور آپ بس تسلیم کرتے جاؤ۔ اگر آپ رزق پیسے کو کہہ رہے ہیں تو آپ کو یہ سمجھ آ جائے گا کہ اس کے رزق دینے کے کئی انداز ہیں' کسی کو پیسہ تھوڑا دے دیا لیکن اس کو دل دے دیا' یہ بھی بڑا وسیع رزق ہے' کسی کو دماغ دے دیا اور کسی کو بینائی دے دی۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں۔ ایک آدمی غریب ہے تو اس کو اگر اللہ تعالیٰ گلا عطا فرما دے۔ تو وہ گا گا کر آپ کو مسحور کر دے گا۔ تو یہ کئی قسم کے رزق ہیں مثلاً" کسی کو ایمان عطا کر دیا۔ اب کوئی غریب آدمی ہو اور ایمان والا بھی ہو تو یہ بڑا وسیع رزق ہے۔ یعنی ایک آدمی غریب بھی ہے اور ایمان والا بھی ہے تو آپ ہی بتاؤ کہ یہ رزق ہے کہ نہیں۔ تو غریب وہ نہیں جس کی جیب میں مال نہیں' غریب وہ ہے جو علم و ادب کا غریب ہو' جو ایمان کا غریب ہو' جس کے پاس استقامت نہ ہو' ایمان نہ ہو۔ اس لیے ان غریبوں کے لیے یہ پیغام ہے کہ جن کی جیب میں مال نہیں ہے کہ مال ہو یا نہ ہو' کم از کم ایمان ہونا چاہیے۔ اس لیے یہ تمام باتیں جو بتائی گئی ہیں یہ فارمولے سے باہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس طرح کائنات چلا رہے ہیں ان کو چلانے دیا جائے۔ آپ اپنی کائنات دیکھیں کہ آپ کی کائنات میں کیا

ہے؟ اب یہاں نصیحت یہ ہے کہ اپنی زندگی کو جتنا درست کر سکتے ہو کر لو اور جہاں درست نہیں ہوتی وہاں خاموش ہو جاؤ' پھر اپنی ٹرائی کر لو' پھر جہاں درست نہیں ہوتی تو خاموش ہو جاؤ۔ ایمان کی تعریف یہ ہے کہ پوری کوشش کے بعد بھی اور پہلے بھی ہر حال میں اللہ کی تقسیم پر راضی رہنا' جو بھی اللہ نے تقسیم کی ہے۔ اگر آپ گلے میں آ گئے تو پھر آپ کا حاصل بھی محرومی ہے اور محرومی بھی محرومی ہے۔ گلہ دو طرح کا ہوتا ہے' ایک اپنے پاس کچھ نہ ہونے کا کہ یا اللہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے پاس وہ چیز نہیں ہے اور اگر وہ چیز ہمیں نہیں دیتا تو ایک کام یہ کر کہ تو میرے ساتھ والے سے تو چھین لے۔ کسی نے پوچھا کہ بارش کا سب سے بڑا فائدہ کیا ہے؟ کہتا ہے ہمارے کھیت پر برستی ہے۔ اور بارش کا نقصان کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ میرے بھائی کے کھیت پر بھی برستی ہے۔ ایسا شخص کہتا ہے کہ اے اللہ یا تو مجھے بھی چیزیں دے یا ان لوگوں سے چھین لے' یا پھر ایسا کر کہ ہمیں اندھا ہی کر دے کیونکہ ہم سے دیکھا نہیں جاتا۔ تو یہ حسد ہے کہ یہ بات مجھ سے دیکھی نہیں جاتی کہ اس کے پاس مال ہو' چاہے وہ میرا بھائی ہی ہو۔ اگر اللہ کا ماننے والا اپنی زندگی کے کمزور حالات کے باوجود اللہ پر راضی رہنے کا فیصلہ کرے تو پھر حالات کبھی کمزور نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ایک مکمل ذات ہے لیکن آپ کو اس کا شعور نہیں ہے کیونکہ وہ آپ کا دیکھا ہوا نہیں ہے' آمنا سامنا نہیں ہوا' بس آپ کا ایمان ہے اور آپ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ تو اللہ جو ہے وہ آپ کے ایمان کا ہی نام رکھ لیا جائے۔ تو اگر آپ اپنے ایمان پر ایمان لاؤ جیسے اللہ نے فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! ایمان لاؤ' یعنی آپ اپنے اعتقاد پر ایمان لاؤ کہ وہ تمہارا اللہ ہے' اگر آپ یہ فیصلہ کر لیں'

ہمیشہ کے لیے' For all times to come کہ آپ نے اس کے ہر فیصلے پر راضی رہنا ہے' اس کے ہر حکم پر راضی رہنا ہے چاہے حکم آپ کے مزاج کے خلاف ہی ہو' کیونکہ مزاج بھی وہی بنانے والا ہے اور حکم بھی وہی دینے والا ہے۔ اگر آپ اس بات پر اکتفا کر لو کہ ہمارے مزاج کے خلاف جو حکم ہے وہ بھی ہم راضی ہو کر مان لیں گے' چاہے ہم کتنے ہی نا اہل ہیں' مان لیں گے اور کوشش بھی کریں گے تو پھر آپ پر کوئی افتاد نہیں پڑے گی' کوئی تکلیف نہیں آئے گی۔ ہم کرتے کیا ہیں؟ مان لیتے ہیں کہ یہ اس کا حکم ہے اور چل اس کے مخالف پڑتے ہیں۔ تو یہاں سے آ کر بات بگڑ جاتی ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ کچھ لوگ امیر ہیں اور کچھ غریب ہیں۔ اگر آپ اپنے سے کم لوگوں کو دیکھیں تو آپ امیر ہیں اور اپنے سے بڑے کو دیکھیں تو غریب ہیں۔ آپ امیر ہوں یا غریب' آپ ایک بات مان لیں کہ آپ راضی رہیں گے۔ تو آپ اپنی تقسیم پر اور اپنے حال پر راضی رہیں اور آئندہ اس پر گلہ نہ کریں۔ اگر یہ فیصلہ کر لیا جائے تو نہ گلہ رہے' نہ شکایت رہے' نہ تقاضا رہے اور اس طرح آپ کی زندگی مبارک ہو گی اور یہ بڑی مبارک بات ہے۔ آپ لوگ پیغمبروں پر سلام بھیجتے ہیں؟ ضرور درود و سلام بھیجتے ہیں بلکہ بہت زیادہ سلام بھیجتے ہیں۔ تو آپ کو کسی پیغمبر کا بینک بیلنس معلوم ہے؟ ناں' بینک بیلنس نہیں ہے' پیغمبروں نے اتنا پیسہ بھی گھر میں نہیں رکھا کہ سال کے بعد زکوٰۃ کا موقع آئے' اس سے پہلے ہی تقسیم ہو جاتا تھا' اور انہوں نے دو وقت کا کھانا بیک وقت نہیں رکھا۔ اور وہ پیغمبر ہیں! تو مدعا یہ ہوا کہ اللہ کے ہاں مرتبے جو ہیں یہ اور مقام ہیں اور آپ کی اپنی کمزوریوں اور خدشات کے مقام اور ہیں۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ اپنے

حالات بناؤ، کوشش کرو، نا اہلی نہ کرو، تدبیر کرو، محنت کرو اور پھر جو حاصل ہو جائے اس پر راضی رہو۔ پھر یہ نہ کہنا کہ صبح اٹھے تو سر میں درد تھا، دماغ پریشان تھا، آج صبح پھر سر میں درد ہے، تو اس کا کیا علاج ہے؟ سر میں درد تو ہے ہی سہی لیکن آپ راضی تو رہنا شروع کرو ورنہ تو یہ اللہ کا گلہ ہے۔ تو آپ جتنے لوگ یہاں بیٹھے ہیں آپ یہ فیصلہ کریں کہ اپنے حالات کی شکایت نہیں کرنی۔ یہ وعدہ ہو گیا۔ تو کیا وعدہ ہو گیا؟ کہ آپ نے اپنے حالات کی شکایت نہیں کرنی۔ تو اللہ کریم کو جب مان لیا تو اللہ کس کا نام ہے؟ آپ کے ماننے کا نام ہے۔ اور اللہ دوسروں کے ساتھ کیا کر رہا ہے؟ تو یہ اللہ جانے اور دوسرے جانیں، یہ اس کی تقسیم کی بات ہے۔ جب آج آپ نے مان لیا تو پھر ہمیشہ ہی مانتے رہیں چاہے اللہ آپ کی مرضی پر چلے یا نہ چلے، وہ اللہ ہو کر آپ کی مرضی پر کیوں چلے جب کہ آپ اس کے بندے ہو کر اس کی مرضی پر نہیں چلتے۔ وہ تو اللہ ہے اور آپ اس کے بندے ہیں۔ تو پہلے اُس کی مرضی پر کون چلے گا؟ بندہ چلے گا کیونکہ آپ انسان ہیں اور وہ مالک ہے، آپ اس کی مرضی پر چلو، اس کی مرضی ہے کہ وہ آپ کی مرضی پر چلے یا نہ چلے ۔

اودیاں او جانڑے توں اپنی توڑ نبھا

تو یہ فیصلہ ہو گیا کہ ہم اس کی مرضی پر چلیں گے، ہم گلہ نہیں کریں گے، جو حالات ہیں وہ اللہ کی مہربانی ہے اور اپنے حالات کا، نصیب کا موازنہ کسی کے ساتھ نہیں کرنا ہے کہ ان کی زندگی میں کیا ہے اور ہماری زندگی میں کیا ہے اور راضی رہنے کے لیے تیار رہنا ہے۔ اگر آپ تجزیہ کریں تو کوئی انسان ایسا نہیں جس کی زندگی میں دقت نہ ہو۔ جن کی زندگی میں دقت نہیں ہے تو یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے بتایا نہیں ہے۔ تو

جنھوں نے بیان نہیں کیا ان کی زندگی میں وقت نہیں ہے' لہٰذا وہ صحیح چلے گئے' جو خاموش نکل گئے ان کو وقت نہیں ہے' وہ جانتے ہیں کہ یہ زندگی ہے اور اس میں وقت تو ضروری ہے۔ مثلاً" کون ایسا آدمی ہے جس کا باپ نہ مرے گا' دادا نہ مرے گا' اور خود نہ مرے گا۔ اور اب اگر یہ غم نہیں ہے تو کیا ہے؟ جس نے گلہ نہیں کیا تو وہ خاموش ہو گیا۔ باقی لوگ گلہ کرتے رہے اور بقا والے لوگ چلتے رہے ہیں اور سب چلتے وہیں جا رہے ہیں اور چلتے چلتے جانا وہیں آگے ہے' تو کیوں نہ خاموشی سے چلا جائے۔ تو جو لوگ گلہ کرتے ہوئے نہیں پائے گئے ان کی زندگی میں آسانی آ گئی۔ اور جنھوں نے اپنی تکلیفوں پر لوگوں کو گواہ بنایا' ان کی تکلیف کبھی ختم نہیں ہوئی یعنی کہ وہ اللہ کی شکایت دنیا کے سامنے کر رہا ہے' کہتا ہے کہ پھر ہمارے حالات خراب ہو گئے۔ تو آپ اپنے حالات پر راضی رہنے کی کوشش کرو۔ اپنے گھر کی تکلیف دوسرے کے کان میں بتانے والا اپنے گھر کو Expose کر رہا ہے' افشا کر رہا ہے۔ اپنے اللہ کی بات آپ اپنے اللہ سے کر سکتے ہیں یا اس سے کوئی بڑا ہو تو اس سے بات کر سکتے ہیں یا اس کے علاوہ کوئی ہو تو اس سے تو بات کر سکتے ہیں مگر وہ تو سب سے بڑا ہے۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ اگر آپ ہمارے فیصلے پر راضی نہیں ہو تو ہماری کائنات سے نکل جاؤ اور پھر ہماری کائنات سے کہیں اور چلے جاؤ' ہماری کائنات میں تو پھر ہمارا ہی فیصلہ چلے گا۔ اور ہم کہتے ہیں کہ جی آپ کی کائنات میں ہمیں آپ کا ہی فیصلہ چاہیے یعنی جو تجھے منظور ہے وہ ہمیں بھی منظور ہے۔ ایک درویش تھا اس کے پاس لوگ گئے اور کہا کہ دیکھو بابا جی دریا نے کناروں کو "ڈھا" لگا دی ہے' کناروں کو گرانا شروع کر دیا ہے' کاٹ شروع کر دی ہے' آپ دعا کریں۔

تو بابا جی کہتے ہیں کہ دعا کیا کرنی ہے' آپ لوگ کدال لاؤ' بیلچہ لاؤ۔ تو وہ لوگ کسّی لے آئے اور بابا جی نے بھی کنارہ گرانا شروع کر دیا اور کہا کہ اگر تیری یہی صلاح ہے تو میری بھی یہی صلاح ہے۔'گرانا ہے تو گرا' پھر دیکھا جائے گا۔ تو دریا نے اپنا رخ موڑ لیا۔ یہ تو محبت کے انداز ہوتے ہیں! تو اس طرح دریا نے اپنا رخ موڑ لیا۔ ایک اور واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ دلی میں ایک درویش تھے اور درویش بھی وہ جنہیں "خواجہ سرا" کہتے ہیں' بہت اچھے درویش تھے۔ تو لوگ ان کے پاس گئے اور کہتے ہیں کہ بابا جی مدت ہو گئی ہے بارش نہیں ہو رہی ہے' آپ دعا کرو کہ بارش ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ دعا نہیں کر سکتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ضرور دعا فرمائیں تو بابا جی نے کہا کہ آج کل اللہ ہماری بات سنتا نہیں ہے' ہم سے ذرا خفا ہے' اس لیے وہ میری بات نہیں سنے گا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کی تو ہر دعا پوری ہوتی ہے۔ انہوں نے پھر کہا کہ آج کل ہماری بات وہ مانتا نہیں ہے کیونکہ وہ ہمارے ساتھ کچھ ناراض ہے' ایسا کرو کہ آپ یہ دوپٹہ لے لو اور اسے دھو کر دھوپ میں بچھا دو۔ انہوں نے دوپٹہ لیا' دھویا اور دھوپ میں رکھ دیا' پھر بارش شروع ہو گئی۔ تو انہوں نے کہا کہ میں نہیں کہتا تھا کہ اس نے ہماری بات سُنی نہیں ہے اور اب دیکھ لو اس نے ہمارا دوپٹہ سوکھنے نہیں دینا۔ اور اس طرح لوگوں کا کام ہو گیا۔ تو بات اتنی ساری ہے کہ یہ محبت کے انداز ہیں اور محبت کا ایسا انداز تسلیم کے بعد ہوتا ہے اور اگر تسلیم نہ ہو اور صرف بحث ہو تو پھر آپ کیا کر سکتے ہو۔ تو اس لیے سب سے پہلے آپ اپنے آپ کو بحث سے نکالو۔ اگر آپ نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اپنے آپ کو بحث سے نکالنا ہے تو پھر انشاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ تو رزق کیا ہوا؟ کہ جو عطا

ہو رہا ہے۔ اور اس میں تکلیف بھی رزق ہو سکتی ہے' راحت بھی رزق ہو سکتی ہے۔ تو آپ کی زندگی میں ہونے والا سارا واقعہ ہی رزق ہے اور آپ اس تقسیم پر راضی رہیں۔ اگر آپ اس تقسیم پر راضی رہے تو آپ کا نام عابدوں میں لکھا جائے گا۔ یہ عبادت کی انتہائی شکل ہے کہ آپ کی زندگی میں ہونے والے تمام واقعات پر آپ راضی رہیں یعنی جو بھی آپ کے ساتھ ہو رہے ہیں اور جو آپ لوگوں نے اپنے ساتھ کیے ہیں آپ ان کو استغفار پڑھ کر فارغ کر دیں کہ یہ غلطی ہم سے ہوتی جا رہی ہے' ہم نے اپنے ساتھ کچھ غلطیاں کی ہیں' اللہ تعالیٰ ان سے ہمیں معافی دے دے۔ باقی جو واقعات ہو رہے ہیں ان میں موت کا واقعہ ہے اور یہ بھی اس کی مرضی سے آتا ہے' پیدائش ہو جاتی ہے یہ بھی اس کی مرضی سے ہے' کوئی انسان اپنے وقت سے ایک سیکنڈ بعد نہیں جاتا اور اپنے وقت سے ایک سیکنڈ پہلے نہیں جا سکتا۔ کس آدمی نے کب پیدا ہونا ہے یہ کتاب میں لکھا جا چکا ہے اور اگر شادی کا مقام ہے تو پیدا ہونے والے بچے ماں باپ کو کہیں نہ کہیں سے لا کر اکٹھا کر دیں گے اور وہ کہیں گے کہ میرے پیدا ہونے کا ٹائم آ رہا ہے اور آپ کدھر پھر رہے ہیں' لہٰذا جلدی کرو شادی کرو۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شے کا وقت مقرر ہے۔ آپ کے ذمے مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایک کام ہے کہ اپنا عمل کرو' کوشش کرو جتنی کوشش کر سکتے ہو اور یہ یاد رکھو کہ بڑبڑانا نہیں ہے' Grumble نہیں کرنا' بس راضی رہنا ہے۔ تو آپ نے یہ آج وعدہ کر لیا ہے۔ کیا وعدہ کر لیا ہے؟ کہ Grumble نہیں کرنا' بندوں کی شکایتیں نہیں کرنیں۔ تو جب آپ شکایت کرتے ہیں تو پھر دوسرے کے دل سے غبار نکلتا ہے اور وہ واقعہ اور خراب ہو جاتا ہے۔ تو جس نے عطا

کیا اسی کے ساتھ بات کرو' یا اس سے کسی بڑے کے ساتھ بات کرو' اگر کوئی اس سے بڑا ہو تو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی اس سے بڑا ہو کیونکہ وہ تو اللہ ہے۔ اس لیے اللہ کی تقسیم پر راضی رہیں۔ اس نے جو کیا ہے یا کر رہا ہے یا کرے گا آپ وقت سے پہلے اس پر راضی رہیں۔ آپ یہ ایک کام کر لو۔ باقی پیغمبروں کا پیغمبر ہونے کا فارمولا نہیں ملے گا' پیغمبر ہونے کے بعد کی تحریر اور تقریر ملے گی۔ پیغمبر کیسے بنتا ہے؟ یہ آج تک کسی نے نہیں بتایا۔ یہاں سے تو بڑے لوگ گمراہ ہوئے کہ اگر یہ عبادت ہے تو وہ تو ہم کر لیں گے' وہ نیک بھی تھے تو یہ بھی نیک مشہور ہو جائے گا' ان کا لین دین بھی صاف تھا تو یہ بھی آپ کر لیں گے' کہتا ہے کہ بس اتنی ساری باتیں کتابوں میں لکھی تھیں کہ یہ پیغمبر تھے' گھر آ کر بیٹھتے تھے' عبادت کرتے تھے' نیک تھے' بڑے ملنسار تھے' رحیم' شفیق تھے تو یہ بھی ہم کر لیں گے' تو بس پھر آپ پیغمبر نہیں ہو جائیں گے۔ پیغمبر کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر بنانا اللہ کی مرضی تھی۔ تو اب یہ جو مرضی ہے اس کا فارمولا کوئی نہیں ہے۔ اللہ تو بادشاہ ہے۔ تو جو وہ کرے گا وہی ہو گا۔ مطلب یہ کہ پیغمبر بنانا اللہ کا کام ہے اور یہ بندے کا کام نہیں ہے۔ باقی یہ کہ عبادت گزار ہونا بندے کا کام ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہ صرف اللہ کی مرضی ہے کہ کس کو کیوں پیغمبر بنایا' کب بنایا' کن صفات سے بنایا' پرندوں کی زبان سے آشنا بنایا' انسانوں سے بنایا اور کتنے زمانوں تک کے لیے بنایا؟ یہ سوال پیغمبروں کے دل میں بھی آ سکتا تھا کہ یا اللہ آپ صرف ایک ہی پیغمبرؐ پر درود بھیجتے جا رہے ہیں' ہم بھی تو آپ کے کچھ لگتے ہیں مگر یہ کسی پیغمبر نے نہیں کہا۔ تو پیغمبروں کی خوبی یہ ہے کہ وہ ان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع رہے۔ تو یہ کائنات کا اصل ہے۔ ایک پیغمبرؐ کو

کہا کہ آپ اصلِ کائنات ہیں اور وجہِ تخلیقِ کائنات ہیں تو سب پیغمبروں نے کہا آمین! پیغمبروں سے اللہ تعالیٰ نے میثاق کے وقت یہ کہا کہ جب کبھی میرے نبیؐ سے ملاقات ہو تو آپ ان کی اطاعت کرنا اور اطاعت کا حکم دیتے چلے جانا اور دیکھتے جانا' مشاہدہ کرتے جانا اور ہم بھی تمہارے ساتھ مشاہدہ کرتے جائیں گے فاشھدوا وانا معکم من الشّٰھدین تم بھی مشاہدہ کرنا اور ہم بھی مشاہدہ کریں گے۔ تو یہ ایک واقعہ ہے اور آپ اسے یاد رکھیں۔ اب آپ اور سوال پوچھو ------

سوال :۔

پیغمبر تو اللہ کی مرضی سے بنتے ہیں مگر اولیاء اللہ سے بھی معمول کے خلاف کافی واقعات ہوتے ہیں تو یہ کس ذیل میں آتے ہیں؟

جواب :۔

یہ سوال آپ نے تھوڑا سا ادب کے خاموش دائرے میں کیا ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ پیغمبر تو اللہ کی منشاء سے ہوتا ہے تو پھر ولی کیا ہے؟ اب سوال دراصل یہ ہے کہ خرقِ عادت کیا ہے؟ تو بات یہ کہ پیغمبر کے واقعات میں سے کوئی علاوہِ فطرت واقعہ سرزد ہو جائے تو اسے معجزہ کہتے ہیں اور اگر کسی ولی سے ایسا واقعہ سرزد ہو جائے تو اسے کرامت کہتے ہیں۔ تو آپ یہ پوچھ رہے ہیں کہ وہ تو پیغمبر کے معجزات ہوئے لیکن یہ کرامت کدھر سے آ جاتی ہے اور یہ کون سا شعبہ ہے؟ تو بات اتنی سی ہے کہ ایک جگہ درویش نے اپنی دیوار پر لکھا ہوا تھا کہ ولی کی کرامت جو ہے یہ بھی یکے از معجزاتِ پیغمبر ہے۔ یعنی کہ ولی کی کرامت جو ہے یہ بھی پیغمبر ہی کے معجزوں میں شامل ہے کہ یہ ان کے فیض' برکت بلکہ ان ہی کی مرضی سے ہوتا ہے' کہ پیغمبر کی نبوت اور رسالت جاری ہے اور

یہ انہیں کے کام ہیں اور یہ انہی کے اپنے کام ہیں کہ آج چودہ سو سال کے بعد جب انسان کو اپنے دادا کا نام یاد نہیں ہے' زمانے ایسے آ گئے ہیں' ایسے واقعات آج کل کہاں یاد رہتے ہیں' لوگ اتنے مصروف ہو گئے ہیں' تو چودہ سو سال بعد پیغمبرؐ کے نام پر بیٹھ کے' باوضو ہو کر نعت کہنا' یہ ان کی مرضی سے ہو رہا ہے اور یہ کسی انسان کی مرضی کی بات نہیں ہے۔ تو آج بھی نعت کہی جا رہی ہے۔ وہؐ ایسی ذات ہے کہ اس کائنات میں آج تک کسی ذات کی اتنی تعریف نہیں ہوئی جتنی آپؐ کی ہوئی' اللہ اور اللہ کے فرشتے تعریف کر رہے ہیں' بندے تعریف کر رہے ہیں' مومن تو مومن' نہ ماننے والے بھی تعریف کر رہے ہیں یعنی کافروں نے نعت کہی ہے' ہندوؤں نے نعت کہی ہے۔ آپؐ کی ذات مبارک کا انہوں نے کہا کہ اسلام ہمیں سمجھ آئے کہ نہ آئے لیکن یہ جو کچھ فرما رہے ہیں سچ فرما رہے ہیں۔ لوگ تو عام مسلمانوں کا طرزِ عمل دیکھ کر رائے بنا لیتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت جنیدؒ بغدادی کے کچھ مرید کافروں کے پاس گئے کہ آپ مسلمان ہو جاؤ' یہ ایسے ہے جیسے لوگ یہ کرتے ہیں کہ جس کو دو لفظ آ گئے تو وہ کہتا ہے کہ خبردار' مہربان' قدردان' کلمہ پڑھ کر سنا' مسلمان ہو جا' تو ٹھیک ہو جا' تو نے نماز نہیں پڑھی ہے۔ تو جن کو وہ لوگ تبلیغ کر رہے تھے وہ Non-Believer تھے' یہودی تھے' انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ تم لوگ کہہ تو ٹھیک رہے ہو لیکن بات یہ ہے کہ اگر تو اسلام آپ کے عقیدے کا نام ہے جو آپ کے پاس ہے تو یہ اسلام ہمارے کام کا نہیں ہے اور اگر یہ تیرے پیر والا' جنید بغدادیؒ والا اسلام ہے تو ہم اس کے قابل نہیں۔ تو اگر اسلام وہ ہے جو تیرے پیر صاحب کے پاس ہے تو میں اس کے قابل نہیں ہوں کیونکہ میں بہت چھوٹا آدمی

ہوں اور اگر یہ اسلام تیرے والا ہے تو یہ میرے قابل نہیں ہے۔ تو بات یہ ہے کہ مریدوں نے پیروں کے عمل کو نہیں اپنایا اور آگے بات کرنی شروع کر دی اور نتیجہ یہ ہے کہ لوگوں کو آج تک اسلام کا Behaviour ہی نہیں ملا کہ اسلام کا طرزِ سلوک کیا ہے۔ تحریر' تقریر اور تبلیغ شروع ہو گئی ہے اور مسلمانوں کا سا عمل بہت کم لوگوں نے دکھایا۔ بھائی بھائی کے مکان میں دیواریں بننی شروع ہو گئیں' ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور نتیجہ یہ ہے کہ اسلام صرف بیان ہونا شروع ہو گیا۔ تو بات یہ ہے کہ یہ جو ولی ہے تو ولی اصل میں یہ ہے کہ پیغمبر تو اللہ بناتا ہے اور ولی اللہ کے رسول ﷺ بناتے ہیں۔ تو جہاں ولی کا ذکر آئے گا وہاں پہ لفظ "نحن" کا ذکر آئے گا۔ نحن اولیاء کم فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ "نحن" کے لیے جمع کا صیغہ آئے گا تو یہ جو اولیاء ہوتے ہیں یہ اللہ کے راستے کی طرف چلنے والے ہوتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔ اللہ نے اس کا نسخہ بتا دیا ہے کہ میں اور میرے فرشتے درود بھیجتے ہیں یعنی محبت کرتے ہیں' تم بھی درود بھیجو۔ کچھ لوگوں نے اس بات کو سمجھ لیا کہ اللہ کا کام یہی ہے تو ہمارا کام بھی یہی ہے اور اللہ اس بات پر راضی ہونا شروع ہو گیا اور ان لوگوں کو اللہ نے مرتبہ دے دیا۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا کہ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ اور یہاں تک عمل کیا "فاتبعونی" یعنی اطاعت کرتے کرتے "یحببکم اللّٰہ" میں داخل ہو گئے اور وہ ولی ہو گئے یعنی کہ اطاعتِ رسالت مآب ﷺ کرتے کرتے اللہ کی محبت میں داخل ہو گئے تو پھر وہ ولی ہو گئے۔ ولی سے جو خرقِ عادت سرزد ہوتی ہے' وہ اور کوئی دوسری کرامت کبھی بھی مرضی کے تابع نہیں ہے کہ

مرضی سے سرزد ہو جائے۔ جب اللہ کریم کسی آدمی کو کسی کام کے لیے نمایاں طور پر ظاہر کرنا چاہے تو پھر اس کے ہاتھ سے کسی کرامت کا سرزد ہونا ممکن ہو سکتا ہے۔ اور جو یہ کہے کہ میرے پاس یہ کرامت ہے اور یہ ہو سکتی ہے تو وہ ولی نہیں ہو سکتا۔ اور بزرگوں نے کہا کہ کرامت اس طرح ہے جیسے ناپاک خون' اسے عورت کا ناپاک خون کہا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ ولی کے ہاتھ سے کسی کرامت کا سرزد ہونا اس کے ایمان میں کمی کی بات ہے اور فقیر کے لیے یہ راستے کی دیوار ہے۔ تو فقیر کے لیے کرامت راستے کی دیوار ہے اور وہ اس سے آگے نکل جاتا ہے۔ سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ اس کا تسلیمات کا سفر طے ہوتا جائے۔ تو یہ کرامت ہے۔ ایک درویش کسی بزرگ کے پاس گئے' ان کے پاس ٹھہرے رہے' آخر ایک دن کہا کہ ہم نے دس سال تک آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی ہے تو اس بزرگ نے کہا کہ اس عرصہ میں تم نے مجھ میں کوئی خلافِ شرع بات دیکھی ہے تو اس نے کہا کہ نہیں تو آپ نے کہا کہ یہی بڑی کرامت ہے! تو کسی بزرگ نے کچھ بیان کیا اور کسی نے کچھ اور بیان کیا۔ مطلب یہ ہے کہ کرامت ہو یا معجزہ ہو' معجزہ کافروں کو ان کی اتمامِ حجت کے لیے عطا ہوتا ہے اور معجزے سے کافر مسلمان نہیں ہوئے اور مسلمان معجزے کے بغیر ہی مسلمان ہو گیا۔ تو مسلمان نے معجزے کی طلب ہی نہیں کی ہے اور ادھر کرامت جو ہے جن لوگوں کو دکھائی جاتی ہے وہ کرامت سے متاثر نہیں ہوتے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ھٰذا سحر مبین یہ تو کوئی جادو ہے۔ اور جو ماننے والے ہوتے ہیں وہ بغیر کرامت کے تسلیم کرتے جاتے ہیں۔ اس لیے کرامت ہو یا معجزہ ہو' یہ تسلیمات پیدا نہیں کرتے' تسلیم جو ہے یہ آپ کا اپنا

ایمان پیدا کرتا ہے۔ ورنہ پیغمبر بہت بڑے معجزات دکھانے والے تھے مگر هذا سحر مبین کہ یہ تو سحر مبین ہے' یہ تو جادو ہے اور پھر اس کو جادو کہہ دیا۔ اگر معجزہ Convince کرے تو یہ ٹھیک ہے ورنہ تو یہ ایک اتمامِ حجت ہوتی ہے۔ معجزہ مانگنے کے بعد اگر سوال کرنے والا معجزہ دیکھنے کے بعد قائل نہ ہو تو پھر اس پر عذاب ہوتا ہے' تو یہ عذاب سے پہلے کا واقعہ ہے اس قوم پر جس نے معجزہ مانگا اور معجزہ ملا اور پھر تسلیم نہیں کیا' تو بس پھر اس کے بعد عذاب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ تو پیغمبر اللہ کا بنایا ہوا ہے اور ولی جو ہے یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سائے میں پلنے والے ہیں' آپؐ کی رِدا میں اور آپؐ کی رضا میں پلنے والے ہیں۔ اس پر بزرگوں نے دو لفظ لکھے ہیں' کیا لفظ لکھے ہیں؟ کہ آپؐ کی رِدا میں اور آپؐ کی رضا میں پلنے والے۔ ہاں اب آپ بولو ---------

سوال :-

کیا بہت نیک کام کرنے سے ولی کے درجے کا مقام مل سکتا ہے؟

جواب :-

ولایت کے درجے اور ہیں' آپ نے کبھی ولی بننے کا قصہ سنا؟ کیا آج تک کوئی ولی گزرا ہے؟ کسی کو آپ اولیائے کرام مانتے ہو؟ قصور میں بابا بلھے شاہ صاحبؒ ہیں' یہ اولیاء ہیں' بڑے کامل ولی اللہ ہیں۔ اگر بابا بلھے شاہ صاحبؒ بیٹھے ہوں اور داتا صاحبؒ بیٹھے ہوں' ایک دن دونوں آپ کے ساتھ اکٹھے رہیں تو کیا دونوں کا عمل برابر ہو گا؟ حالانکہ دونوں ولی ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ فارمولا نہیں بنتا۔ یہی میں آپ سے کہنا چاہتا تھا کہ فارمولا نہیں بنتا۔ تو تقرب کی لہریں الگ الگ ہیں۔ ایک

بزرگ پہلے بڑے پہلوان تھے' اونچی نسل والے یعنی بادشاہ کے پہلوان تھے۔ انہوں نے چیلنج کیا کہ ہے کوئی اس علاقے میں جو مجھ سے کشتی لڑے۔ مقابلے کے لیے ایک نحیف سا' کمزور سا آدمی آگیا۔ لگتا تھا کہ اس کی ہڈیاں پسلیاں ٹوٹ جاتی ہیں' اس کشتی پر بادشاہ نے انعام بڑا رکھا تھا۔ جب ہاتھ میں ہاتھ ڈالا تو اس نحیف آدمی نے پہلوان سے کہا کہ میں غریب ہوں' سید ہوں اور میں نے بیٹیوں کی شادی کرنی ہے' تیرے گرنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ سن کر وہ پہلوان گر گئے یعنی شکست کھا گئے اور اس آدمی کو انعام مل گیا اور انہیں ولایت مل گئی۔ ایک تو یہ فارمولا ہے۔ ایک اور فارمولا یہ ہے کہ ایک آدمی کے پاس صبح صبح شہر کے اولیاء میں سے بڑے مشہور ولی آئے۔ وہ آدمی ایک شرابی تھا۔ درویش نے کہا کہ ہم آپ کے پاس آئے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ آپ شہر کے ولی اور پاکیزہ آدمی ہیں' ہم جیسے لوگوں کے پاس کیسے آ گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں حکم سے آیا ہوں' میں ایسے نہیں آیا ہوں اور مبارک ہو کہ تجھ پر اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہوئی اور اولیائے کرام میں تیرا نام لکھا گیا ہے اور میں تجھے بشارت دینے کے لیے آیا ہوں اور ساتھ ہی ادب سے میرا سوال یہ ہے کہ کون سا نیک کام تیری زندگی میں ہے جس سے یہ ولایت تمہیں ملی۔ اس نے کہا کہ میری زندگی میں نیک کام کیا ہو سکتا ہے' میں تو وہی ہوں پرانے کا پرانا' روسیاہ آدمی۔ انہوں نے کہا کہ پھر بھی کوئی بات تو ہے کہ تجھے ولایت ملی ہے اور ولیوں کی ساری کائنات میں Announcement' اعلان ہوا ہے تو آخر واقعہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ ٹھیک سے یاد تو نہیں ہے مگر کل رات کا واقعہ ہے کہ میں نے شراب پی ہوئی تھی اور راستے میں کاغذ کا ٹکڑا ملا' اس پر "اللہ" کا

لفظ لکھا ہوا تھا' مجھے اتنا ہوش تھا کہ یہ "اللہ" کا لفظ ہے' میں نے اسے اٹھایا اور خوشبو لگا کے رکھ دیا۔ انہوں نے کہا کہ پھر اللہ کا جواب یہ ہے کہ تو نے میرے نام کو خوشبودار بنایا اور میں تیرے نام کو خوشبو دار بناتا ہوں۔ اور وہ ولی ہو گیا۔ تو ولی کا فارمولا نہیں ہوتا' ولی بھی اللہ کی مرضی ہے۔ ولی بننے کا اگر نسخہ بن جائے تو پھر یہ کام ہی اور ہو جائے گا۔ اس لیے لوگوں نے اس شعبے کو ماننا ہی شروع نہیں کیا۔ یہ بالکل الگ بات ہے۔ جب اسلام آگیا تو ایک فارمولا بن گیا کہ یہ اسلام ہے' یہ نماز ہے' یہ موت ہے' یہ زندگی ہے اور اس طرح سارے واقعات ہیں۔ پھر اس کے بعد یہ جو ہے یہ کیا ہے؟ ولی اپنے دور میں یہ کرتا ہے کہ لوگوں پر اس زمانے کا پریشر ریلیز کرائے اور پرانے زمانے کے بھیجے ہوئے اسلام کے ساتھ رابطہ کرائے۔ پریشر حال میں آئے گا' کب آئے گا؟ آج کل آئے گا' آپ پریشر دیکھو تو سماج کا پریشر' اتنا پریشر ہے کہ آپ کے گھر تک پہنچ جائے گا' بچوں کی' اولاد کی شکل میں' سکولوں کی شکل میں' کالجوں کی شکل میں سارا پریشر ہی پریشر ہے۔ وہ جو ولی ہے وہ آپ کو زمانے کی دقتوں سے تھوڑی دیر کے لیے آزاد کرا کے آپ کو اللہ کے ساتھ Attachment کرا دے گا' وابستگی کرا دے گا۔ اس لیے یہ شعبہ الگ ہے۔ تو یہ اللہ کے فضل کی بات ہوتی ہے اور یہ کبھی فارمولا نہیں ہوتا۔ اور فارمولا نکالو تو پھر یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ ان کی زندگی میں کوئی ایسا عمل ضرور ہوتا ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی وہ اضافی طور پر اللہ کے حکم پر راضی رہتے ہیں' اطاعت کرتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں لیکن ہر ایک کا عمل الگ الگ ہو گا' کہیں شریعت پر زور دیا جا رہا ہے اور کہیں شریعت کا کچھ اور ہی حساب کیا جا رہا ہے جیسے ایک بزرگ کا قول یہ ہے

کہ ؎

چوری کرتے بھن گھر رب دا تے اس ٹھگاں دے ٹھگ نوں ٹھگ

تو یہ فقرہ روحانی فقرہ ہے۔ اب ان سے اگر پوچھا جائے کہ یہ آپ نے کیا کیا کہ اس کو "ٹھگاں دا ٹھگ" کہا تو وہ کہتے ہیں کہ وہ تو ساری کائنات کے دل ٹھگ کر لے گیا ہے اور ہم تو اس کا دل ٹھگنا چاہتے ہیں کہ چوری کرتے بھن گھر رب دا کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی چوری کرنا چاہتے ہیں یعنی کہ اس کو ہم مخفی یاد کرتے ہیں اور "اللہ ہو" کا ذکر مخفی کرتے ہیں۔ تو یہ اس کی تفصیل ہے۔ اور پھر انہوں نے کہا کہ "میری بکل دے وچ چور" تو اب "بکل" کیا ہے اور "چور" کیا ہے۔ یعنی کہ ظاہر میں میں کچھ اور ہوں اور باطن میں کچھ اور ہوں "بکل دے وچ چور" کا مطلب کیا ہے کہ میرے اندر کوئی اور بات سما گئی ہے۔ اسی بات کو ایک اور شاعر نے اس طرح کہا ہے کہ ؎

اہلِ جہاں کو کیا خبر کون ہے مجھ میں جلوہ گر
میں ہوں کہاں تمہی تو ہو اصل میں راز ہے یہی

اور اس طرح وہ لوگ بات کہتے جائیں گے۔ بعض اوقات کسی پر پیر راضی ہو جائے تو وہ ولی ہو گیا' بعض اوقات ماں راضی ہو جائے تو ولی ہو گیا' بعض اوقات راستے میں چلتے چلتے پڑا ہوا سکہ اٹھایا تو لکھا تھا کہ تیرا نام ولی ہے' بس ایسے ہی چانس ہو جاتا ہے۔ بہرحال اچھے انسان کے لیے اچھی بات ہے۔ ولی ہونا فرض نہیں ہے' مسلمان ہونا فرض ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی۔ ولی ہونا فرض نہیں ہے۔ اگر آپ اپنی کائنات نثار کر دیں ؎

میری کائنات نثار ہو کبھی میرے اجڑے وطن میں آ

تو اپنی کائنات نثار کر دو گے تو ولی ہو جاؤ گے۔ ولی جو ہے وہ کربلا سے گزرتا ہے' کربلا Actual سے بھی گزرتا ہے اور Factual سے بھی گزرتا ہے۔ یعنی اپنے سمیت ہر چیز کو نثار کر دینے والا ولی ہو جائے گا' دوست ہو جائے گا' تو وہ نثار کرنے والا ہو گا۔ تو جتنے بھی آپ لوگ دیکھیں گے وہ Preference میں' ترجیح میں اللہ کے لیے ہر چیز قربان کرنے والے ہوں گے۔ یہ ان کی شانوں میں ایک شان ہے۔

سوال :۔

ولی کی پہچان کیا ہوتی ہے؟

جواب :۔

ولی کی پہچان جب ہو گی جب آپ اس کے ساتھ سفر کریں یا اسے جانیں۔ ولی کی یہ پہچان نہیں ہے کہ اس نے کیا کیا۔ ولی کی پہچان یہ ہے کہ اس کی معیت میں سفر کرنے سے آپ کے دل میں اللہ کی یاد کا کیا حال ہوتا ہے۔ بس آپ یہ بات یاد رکھنا۔ تو آپ کے دل میں اپنے اللہ کی نسبت سے کیا کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اگر آپ کا دل اپنے اللہ کی طرف راغب ہو تو وہ ولی کی پہچان ہے۔ ولی کی پہچان اس کی اپنی پہچان نہیں ہے بلکہ وہ آپ کی پہچان ہے اور آپ کے اللہ کی نسبت سے۔ اگر آپ کا دل آپ کے اللہ کی طرف راغب ہو جائے تو یہ ولی کی پہچان ہے۔ موسم اچھا ہو تو پھر کیا' وہ تو بندہ پسند ہوتا ہے اس لیے موسم اچھا لگتا ہے کہ آج موسم بہت اچھا ہے تو پھر ہم کیا کریں؟ تو وہ جو کام کرتا ہے اصلی بات تو وہ ہے کہ اب موسم اچھا ہے لہٰذا عبادت کی جائے' کھانا کھایا جائے یا سیر کی جائے۔ لہٰذا ولی جو ہے وہ موسم کی طرح آپ کی خواہش کو

Expedite کرتا ہے اور ایمان کو تیز کرتا ہے۔ ولی کی پہچان یہ ہے کہ اگر آپ کے قلوب کو اللہ کی طرف میلان مل جائے تو وہ ولی ہے اور اگر نہ ملے تو جتنا مرضی ولی ہو ہمیں اس سے کیا غرض۔ اگر اس کی صحبت میں ہمارا اللہ کی طرف رجوع نہیں ہوتا' خواہ وہ ولی مستند ہو' ہو تو ہو۔ آپ اگر پیغمبر کو نہ مانیں گے تو کافر ہو جائیں گے' ولی کو نہ مانیں گے تو آپ مسلمان رہیں گے۔ ولی کو ماننا فرض نہیں ہے' پیغمبر کو ماننا فرض ہے۔ لہٰذا ولی تحقیق سے ہو سکتا ہے اور ولی کی تحقیق کی جا سکتی ہے اور ہو سکتی ہے۔ پیغمبر کی تحقیق کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے' پیغمبر کو As it is ماننا پڑتا ہے' اللہ کا شکر ہے کہ پہلے کی طرح کسی پیغمبر کا زمانہ ہی نہیں رہا اور ہمیشہ کے لیے پیغمبرؐ کا زمانہ آ گیا۔ ہاں اور سوال آپ پوچھو ——————

سوال :۔

کائنات اور انسان کے حوالے سے ولی کا مِنصب کیا ہے؟

جواب :۔

ولی کا منصب ایک نہیں ہوتا' ولایت ایک آپریشن ہے' عمل ہے' وہ علاقے کا ڈپٹی ہے' یہ کیفیات کے اضلاع ہیں اور اگر اس کائنات کے خطے بنائے جائیں تو وہ جغرافیکل بھی ہیں' تاریخی بھی ہیں' کیفیات کے حساب سے بھی ہیں اور اشیاء کے حساب سے بھی ہیں۔ کسی کو کوئی کیفیت دی جا رہی ہے' کسی کو کوئی اور کیفیت دی جا رہی ہے۔ ولی جو ہے بعض اوقات اپنے منصب سے بھی آشنا نہیں ہوتا جب کہ منصب پر عمل کر رہا ہوتا ہے اور کچھ ولی اپنے منصب سے آشنا ہوتے ہیں' ان کو یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ یہ کام آپ نے پورے کرنے ہیں اور وہ اپنا کام کرتا جا

رہا ہے' اسے کہو کہ کائنات اِدھر کی اُدھر ہو گئی ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے نہیں پتہ' بس وہ اپنے کام میں چلتا جا رہا ہے' ہر ایک کا الگ الگ فنکشن ہے' ایک فنکشن نہیں ہے' سب کا الگ الگ فنکشن ہے' الگ الگ ڈیوٹی ہے' کوئی دن کے ولی ہیں' کوئی رات کے ولی ہیں' کوئی جاگنے کے ولی ہیں' کوئی سیر کرتے رہتے ہیں' کوئی جہاں گشت ہوتے ہیں اور کوئی مقیم ہیں' جنہیں قطب کہتے ہیں۔ قطب کا معنی کیا ہے؟ وہ جو چکی ہوتی ہے اس کے نیچے ایک کھونٹی سی لگی ہوتی ہے' اسے قطب کہتے ہیں' تو چکی چلتی جا رہی ہے اور یہ اپنی جگہ پر قائم ہیں جیسے۔

زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد

اب اس کا فنکشن کیا ہے؟ وہیں پر ٹھہرے رہنا اور پھر اس کے گرد زمانہ Revolve کرتا جائے گا' گردش کرتا جائے گا اور یہ اپنی جگہ پر قائم رہے گا۔ تو اس کا یہ Purpose ہے' عمل ہے۔ جہاں گشت کا مقصد یہ ہے کہ کہیں پر ٹھہرے گا نہیں' وہ چلتا جائے گا اور اسے راستے میں کئی لوگوں سے ملایا جائے گا۔ دریا کا بھی قطب ہوتا ہے اور پہاڑ کا بھی ولی ہوتا ہے اور پہاڑ بھی ولی ہے اور وہ ولی بھی پہاڑ ہے' دریا بھی ولی ہے اور وہ ولی بھی دریا ہے۔ تو جو جو کائنات کی شے نظر آتی ہے ویسے ویسے اس کے فنکشن ہیں' کوئی چاند کی طرح ہے' کوئی سورج کی طرح ہے' کوئی ستارے کی طرح ہے۔ ان سب کے فنکشن دیکھ لو' وہی فنکشن ولیوں کے ہیں' کوئی ایک شعبہ ان کو ملتا ہے' کہیں تقسیم ہو رہی ہے تو کہیں صلح کرائی جا رہی ہے' دو بھائیوں میں ایک اجنبی صلح کرا کے چلا گیا' وہ اجنبی نہیں تھا وہ ولی تھا' اس نے کہا کہ اچھا یہ بات ہے' آپ دونوں خوب لڑا کرو' اور آپ کے ماں باپ جو مر گئے ہیں وہ آج بڑے خوش ہو رہے

ہیں، میں وہیں سے آیا ہوں، تمہیں مبارک دیتا ہوں کہ آپ کے بیٹے آپ کو بڑا خوش کر رہے ہیں، شرم کرو تمہارے ماں باپ کو بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا تو بیٹوں نے سوچا کہ واقعی یہ بندہ تو قبرستان سے آیا ہے، یہ ہم کیا کر رہے ہیں، وہ سچ کہتا ہے کہ ہمارے مرے ہوئے ماں باپ پھر مر جائیں گے، تو صلح کر لو۔ اب یہ ولی کا فنکشن تھا جو وہ کر گیا۔ ہر ولی کا الگ فنکشن ہے، کبھی لے کے وہ پورا کرتا ہے اور کبھی دے کے پورا کرتا ہے، کوئی ولی جلالی ہوتے ہیں اور کوئی ولی جمالی ہوتے ہیں۔ جمالی ہنستے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے کوئی بات نہیں، سب ٹھیک ہو جائے گا، خیر ہے۔ اسے کہیں کہ بابا جی کوئی چیز گم ہو گئی ہے، گاڑی گم ہو گئی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اچھا کوئی بات نہیں آپ رویا نہ کرو۔ کسی اور ولی سے کہیں کہ ابا حضور مر گئے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ کوئی بات نہیں خیر ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خیر کیسے ہے؟ تو وہ ولی کہتا ہے کہ آپ بھی دو چار دن تک مر جاؤ گے، گھبرانے والی کوئی بات نہیں، تو بھی وہاں جا کر ابا سے مل جائے گا، خیر ہے، اس میں ڈرنے والی کیا بات ہے۔ تو کچھ درویش اس طرح کے بھی ہوتے ہیں۔ کوئی جلالی ہوتے ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں کیا ہے؟ کہتا ہے کہ ابا مر گیا ہے۔ تو وہ ولی کہتے ہیں کہ جاؤ اور اس کے ابا کو واپس بلا کر لاؤ۔ جا کر دیکھا تو وہ بیٹھا ہوا ہے اور آگے سے ابا حضور کہتے ہیں کہ غنودگی آئی تھی اور میں بیٹھا ہوا تھا اور آپ نے یہ سمجھا کہ میں مر گیا ہوں۔ تو ایسے جلالی درویش بھی ہوتے ہیں۔ تو ہر قسم کا ولی آیا۔ تو فنکشن جو ہیں یہ اللہ کے قرب کی نشانیاں ہیں۔ جس طرح بارش جو ہے وہ اگر کسی زمین پر ہو تو پھر پتہ نہیں کیا پیدا ہو جائے۔ اور اسی طرح ولی کی نشانیاں ہیں، یہ اللہ کی رحمت کی انتہا ہوتی

ہے' کسی زمین میں کچھ پیدا ہو گیا اور کسی زمین میں کچھ اور پیدا ہو گیا' کچھ ولی ایسے ہیں جو روتے رہتے ہیں اور رلاتے رہتے ہیں' آپ جب ان کی محفل میں جاؤ گے وہ فرمائیں گے کہ اے ہمارے مظلوم بھائیو! کیسے آئے ہو' دنیا میں دھوکا کھا گئے ہو' تو یہ دنیا ایسی ہے ۔

نہیں بیگانگی اچھی رفیقِ راہ منزل سے
ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

اور پھر یہ کہتے ہیں ۔

غنیمت جاں لو مل بیٹھنے کو
جُدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

یہ تو آنے والا وقت ہے' کل کو یہ صورتیں کہاں ہوں گی' کل کہاں ہوں گے' کون کہاں ہو گا' کیا پتہ کیا ہو گا۔ تو وہ روتے رہتے ہیں اور بیان کرتے رہتے ہیں' مخصوص طرز کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ شکلیں پھر جو ہیں ناں خاک میں مل جائیں گی' تو ایک دوسرے کو پہچان لیا جائے' پھر شاید ملاقات ہو کہ نہ ہو۔ اور کچھ ولی اللہ کہتے ہیں کہ ۔

باغ بہاراں تے گلزاراں بِن یاراں کس کاری

انہوں نے رونق لگائی ہوئی ہے۔ تو ولی جو ہیں یہ اپنے اپنے گلستان کے پرندے ہیں اور یہ گلستانِ رحمتِ خداوندی ہے۔ اس لیے آپ خوش رہا کرو۔ ہاں اور سوال پوچھو۔۔۔۔۔۔۔

سوال :۔

آپ نے فرمایا ہے ولی کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا مگر یہ انکار ایمان کی کمزوری ہے کیونکہ ولیوں کا قرآن پاک میں ذکر ہے ۔۔۔۔۔۔۔

جواب :۔

ولی کی تحقیق کیا کرو اور پیغمبر کی تحقیق نہیں کرنی چاہیے اور شکر کرو کہ آپ پیغمبروں کے زمانے کے بعد پیدا ہوئے ہو' اب آپ کافر نہیں ہو سکتے کیونکہ کسی پیغمبر نے آنا نہیں ہے جس کو آپ "ناں" کر سکیں۔ تو ولی جو ہے وہ اگر اسلام کے بارے میں کوئی خوبی بتا دے تو آپ سن لو' ماننا آپ پر فرض نہیں ہے -------

سوال :۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان ولی کی صحبت میں بیٹھا ہے لیکن وہ اسے پہچانتا نہیں ہے -------

جواب :۔

آپ نے ولی کو نہیں پہچاننا بلکہ اپنی کیفیت کو پہچاننا ہے۔ آپ نے یہ پہچاننا ہے کہ آپ کے دل کی کیفیت اللہ کی طرف ہے کہ نہیں ہے اور کیا آپ کا قطب نما ٹھیک کام کر رہا ہے۔ تو آپ نے قطب کو جا کر پکڑ نہیں لینا ہے بلکہ آپ نے قطب نما کو پکڑنا ہے یعنی آپ نے اپنے دل کو پکڑنا ہے ان کو نہیں پکڑنا ہے۔ تو ولی اپنی جگہ پر کام کر رہا ہے' اس کا اپنا اللہ ہے' اپنا دل ہے اور آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے دل میں کیا کیفیت ہے' تو جہاں پر آپ کے دل میں اللہ کی کیفیت پیدا ہو جائے' وہاں ولی اللہ ہے' چاہے وہ مزار ہو یا بندہ ہو۔ جس طرح آپ ایک جگہ سے گزرتے ہیں تو وہاں قبر تو نظر نہیں آتی لیکن جب وہاں سے گزرتے ہیں دل میں اللہ کی یاد آ جاتی ہے تو جب پتہ کرتے ہیں کہ یہاں کیا ہے؟ تو پتہ کرتے کرتے پتہ چلتا ہے کہ یہاں پر بابا جمال شاہ صاحبؒ کا مزار

ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں آپ کا دل اپنے مالک کی طرف رجوع کر جائے اس مقام کو ولی کہتے ہیں۔ چاہے وہ جگہ ہو' چاہے وہ بندہ ہو' چاہے وہ کوئی کتاب ہو' چاہے وہ کیفیت ہو۔ آپ نے اس کی پہچان نہیں کرنی کہ آپ کہاں پیدا ہوئے' آپ کی تاریخ پیدائش کیا ہے' آپ اتنا عرصہ کہاں رہے ------ تو ولی آپ کے دل کی کیفیت ہے اور ولی آپ کے دل کا نام ہے۔ کہتے ہیں کہ ایسی بہار کو ہم کیا کریں گے جس میں ہماری گائے بھوکی مر جائے۔ اگر آپ کی گائے بھوکی ہے تو آپ نے چراگاہوں کو کیا کرنا ہے جب کہ ان چراگاہوں کے باوجود گائے بھوکی مر گئی۔ تو مدعا یہ ہے کہ آپ دیکھیں کہ آپ کے دل میں اللہ کی کیا کیفیت بنی ہے' بس یہی ولی کی نشانی ہے۔ تو ولیٰ کی پہچان کیا ہے کہ آپ کا دل اللہ کریم کی طرف راغب ہو۔

اس لیے آپ دعا کریں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ اپنے ان خاص بندوں سے آشنا کرائے جو آپ کے دل کو اللہ کی طرف راغب کریں ------ آخر میں سب کے لیے دعا کرو ------

آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

تصانیف

واصف علی واصفؒ

کاشف پبلی کیشنز ۳۰۱ - اے، جوہر ٹاؤن - لاہور